روزنامہ
CPL 61
ربوہ
الفضل
ایڈیٹر عبد السمیع خان
Ph : 0092 4524 213029

سالانہ نمبر 1999ء

بیت الفضل لندن کی تعمیر کے ٹھیک 75 سال بعد لندن میں دوسری احمدیہ بیت الذکر، بیت الفتوح کا سنگ بنیاد رکھنے کی تاریخی تقریب: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں۔ (19 - اکتوبر 1999ء)

سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد بے پایاں خوشی و مسرت کا عالم۔ شیرینی کی تقسیم

منزلیں دے رہی ہیں آوازیں — صبح محو سفر ہو شام چلو
رات جاگو مہ و نجوم کے ساتھ — دن کو سورج سے ہم خرام چلو

تو وہ بزرگ مسیح (موعود) ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا (الہام حضرت مسیح موعود)

سیدنا حضرت مسیح موعود کی بابرکت گھڑی ۔ جس کی زیارت حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 1999 کے موقع پر اپنی تقریر کے دوران کرائی۔

یہ کالے گورے یہ شرقی غربی یہ ہندی ترکی فرنگی عربی
کروڑہا کل کو آئیں گے یہ، اگرچہ اب اک کروڑ آئے

ساتویں عالمی بیعت 1999ء کا روح پرور نظارہ۔ تاریخ عالم میں پہلی بار ایک سال میں ایک کروڑ روحیں آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہو گئیں

اداریہ

انتساب

صحابہ رسولؐ کے نام

وہ مردے تھے جن کو زندہ کر دیا گیا- وہ مادی حسن میں کھوئے ہوئے تھے مگر خدائے رحمان کی محبت میں فنا ہو گئے- وہ شراب کے لبالب خم لنڈھاتے تھے پھر دین کے متوالے بن گئے- وہ سارنگیاں بجانے والے تھے جو خدائے واحد و یگانہ سے ہمکلام ہو گئے- وہ عشق مجازی کے عادی تھے مگر فرقان کی طرف کھینچے گئے- وہ برھنہ حالت میں آئے اور ایمان کی چادریں اوڑھ لیں- انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کی لذت کو دعا کی لذت سے بدل دیا- انہوں نے مے خانوں کو ویران کر دیا اور شہروں سے شراب کی دکانیں ہٹا دیں وہ دنیا کی ایک حقیر قوم تھے جن کو خالص سونے کی ڈلی بنا دیا گیا- یہ دنیا کے سب سے بڑے انقلاب سے پہلے اور بعد کی حالتیں ہیں- یہ ایک قوم کی دو کیفیات ہیں جو فرش سے عرش تک اور تحت الثریٰ سے ثریا تک جا پہنچی- یہ نور محمدیؐ کی جلوہ انگیزیوں کا بیان ہے جس نے کائنات کے اندھیروں کو اجالوں میں بدل دیا- وہ آفتاب ہدایت تھا جس نے عالم انسانیت کو نورانی چہرہ سے منور کر دیا- حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں- اے آقا تونے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کر دیا کون ہے جو اس شان میں تیرا مثیل ہو سکے- پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں پیدا ہونے والا انقلاب اور آپ کے صحابہ کی پاک سیرت سید المرسلینؐ کا لافانی معجزہ ہے- جس کی گواہی قرآن دیتا ہے اور جس کا اعتراف اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد مخالفین بھی دیتے ہیں- یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو آپؐ کے ساتھ رخصت نہیں ہو گیا بلکہ وہ تجلیات اور فیوض جاری ہیں- جو پاک دل اور سعید فطرت انہی راہوں کو اختیار کرے گا وہ بھی روحانی زندگی سے معمور کیا جائے گا- آج دنیا جو رہنمائی کیلئے اور پاک نمونوں کیلئے ترس رہی ہے ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تراشے ہوئے ہیروں کا پاک نمونہ مشعل راہ ہے-

اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے اور اس کی تقدیر ہے کہ دنیا میں پھر ایسی قوم پیدا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلائی ہوئی اس مشعل کو پھر اپنے سینے میں فروزاں کرے- اور اپنے وجود سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہ بن جائے-

الفضل کا یہ خاص نمبر انہی پاکیزہ وجودوں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام منسوب ہے- اس کی تیاری اور تزئین میں حصہ لینے والے تمام احباب کے ہم دلی ممنون ہیں-

درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے الفضل کو خدمت دین کی مقبول اور بے نظیر خدمت کی توفیق عطا فرمائے-

الفضل سالانہ نمبر 1999ء بعنوان

سیرۃ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

فہرست مضامین

صفحہ

منظومات

پبلشر آغا سیف اللہ- پرنٹر قاضی منیر احمد- مطبع ضیاء الاسلام پریس- مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت 35 روپے

خالق کائنات کی طرف سے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار کی گواہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ شرک سے پاک اور اللہ کے مطیع ہیں

اللہ نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں

اللہ ان سے راضی ہو گیا جب وہ تیری بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں پر سکینت نازل کی

صحابہ کی امتیازی علامات

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا۔ وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو میں رہتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے۔ یہ ان کی حالت تورات میں بیان ہوئی ہے۔ اور انجیل میں ان کی حالت یوں بیان ہے کہ وہ ایک کھیتی کی طرح (ہوں گے) جس نے پہلے تو اپنی روئیدگی نکالی پھر اس کو (آسمانی اور زمینی غذا کے ذریعہ سے) مضبوط کیا اور وہ روئیدگی اور مضبوط ہو گئی۔ پھر اپنی جڑ پر مضبوطی سے قائم ہو گئی۔ یہاں تک کہ زمیندار کو پسند آنے لگ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر جلیں گے۔ اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔ (الفتح:30)

السابقون الاولون

اور جو مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ بھی جو کہ کامل اطاعت دکھاتے ہوئے ان کے پیچھے چلے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے (التوبہ 100)

رضائے الٰہی

اللہ مومنوں سے اس وقت بالکل راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے اور اس نے اس (ایمان) کو جو ان کے دلوں میں تھا خوب جان لیا۔ سو اس کے نتیجہ میں اس نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور ان کو ایک قریب میں آنے والی فتح بخشی اور بہت سے غنیمت کے مال بھی بخشے جن کو وہ قبضہ میں لا رہے تھے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ (الفتح 19،20)

حاملین قرآن

یہ قرآن (ایسے) صحیفوں میں ہے (جو) عزت والے بلند شان اور پاک ہیں۔ وہ (صحیفے لکھنے والوں اور دور دور) سفر کرنے والوں کے ہاتھوں میں (ہیں) (ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں) جو معزز ہیں اور اعلیٰ درجہ کے نیکوکار ہیں۔ (عبس 14 تا 17)

مہاجرین اور انصار کی قربانیاں

اللہ نے نبی اور مہاجرین پر بڑا فضل کیا ہے۔ (یعنی ان لوگوں پر) جنہوں نے اس (نبی) کی تکلیف کی گھڑی میں جبکہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کسی قدر شک میں پڑ گئے تھے اتباع کی۔ پھر اس نے ان (کمزوروں) پر فضل کر دیا۔ وہ ان (مومنوں) سے یقیناً محبت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے (توبہ-117)

سچے مومن

یہ مال ان مہاجر غریبوں کا حق ہے جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے (بے دخل کر کے) نکال دیا گیا تھا۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور (ہمیشہ) اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے رہتے ہیں وہی لوگ (ایمان میں) سچے ہیں۔ (الحشر 9)

انصار کا ایثار

اور وہ لوگ جو مدینہ میں پہلے سے رہتے تھے اور (مہاجرین کے آنے سے پہلے) ایمان قبول کر چکے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے جو ان کو دیا گیا اور وہ باوجود اس کے کہ خود غریب تھے مہاجرین کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے تھے اور جن لوگوں کو اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے تمام لوگ بامراد ہونے والے ہیں (الحشر 10)

نماز گزار بندے

وہ تجھے اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تو (اکیلا نماز کے لئے) کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت بھی جبکہ تو (نماز باجماعت کے لئے) سجدہ کرنے والی جماعت میں ادھر ادھر پھر رہا ہوتا ہے۔ (الشعراء 219،220)

باوجود غربت کے قربانی کا جذبہ

ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں جو تیرے پاس اس وقت آئے جب جنگ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ تو ان کو کوئی سواری مہیا کرے تو تو نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کراؤں اور (یہ جواب سن کر) وہ چلے گئے اور (اس) غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ افسوس ان کے پاس کچھ نہیں جسے (خدا کی راہ میں) خرچ کریں۔ (التوبہ-93)

صحابہ کی قربانیوں کو فراموش نہ کرنا

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھ جو اپنے رب کو اس کی خوشنودی چاہتے ہوئے صبح و شام پکارتے ہیں اور تیری نظریں ان کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہ نکل جائیں اور اگر تو ایسا کرے گا تو ورلی زندگی کی زینت چاہے گا۔ (الکھف 29)

رسول اللہ کے مددگار

اور کہہ اے میرے رب مجھے نیک طور پر (دوبارہ مکہ میں) داخل کر اور ذکر نیک چھوڑنے والے طریق پر (مکہ سے) نکال۔ اور اپنے پاس سے میرا کوئی مددگار (اور) گواہ مقرر کر (بنی اسرائیل-81)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان کے دل میں اللہ ہی اللہ ہے

صحابہ رسول کے فضائل۔ رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے

صحابہ' تابعین اور پھر تبع تابعین کی برکت سے فتوحات کی خوشخبریاں

ستاروں کی مانند حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی۔ اے محمدؐ تیرے صحابہ کا میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے آسمان میں ستارے ہیں۔ بعض بعض سے روشن تر ہیں۔ لیکن نور ہر ایک میں موجود ہے۔ پس جس نے تیرے کسی صحابی کی پیروی کی۔ میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کرو گے' ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب الصحابہ)

ان کے دل میں اللہ ہی اللہ ہے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ میرے صحابہ کے دل میں اللہ ہی اللہ ہے۔ انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا تو وہ دراصل میری محبت کی وجہ سے کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا دراصل وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جو شخص ان کو دکھ دے گا اس نے مجھ کو دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ کو دکھ دیا۔ اور جس نے اللہ کو دکھ دیا اور ناراض کیا تو ظاہر ہے وہ اللہ کی گرفت میں ہے۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب باب فیمن سب اصحاب النبی)

اہل نور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے دو صحابہ ایک اندھیری رات میں نبی ﷺ کے پاس سے نکلے تو دو چراغوں جیسی چیزیں ان کے آگے آگے روشنی کر رہی تھیں۔ جب وہ دونوں الگ الگ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہو گئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب سوال المشرکین)

موجب فتح و ظفر حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ جوق در جوق حملہ کے لئے نکلیں گے اور پوچھیں گے۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو۔ وہ کہیں گے' ہاں تو پھر اس کی برکت سے ان کو فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ جوق در جوق حملے کے لئے نکلیں گے اور پوچھا جائے گا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صحبت میں رہا ہو۔ وہ کہیں گے' ہاں تو ان کو اس کی برکت سے فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جوق در جوق لوگ حملے کے لئے نکلیں گے اور پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ان لوگوں کے ساتھ رہا ہو جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صحبت میں رہا ہو تو کہیں گے ہاں تو ان کو فتح دی جائے گی۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی)

باعث امن و راحت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

ستارے آسمان کے لئے امن کا موجب ہیں۔ جب ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان پر وہ چیز آجائے گی جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میں اپنے صحابہ کے لئے امان کا موجب ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امن کا سبب ہیں۔ جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ان بقاء النبی)

عاشقان رسول حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر انصار سے فرمایا۔

کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ تو اپنے گھروں میں مال غنیمت لے کر واپس جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب الانصار)

بہترین صدی حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کی صدیوں میں سے بہتر صدی میری ہے۔ پھر ان لوگوں کی جو معاً ان کے بعد ہوں گے۔ پھر ان لوگوں کی جو معاً ان کے بعد ہوں گے۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی)

رسول اللہ کی دعا حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انصار خندق کے روز یہ شعر پڑھتے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجهاد ما حیینا ابدا

یعنی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمدؐ سے یہ بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ جواب دیا۔

اللهم لاعیش الا عیش الاخره
فاکرم الانصار والمهاجره

یعنی اے اللہ زندگی تو آخرت کی ہی زندگی ہے اس لئے انصار اور مہاجرین سے کریمانہ سلوک فرمائیو۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب دعاء النبی)

برا بھلا نہ کہو حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہنا اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرو تو بھی تمہیں اتنا ثواب و اجر نہیں ملے گا جتنا انہیں ایک مُد یا اس کے نصف کے برابر خرچ کرنے پر ملا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب)

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حضرت مسیح موعود کے ارشادات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ذریعے خدا کا ایسا جلال ظاہر ہوا جس کی نظیر کبھی پیدا نہیں ہوئی

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا کمال یہ تھا کہ صحابہ نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے

صحابہ وہ تھے جنہوں نے اپنا مال' اپنا وطن راہ حق میں دے دیا اور سب کچھ چھوڑ دیا

دنیا کا سب سے بڑا انقلاب

حضرت نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں جو انقلاب عظیم حضور ﷺ کی دعاؤں کی بدولت پیدا ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

(برکات الدعا ص 12)

صحابہ رسول اللہ ﷺ کا صدق و صفا

ہمارے ہادی اکمل ؑ کے صحابہ ؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا جان نثاریاں کیں' جلاوطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے' طرح طرح کے مصائب برداشت کئے' جانیں دیں۔ لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا۔ جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی' اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے۔ آپ ؐ کی تعلیم' تزکیہ نفس' اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرا دینا' شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا۔ اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔ یہ مقام آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ؓ کا ہے اور ان میں جو باہمی الفت و محبت تھی۔ اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان فرمایا ہے (۔) (الانفال:64) یعنی جو تالیف ان میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی' خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔ (۔) صحابہ ؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی۔ جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے (۔) صحابہ ؓ تو وہ تھے جنہوں نے اپنا مال' اپنا وطن راہ حق میں دے دیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہو گا۔ ایک دفعہ جب راہ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا' تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے' تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔ رئیس مکہ ہو اور کمبل پوش' غرباء کا لباس پہنے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کے لئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے۔

(ملفوظات جلد اول ص 27)

آنخضرت ﷺ سے صحابہ کی غیر معمولی محبت

صحابہ ؓ کی حالت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو آنخضرت کی وفات کے وقت تھی۔ ان کو تو قریباً ایک قسم کا جنون ہو گیا تھا اس غم میں جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں ان پر آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو وہ جوش آیا کہ انہوں نے تلوار ہی نکال لی کہ جو شخص کہے گا کہ آپ ؐ وفات پا گئے ہیں میں اسے قتل کر دوں گا۔ گویا وہ یہ لفظ بھی سننا نہ چاہتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران:145) پڑھی تو ان کا جوش فرو ہوا۔ یہ آیت دراصل ایک جنگ میں نازل ہوئی تھی جبکہ شیطان کی طرف سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی آواز دی گئی مگر اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا تو صحابہ ؓ سمجھتے تھے کہ گویا یہ آیت ابھی اتری ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 575)

صحابہ نبی کریم ؐ کے ذریعے خدا تعالیٰ کے جلال کا ظہور

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کیا بات تھی کہ جس کے ہونے سے صحابہ ؓ نے اس قدر صدق دکھایا اور انہوں نے نہ صرف بت پرستی اور مخلوق پرستی ہی سے منہ موڑا بلکہ درحقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب ہی مسلوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے وہ نہایت سرگرمی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک ان میں سے ابراہیم تھا۔ انہوں نے کامل اخلاص سے خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے وہ کام کئے جس کی نظیر بعد اس کے کبھی پیدا نہیں ہوئی اور خوشی سے دین کی راہ میں ذبح ہونا قبول کیا بلکہ بعض صحابہ ؓ نے جو یک لخت شہادت نہ پائی تو ان کو خیال گزرا کہ شاید ہمارے صدق میں کچھ کسر ہے جیسے کہ اس آیت میں اشارہ ہے (۔) (الاحزاب:24) یعنی بعض تو شہید ہو چکے تھے اور بعض منتظر تھے کہ کب شہادت نصیب ہو۔ اب دیکھنا چاہئے کہ کیا ان لوگوں کو دوسروں کی طرح حوائج نہ تھے اور اولاد کی محبت اور دوسرے تعلقات نہ تھے؟ مگر اس کشش نے ان کو ایسا مستانہ بنا دیا تھا کہ دین کو ہر ایک شے پر مقدم کیا ہوا تھا۔

(ملفوظات جلد سوم ص 428)

آنحضور ﷺ سے روحانی تعلق کا کمال

دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات جیسے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ کے تعلقات' دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں' تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں۔ جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جماعت صحابہ ؓ کی تھی' اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ جو انہوں نے نہ وطن کی پروا کی اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی' تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے۔ ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا' جو آپ ؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر ایک چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔

یاد رکھو جب سچائی پورے طور پر اپنا اثر پیدا کر لیتی ہے' تو وہ ایک نور ہو جاتی ہے جو ہر ایک تاریکی میں اس کے اختیار کرنے والے کے لئے رہنما ہوتا ہے اور ہر مشکل میں بچاتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول ص 484)

نار بولہبی ہمیشہ شکست کھائے گی اور نور مصطفوی یقیناً کامیاب ہوگا

کس شان کا وہ رسولؐ تھا اور کس شان کے غلام تھے جو آپ کے ساتھ تھے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی غالب آنے کے لئے بنائے گئے ہیں مغلوب ہونے کے لئے نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بصرہ العزیز نے اپنی خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ پر 26- دسمبر 1982ء کو افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی دلگداز قربانیوں کا تذکرہ فرمایا- اس خطاب کا آخری حصہ جو اس کا نچوڑ اور خلاصہ ہے پیش خدمت ہے-

آنحضور ﷺ کے دل کی کیفیت' مظلومیت کے دور میں یہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت خباب بن ارت آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا- یا رسول اللہ- مسلمانوں کو قریش مکہ کے ہاتھوں اتنی تکالیف پہنچی ہیں- اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں کہ اب تو حد ہو گئی ہے- یا رسول اللہ- آپ ان پر بددعا کیوں نہیں کرتے آپ نے جب یہ سنا اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے جوش سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ غصہ سے تمتمانے لگا- آپ نے فرمایا- دیکھو! تم سے پہلے وہ لوگ بھی گزرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا اور ایسے بھی تھے جن کے جسم آروں سے چیر دیئے گئے لیکن انہوں نے اُف نہ کی- دیکھو! خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا جو کام اس نے میرے سپرد کیا ہے-

یہ تھا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ردّ عمل- یہی تربیت تھی جو آپؐ نے اپنے غلاموں کو دی- اور یہی رد عمل تھا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں سے ظاہر ہوتا رہا- چنانچہ حضرت خبیب بن عدیؓ کے متعلق حدیثوں میں آتا ہے کہ وہ جب جان دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور تلوار ان پر گر کر ان کا سرتن سے جدا کرنے کو تھی تو کوئی گھبراہٹ نہیں تھی کوئی واویلا نہیں تھا ہاں دو شعر ان کی زبان پر جاری ہوئے اور ہمیشہ کے لئے ان کی یاد کو بھی زندہ جاوید کر گئے- انہوں نے قتل ہونے سے پہلے یہ شعر پڑھے:-

فلست ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شق کان للہ مصرعی
و ذٰلک فی ذات الالٰہ و ان یشا
یبارک علی اوصال شلو ممزّع

کہ اے کفار! میں تو اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ میں جب قتل کیا جاؤں گا تو کس پہلو پر گروں گا- یعنی میری موت چونکہ خدا کی خاطر ہے اس لئے مجھے تو اتنی بھی پرواہ نہیں ہے کہ جب میرا سرتن سے جدا ہوگا تو میں کس کروٹ پر گروں گا- خدا کی قسم یہ سب کچھ خدا کی خاطر ہو رہا ہے اور اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے ذرہ ذرہ کو برکتوں سے بھر دے-

یہ تھا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کا ردّ عمل اور یہی ان کو تعلیم دی گئی تھی-

پس آج آغاز اسلام کی باتیں کرتے ہوئے ہمیں درود بھیجنا چاہئے اس محسن اعظم پر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے-

محمد رسول اللہ والذین معہ کس شان کا وہ رسول تھا اور کس شان کے وہ غلام تھے جو آپؐ کے ساتھ تھے- ان کی کیسی اعلیٰ تربیت کی گئی اور انہوں نے تربیت کا کیسا پیارا رنگ پکڑا-

پس آؤ آج کی دعاؤں میں خصوصیت کے ساتھ ہم درود بھیجیں محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ پر اور سلام بھیجیں روح بلالی پر اور سلام بھیجیں روح خبابؓ پر اور سلام بھیجیں روح خبیب پر- میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے زمین و آسمان ٹل جائیں مگر یہ تقدیر نہیں بدل سکتی کہ ہمیشہ ہر حال میں نار بولہبی یقیناً شکست کھائے گی اور نور مصطفوی یقیناً کامیاب ہوگا- کوئی نہیں جو بلالی احد کی آواز کو مٹا سکے- کوئی پتھر' کوئی پہاڑ نہیں جو سینوں پر پڑ کر لا الہ کی آواز کو دبا سکے- کوئی دکھ اور کوئی غم نہیں- کوئی صدمہ نہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کی شہادت سے کسی کو باز رکھ سکے-

یہ امر یقیناً ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ اور قائم رہے گا- محمد مصطفیٰ ﷺ والذین معہ غالب آنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں- مغلوب ہونے کے لئے نہیں بنائے گئے-"

(الفضل 10 فروری 1983ء)

دنیا کا حقیقی نور

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے قیامت کا نمونہ دکھلا دیا

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

دنیا میں ایک رسولؐ آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے۔ کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے۔ اور کون بہرا۔ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا۔ اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسولؐ جس نے وحشیوں کو انسان بنایا۔ اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا۔ اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا۔ وہی رسولؐ ہاں وہی آفتابِ صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اٹھے۔ اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔..... جس نے مکہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا ہاں دنیا کا حقیقی نور وہی تھا۔ جس نے دنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔ اس کی پہلی دنیا کیا تھی۔ اور پھر اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی۔ یہ ایک سوال نہیں ہے۔ جس کے جواب میں کچھ دقت ہو۔ اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں۔ تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا۔ کہ اس جنابؐ عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے۔ اور اس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی۔ اور ذلیل مخلوق کو اس ذوالجلال وقدوس کی جگہ پر بٹھایا تھا۔ اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے۔ کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے۔..... تو پھر اس رسول کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں۔ تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا۔ وہ کیا دعویٰ تھا۔ وہ یہی تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ اس رسول مقبول نے اس دعویٰ کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے۔ جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو۔ تو اے سب لوگو اٹھو اور گواہی دو۔ کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔

(تبلیغ رسالت جلد 6 ص 9)

محمدی انقلاب

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا پر معارف کلام

شیریں بول۔ انفاس مطہر۔ نیک خصائل پاک شمائل
حاملِ فرقاں۔ عالم و عامل۔ علم و عمل دونوں میں کامل

جو اس کی سرکار میں پہنچا۔ اس کی یوں پلٹا دی کایا
جیسے کبھی بھی خام نہیں تھا۔ ماں نے جنا تھا گویا کامل

اس کے فیض نگاہ سے وحشی۔ بن گئے حلم سکھانے والے
معطی بن گئے شہرۂ عالم۔ اس عالی دربار کے سائل

نبیوں کا سرتاج۔ ابنائے آدم کا معراج محمدؐ
ایک ہی جست میں طے کر ڈالے وصل خدا کے ہفت مراحل

ربِ عظیم کا بندۂ اعظم
صلی اللہ علیہ وسلم

وہ احسان کا افسوں پھونکا موہ لیا دل اپنے عدو کا
کب دیکھا تھا پہلے کسی نے حسن کا پیکر اس خوبو کا

نخوت کو ایثار میں بدلا۔ ہر نفرت کو پیار میں بدلا
عاشق جان نثار میں بدلا۔ پیاسا تھا جو خار لہو کا

اس کا ظہور ظہور خدا کا۔ دکھلایا یوں نور خدا کا
بت کدہ ہائے لات و منات پہ طاری کر دیا عالم ہو کا

توڑ دیا ظلمات کا گھیرا۔ دور کیا ایک ایک اندھیرا
جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

گاڑ دیا توحید کا پرچم
صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالفاتح

صدق کو پایا جب اصحابِ رسولؐ اللہ نے ۔۔۔ اس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

ایمان کی خاطر صحابہ رسول کی بے مثال اور ناقابل فراموش قربانیاں

حضرت ابوذر غفاریؓ باربار خانہ کعبہ میں جاکر کلمہ پڑھتے اور ماریں کھاتے رہے

حضرت خبابؓ نے جلتے ہوئے انگاروں پر بھی ایمان کی دولت ہاتھ سے نہ جانے دی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور آپ کا صبر

آپ کا نام عبداللہ کنیت ابوبکر اور لقب صدیق تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ پر مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت ملی۔ قبول اسلام پر مشرکین کی طرف سے آپ کو بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کو نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن سے جبراً روکا گیا۔ چنانچہ ان ظالمانہ پابندیوں کی بناء پر آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ اپنا سامان لے کر جا رہے تھے کہ مکہ کا ایک رئیس ابن الدغنہ انہیں ملا۔ اس نے آپؓ سے پوچھا کہ آپ اسباب باندھ کر کہاں جا رہے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا چونکہ اس جگہ دین پر عمل کی اجازت نہیں ہے۔ اور میری قوم دشمنی کرتی ہے۔ اس لئے میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ ایسا شہر کس طرح آباد رہ سکتا ہے۔ جہاں سے آپ ایسی ہستی رخصت ہو جائے۔ میں آپ کا ضامن ہوں۔ آپ باہر نہ جائیں چنانچہ اس نے اعلان کردیا کہ حضرت ابو بکرؓ اس کی حفاظت میں ہیں۔ اہل عرب میں بڑی خود سری پائی جاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ان میں یہ خوبی تھی کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیتا تو پھر اسے کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا اور اگر کوئی پہنچانا چاہتا تو دوسرے اسے روک دیتے کہ تم ایسامت کرو یہ فلاں شخص کی حفاظت میں ہے۔ اس نے بھی جب اعلان کر دیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ میری حفاظت میں ہیں۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اطمینان کے ساتھ مکہ میں رہنے لگے۔ گھر میں ہی مسجد بنالی اور وہیں قرآن شریف پڑھا کرتے۔ آپ کے متعلق آتا ہے۔ کان رجلا بکاء یعنی قرآن شریف پڑھتے وقت آپ پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور رو پڑتے تھے۔ آپ کے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سن کر بچے اور عورتیں اردگرد کے گھروں سے نکل کر وہاں جمع ہو جایا کرتی تھیں بچوں اور عورتوں میں خصوصیت سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب انہیں کوئی نئی چیز نظر آئے تو دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتی ہیں۔ ان کے لئے بھی قرآن شریف بالکل نیا کلام تھا اور پھر جب کوئی بڑا آدمی رو رہا ہو تو لازماً دوسروں کو اس کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ انہوں نے دیواروں اور دروازوں کے ساتھ کھڑے ہو کر قرآن شریف سننا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب قرآن کریم کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اور حضرت ابو بکرؓ کی رقت اور آپ کی گریہ وبکاء دیکھی تو محلّہ کی عورتیں بھی متاثر ہونے لگیں اور اس طرح محلّہ میں اسلام کا چرچا شروع ہو گیا اور عورتوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ تو بڑی اچھی باتیں ہیں۔ جب ان کے خاوندوں کو علم ہوا کہ ہماری عورتیں اس طرح متاثر ہو رہی ہیں تو وہ اس رئیس کے پاس گئے جس نے انہیں اپنی حفاظت میں لیا تھا اور کہا۔ کہ آپ نے ابو بکرؓ کو اپنی حفاظت میں لے کر یہ کیا مصیبت پیدا کر دی ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے بھی قرآن سے متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر یہی حالت جاری رہی تو تمام محلّہ مسلمان ہو جائے گا۔ پس یا تو اسے سمجھائیں کہ وہ قرآن شریف بلند آواز سے نہ پڑھا کرے اور یا اپنی حفاظت واپس لے لیں۔ وہ رئیس حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اس اس طرح کرتے ہیں جس پر محلّہ والے سخت شکوہ کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہی طریق جاری رہا تو ہماری عورتیں اور بچے مسلمان ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ یہ طریق چھوڑ دیں اور اندر بیٹھ کر قرآن شریف پڑھا کریں ورنہ مجھے اپنی حفاظت واپس لینا پڑے گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپ اپنی حفاظت بے شک واپس لے لیں۔ مجھے اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت ہی کافی ہے۔

چنانچہ ابن الدغنہ نے اپنی حفاظت واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ مگر بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے متعلق رائے بدل گئی۔ چنانچہ آپ نے ہجرت مدینہ تک مکہ میں ہی قیام فرمایا اور مشرکین کی مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس تالیف از الامام الشیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری الجزء الاول ص 319-320 موسسہ شعبان للنشر والتوزیع بیروت والطبعۃ الاولیٰ 1302ھ)

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بے مثال قربانی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام لانے والے ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ آپ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا حمامہ تھا اور آپ حبشی نژاد تھے مکہ میں پیدا ہوئے بنوجمح کے غلام تھے۔

جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو آپؓ کو بے انتہاء تکالیف پہنچائی گئیں۔ امیّہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ آپؓ کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر پشت کے بل لٹا کر ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تا آپؓ حرکت نہ کر سکیں۔ امیّہ کہتا کہ اسی حال میں مرجاؤ اگر زندگی چاہتے ہو تو اسلام ترک کر دو اور محمدؐ کے خدا کا انکار کر دو لیکن آپؓ اس حالت میں احد احد کہتے چلے جاتے۔ یعنی معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے یہاں تک کہ آپؓ زخمی ہو جاتے۔ اور پھر انہیں گرم زمین پر ڈال کر مزید زخمی کر دیا جاتا تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جائیں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ کبھی تو ایذاء دینے والے بھی تھک جاتے ایذاء رسانی کے لئے ابو جہل کا نمبر آتا تو کبھی امیّہ بن خلف کا۔ ہر شخص کوشش کرتا کہ آپؓ کو تکلیف دینے میں دوسرے سے پیچھے نہ رہے۔ ابو جہل انہیں منہ کے بل دھوپ میں لٹاتا اور چکی کا پاٹ آپ کے اوپر رکھ دیتا یہاں تک کہ دھوپ انہیں بھون دیتی تھی اور وہ آپؓ سے کہتا کہ محمد (ﷺ) کے پروردگار کا انکار کر دو۔ مگر آپؓ احد احد کہتے رہتے۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو اس حالت میں دیکھا تو آپؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد 2 ص 9 از علامہ امام ابی الحسن علی الجندی ابن اثیر۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔ نقش اول 7۔ رمضان المبارک 1322ھ)۔

آل یاسرؓ کی قوت ایمانی

حضرت یاسر رضی اللہ عنہ' بن عامر یمن سے ہجرت کر کے مکہ تشریف لائے تھے آپ کے بیٹے کا نام عمار رضی اللہ عنہ اور بیوی کا نام سمیہ رضی اللہ عنہا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یاسرؓ کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا۔ یہ قبیلہ بنو مخزوم کا حلیف تھا۔ جب یہ خاندان مسلمان ہوا تو قبیلہ بنو مخزوم کی طرف سے انہیں بے انتہا دکھ دیئے گئے۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو مکہ کی شدید گرمی میں سنگریزوں اور کنکریوں پر لٹا کر ایذا دی جاتی تھی۔ ہر طرح سے آپؓ کو تکالیف پہنچائی جاتیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت ایمانی عطا کر رکھی تھی کہ اس راہ میں اپنی جان قربان کر دی مگر اپنے ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔

آپ کے بیٹے عمار رضی اللہ عنہ کو بھی بہت تنگ کیا گیا۔ ہر قسم کی تکالیف دی گئیں۔ مکہ کی تپتی ریت پر لٹا کر آپ کو دکھ دیا گیا لیکن آپؓ نے جب ایک دفعہ اپنا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا تو پھر اسے چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ جن کا نام سمیہ رضی اللہ عنہا تھا انہیں بے حساب تکالیف پہنچائی گئیں۔ تا آپ کسی طرح دین اسلام کو ترک کر دیں۔ لیکن انہوں نے فرمایا میں اپنے آپ کو ہر چیز سے محروم کر سکتی ہوں لیکن اسلام کو کسی صورت نہیں چھوڑ سکتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے ہر قسم کی اذیتیں دیئے جانے کے بعد بھی اسلام کا انکار نہ کیا تو ابو جہل نے آپ کی شرم گاہ میں نیزہ مارا جس سے آپ شہید ہو گئیں۔ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کے نام پر شہید ہونے والی پہلی خاتون ٹھہریں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور سمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہوا۔ اس وقت انہیں مکہ میں رمضہ کے مقام پر شدید تکالیف پہنچائی جا رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے آل یاسرؓ صبر سے کام لو اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے گا۔ (اسد الغابہ جلد 7 ص 60-61 از علامہ امام ابی الحسن الجزری ابن الاثیر۔ الناشر ترجمہ مولانا محمد عبدالشکور فاروقی۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔ نقش اول 7۔ رمضان المبارک 1325ھ)

ایمان کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ ایک غلام تھے۔ روم سے پکڑ کر آپ کو لایا گیا تھا۔ آپ کی کنیت ابویحییٰ تھی اور آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت قعید تھا۔ آپ عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے جنہوں نے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔ حضرت صہیبؓ حضرت عمارؓ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ حضرت ارقمؓ

صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے لیکن مکان کے دروازہ پر اتفاقیہ اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے سے آنے کی غرض معلوم کی تو پتہ چلا کہ ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ چنانچہ دونوں نے اکٹھے اسلام قبول کیا اور دونوں کو انہیں مصائب میں سے گزرنا پڑا جن سے دوسرے جانثار صحابہ گزر رہے تھے۔ ہر طرح سے ستائے گئے' تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر تنگ آکر مدینہ ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ لیکن کافروں کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ اس لئے جب کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہو جاتا تو اسے پکڑنے کی کوشش کرتے تا تکالیف سے نجات نہ پا سکے۔ چنانچہ آپ کا بھی تعاقب کیا گیا اور ایک جماعت آپ کو پکڑنے کے لئے گئی۔ آپؓ نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں۔ جب تک ایک تیر بھی میرے پاس باقی ہے تم لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکو گے اور جب سارے تیر ختم ہو جائیں تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کر لینا اس لئے اگر تم چاہو تو میں اپنی جان کے بدلہ میں تمہیں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو لونڈیاں بھی ہیں۔ وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور آپؓ نے اپنا مال دے کر جان چھڑائی۔

حضورؐ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔ حضرت صہیبؓ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ صہیبؓ نے نفع کی تجارت کی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجلد الثالث صفحہ 226 تا 228 از محمد بن سعد المتوفی 230ھ۔ دار صادر بیروت مطبوعہ 1405ھ 1985ء)

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے ایمان کی خاطر سگے بھائی کے مظالم برداشت کیے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں' آپ کی کنیت ام جمیل تھی۔ آپ کا نکاح حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور انہیں کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ اوائل اسلام کا واقعہ ہے۔

ایک روز کفار مکہ کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کاروائی کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے کہ کوئی ہے جو محمدؐ کو قتل کر دے۔ عمر نے کہا میں ایسا کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بے شک تم کر سکتے ہو۔ عمر نے تلوار اٹھائی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں حضرت عمر کی ملاقات قبیلہ زہرہ کے ایک شخص سعد بن ابی وقاصؓ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی فکر میں ہوں (نعوذ باللہ) سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے۔ وہ تو تمہیں بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس جواب پر عمر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی بے دین ہو گیا ہے آؤ پہلے تجھی سے نمٹ لوں یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعد نے کہا۔ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں اور تلوار نکال لی دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ خبر حضرت عمرؓ کے سر پر بجلی کی طرح گری۔ انہوں نے سوچا میں جو اسلام کا بدترین دشمن ہوں۔ میں جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مارنے کے لئے جا رہا ہوں۔ میری ہی بہن اور میرا ہی بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں اگر ایسا ہے تو پہلے مجھے اپنی بہن اور اپنے بہنوئی سے نپٹنا چاہئے۔ یہ سوچتے ہوئے وہ اپنی بہن کے گھر کی طرف چلے۔ جب دروازہ پر پہنچے تو انہیں اندر سے خوش الحانی سے کسی کلام کے پڑھنے کی آوازیں آئیں۔ یہ پڑھنے والے خبابؓ تھے جو ان کی بہن اور بہنوئی کو قرآن شریف سکھا رہے تھے۔ عمرؓ تیزی سے گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے پاؤں کی آہٹ سن کر خبابؓ جھٹ کسی کونہ میں چھپ گئے۔ اور ان کی بہن نے جن کا نام فاطمہؓ تھا قرآن شریف کے وہ اوراق جو اس وقت پڑھے جا رہے تھے' چھپا دیئے۔ حضرت عمرؓ کمرہ میں داخل ہوئے تو غصہ سے پوچھا میں نے سنا ہے تم اپنے دین سے پھر گئے ہو اور یہ کہہ کر اپنے بہنوئی پر جو ان کے چچا زاد بھائی بھی تھے حملہ آور ہوئے۔ فاطمہؓ نے جب دیکھا کہ ان کے بھائی عمر ان کے خاوند پر حملہ کرنے لگے ہیں تو وہ دوڑ کر اپنے خاوند کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ عمرؓ ہاتھ اٹھا چکے تھے ان کا ہاتھ زور سے ان کے بہنوئی کے منہ کی طرف آ رہا تھا اور اب اس ہاتھ کو روکنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ مگر اب ان کے ہاتھ کے سامنے ان کے بہنوئی کی بجائے ان کی بہن کا چہرہ تھا۔ عمرؓ کا ہاتھ زور سے فاطمہؓ کے چہرہ پر گرا اور فاطمہؓ کے ناک سے خون کے فوارے بہنے لگے۔ فاطمہؓ نے مار تو کھا لی مگر دلیری سے کہا عمر! یہ بات سچ ہے کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور یاد رکھیئے ہم اس دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ تم سے جو کچھ ہو سکتا ہو کر لو۔ عمرؓ ایک بہادر آدمی تھے ظلم نے ان کی بہادری کو مٹا نہیں دیا تھا۔ ایک عورت اور پھر اپنی بہن کو اپنے ہی ہاتھ سے زخمی دیکھا تو شرمندگی اور ندامت سے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ بہن کے چہرہ سے خون بہہ رہا تھا' مگر عمرؓ کے دل سے اب ان کا غصہ دور ہو چکا تھا۔ اپنی بہن سے

معانی مانگنے کی خواہش زور پکڑ رہی تھی۔ اور تو کوئی بہانہ نہ سوجھا' بہن سے بولے اچھا لاؤ مجھے وہ کلام تو سناؤ۔ جو تم لوگ ابھی پڑھ رہے تھے۔ فاطمہؓ نے کہا میں نہیں دکھاؤں گی۔ کیونکہ تم ان اوراق کو ضائع کر دو گے۔ عمرؓ نے کہا نہیں بہن' میں ایسا نہیں کروں گا۔ فاطمہؓ نے کہا تم تو نجس ہو پہلے غسل کرو پھر دکھاؤں گی۔ عمرؓ ندامت کی شدت کی وجہ سے سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھے۔ وہ غسل پر بھی راضی ہو گئے۔ جب غسل کر کے واپس آئے' تو فاطمہؓ نے ان کے ہاتھ میں قرآن کریم کے اوراق دے دیئے۔ یہ قرآن کریم کے اوراق سورۃ طٰہٰ کی کچھ آیات تھیں۔ جب وہ اسے پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے۔

یقیناً میں ہی اللہ ہوں اور کوئی معبود نہیں صرف میں ہی معبود ہوں۔ پس اسے مخاطب میری عبادت کر اور نماز پڑھ اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر میری عبادت کو قائم کر۔ رسمی عبادت نہیں بلکہ میری بزرگی کو دنیا میں قائم کرنے والی عبادت۔ یاد رکھ کہ اس کلام کو قائم کرنے والی گھڑی آ رہی ہے میں اس کے ظاہر کرنے کے سامان پیدا کر رہا ہوں جن کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر ایک جان کو جیسے جیسے وہ کام کرتی ہے اس کے مطابق بدلہ مل جائے گا۔"
(طٰہٰ 15' 16)

حضرت عمرؓ جب اس آیت پر پہنچے تو بے اختیار ان کے منہ سے نکل گیا یہ کیسا عجیب اور پاک کلام ہے۔ خبابؓ نے جب یہ الفاظ سنے تو وہ اس جگہ جہاں چھپے ہوئے تھے باہر نکل آئے۔ اور کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہی کی دعا کا نتیجہ ہے۔ مجھے خدا کی قسم! میں نے کل ہی آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تھا کہ الٰہی عمر بن الخطاب یا عمرو ابن ہشام میں سے کسی ایک کو اسلام کی طرف ضرور ہدایت بخش۔ عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہا مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ جب آپ کو بتایا گیا کہ آپ دار ارقم میں رہتے ہیں تو آپ اسی طرح ننگی تلوار کھینچے ہوئے وہاں پہنچے اور دروازہ پر دستک دی۔ صحابہؓ نے دروازہ کی دراڑوں میں سے دیکھا تو انہیں عمرؓ ننگی تلوار لئے کھڑے نظر آئے۔ وہ ڈرے کہ ایسا نہ ہو دروازہ کھول دیں تو عمرؓ اندر آ کر فساد کریں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہوا کیا۔ دروازہ کھول دو۔ عمرؓ اسی طرح تلوار پکڑے اندر داخل ہوئے۔ رسول کریم ﷺ آگے بڑھے اور فرمایا عمر! کس ارادہ سے آئے ہو؟ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اور آپؐ کے سب ساتھیوں نے بھی یہی الفاظ زور سے دہرائے یہاں تک کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں اور تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر مکہ میں آگ کی طرح پھیل گئی اور عمرؓ سے بھی وہی سختی کا برتاؤ ہونا شروع ہو گیا جو پہلے دوسرے صحابہؓ سے ہوتا تھا۔ مگر وہی عمرؓ جو پہلے مارنے اور قتل کرنے میں مزہ اٹھایا کرتا تھا اب مار کھانے اور پٹنے جانے میں لذت حاصل کرنے لگا۔ چنانچہ خود عمرؓ کا بیان ہے کہ ایمان لانے کے بعد میں مکہ کی گلیوں میں ماریں ہی کھاتا رہتا تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ تالیف از شہاب الدین ابی الفضل الجزء الثامن ص 161-162 دار الکتب بالا زہر الشریف بمصر۔ مطبوعہ 1325ھ۔ 1907ء)

تپتی ریت پر لٹا کر ظلم

حضرت ابو فکیہہؓ کا نام یسار' ابو فکیہہ کنیت اور نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ ابتداء میں بنو عبد دار کے غلام تھے۔

دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آغاز دعوت میں آزاد مسلمان بھی مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے۔ حضرت ابو فکیہہؓ تو بے یار و مددگار غلام تھے اور سنگدل آقا خود آمادہ ستم تھا۔ اس لئے اسلام لانے کے بعد ظلم و ستم کا نشانہ بن گئے اور بنو عبد دار انہیں طرح طرح کی دردناک سزائیں دیتے تھے۔ گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر منہ کے بل لٹا کر پیٹھ پر بھاری پتھر رکھ دیتے تا جنبش نہ کر سکیں اور قبول اسلام کی اس عبرتناک سزا کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک حضرت ابو فکیہہؓ بے ہوش نہ ہو جاتے۔ ایک دفعہ امیہ نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر آپ کو گھسیٹا اور جلتی ہوئی ریت پر ڈال دیا۔ ادھر سے اس کا بیٹا صفوان گزرا' یہ بھی تو امیہ جیسے ظالم کا بیٹا تھا۔ ابو فکیہہؓ سے پوچھا کیا یہ امیہ تیرے رب نہیں ہیں؟ اس حالت میں بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ میرا رب اللہ ہے اس جواب پر صفوان نے غضبناک ہو کر حضرت ابو فکیہہؓ کا گلا گھونٹنا شروع کیا اس کے بھائی نے للکارا کہ ذرا اور زور سے دباؤ۔ چنانچہ صفوان نے شکنجہ مزید زور سے کس دیا اور اس وقت چھوڑا جب موت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حسن اتفاق سے اسی وقت ستم زدہ غلاموں کے مولیٰ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ ادھر سے گزرے۔ انہوں نے حضرت ابو فکیہہؓ کو اس حال میں دیکھا تو خرید کر آزاد کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 5 ص 273۔ از علامہ ابی الحسن علی الجزری ابن الاثیر۔ مطبع دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے جسمانی تکالیف اور مالی نقصانات ایمان کی دولت نہ چھین سکے

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ارت اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ فروخت کئے گئے۔ آپؓ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جنہوں نے چھٹے نمبر پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اس لئے سادس الاسلام کہلائے۔ حضرت خبابؓ بن ارت آہنگری کا کام کرتے تھے۔ مشرکین مکہ آپ کو سخت تکلیف دیتے تھے حتی کہ انہیں کی بھٹی کے کوئلے نکال کر ان پر انہیں لٹا دیتے اور اوپر سے چھاتی پر پتھر رکھ دیتے تا کہ آپ ہل نہ سکیں۔ آپؓ نے ایک لمبے عرصہ تک تکلیفیں اٹھائیں لوہے کی زرہ پہنا کر آپؓ کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا۔ چنانچہ گرمی اور تپش سے بے حال ہو جاتے مگر استقامت کا کوہ وقار بنے رہتے۔ اکثر اوقات آپ کو گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے آپ کی کمر کا گوشت تک گل کر گر گیا تھا۔ آپؓ ایک عورت کے غلام تھے۔ جب اس کو خبر پہنچی کہ آپ حضور ﷺ سے ملتے ہیں تو بطور سزا گرم لوہے سے آپؓ کا سر مبارک داغ دیتی تھی۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خبابؓ سے ان تکالیف کی تفصیل پوچھی جو آپ کو اسلام قبول کرنے کے نتیجہ میں پہنچائی جاتی تھیں۔ آپؓ نے عرض کیا کہ میری کمر دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو میں نے کسی کی دیکھی ہی نہیں۔ آپؓ نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا جاتا پھر میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھتی۔

ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس بات پر رویا کرتے تھے کہ خدانخواستہ ہماری تکلیف کا بدلہ کہیں اس دنیا میں ہی تو نہیں مل گیا۔

(الطبقات الکبریٰ الجلد الثالث ص 116-117 از محمد بن سعد المتوفی 230ھ دار صادر بیروت مطبوعہ 1405ھ 1985ء)

حضرت سلمہؓ ابوجہل کی قید میں

حضرت سلمہؓ ابن ہشام رضی اللہ عنہ مشہور دشمن اسلام ابو جہل کے بھائی تھے۔

حضرت سلمہؓ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد اہل مکہ کے اسلام لانے کی جھوٹی خبر کو درست سمجھ کر دوسرے مہاجرین کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ حقیقت حال جاننے کے بعد دوسرے صحابہ تو واپس حبشہ چلے گئے لیکن آپؓ کو ابو جہل نے نہ جانے دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیں کھانا پینا بالکل بند کر دیا۔ مار پیٹ بھی کیا کرتا تھا۔ آپ نے ایک لمبا عرصہ اذیتیں برداشت کیں لیکن یہ وہ نشہ نہ تھا جس کو سختی کی تلخی اتار دیتی۔ اس لئے اس کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد حضرت سلمہؓ اور دوسرے صحابہ کے لئے سخت پریشان تھے جنہیں مشرکین مکہ نے قید کر رکھا تھا۔ آنحضور ﷺ نماز کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے دعا فرماتے تھے کہ خدایا ولید بن ولید رضی اللہ عنہ سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اور عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ کی سختیوں سے نجات دے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور انہیں مشرکین مکہ سے نجات ملی۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 274' 275 از محمد بن سعد المتوفی 230ھ۔ ترجمہ از عبد اللہ العمادی۔ نفیس اکیڈمی کراچی نمبر 1 اشاعت اول نومبر 1970ء)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ پر ایمان کے نتیجہ میں مظالم

حضرت خالد بن سعیدؓ بن عاص ان خوش نصیب بزرگوں میں سے ہیں جو اس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے جب چند بندگان خدا کے سوا ساری دنیا توحید سے ناآشنا تھی۔ آپؓ کے اسلام قبول کرنے سے آپؓ کے گھر میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ہے کہ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں انہوں نے خواب دیکھا کہ آپؓ ایک آتشیں غار کے کنارے کھڑے ہیں۔ آپ کے والد ان کو اس غار میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ گلا پکڑے ہوئے روک رہے ہیں۔ اس ڈراؤنی خواب کی وجہ سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ "خدا کی قسم یہ خواب حقیقت ہے"۔ اور یہ خواب حضرت ابو بکرؓ سے بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور مشرف بہ اسلام ہو گے۔ اس لئے میں تمہیں دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ۔ اور تمہارے والد اس آتشیں غار میں گریں گے۔ لیکن اسلام تم کو اس میں گرنے سے بچا لے گا۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا آپؐ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش کرو۔ محمد اس کا بندہ اور رسول مانو اور ان پتھروں کی پوجا چھوڑ دو جو تمہارے نفع اور نقصان اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ حتیٰ کہ اس سے بھی لاعلم ہیں کہ ان کی پرستش کے دعویداروں میں کون ان کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ یہ تعلیمات سن کر دل کے ساتھ زبان نے بھی خدا کی واحدنیت اور آپؐ کی رسالت کی تصدیق کر دی۔

حضرت خالد بن سعیدؓ اسلام لانے کے بعد گھر والوں سے چھپ کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ دعوت اسلام میں مصروف ہو گئے۔ والد کو خبر ہوئی تو انہوں نے ان کے بھائیوں کو انہیں پکڑنے کے لئے بھیجا اور وہ آپؐ کو گرفتار کر کے لے آئے۔ پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا جبکہ یہاں جواب صاف تھا کہ جان جائے لیکن محمد ﷺ کا مذہب نہیں چھوٹ سکتا۔ اس جواب پر زجر و توبیخ شروع ہوئی جب یہ اثر ثابت ہوئی تو زدوکوب کی نوبت آئی اور اس بے دردی سے پیٹے گئے کہ سر پر ماری جانے والی

لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ جب مارتے مارتے تھک گئے تو پھر باز پرس شروع ہوئی کہ تم نے محمد (ﷺ) کی حرکتوں کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ کیوں دیا؟ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ ساری قوم کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے معبودوں اور ان کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور اس میں تم بھی ان کی ہمنوائی کرتے ہو۔ مگر اس مار کے بعد بھی آپؓ کی زبان سے یہی الفاظ نکلے کہ "خدا کی قسم! وہ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور اس میں میں ان کے ساتھ ہوں۔" جب سنگدل باپ ہر طرح سے تھک چکا تو عاجز آ کر قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا اور لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص آپؓ سے گفتگو نہ کرے۔ چنانچہ یہ کئی دن تک بے آب و دانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے چوتھے دن موقعہ پا کر بھاگ نکلے اور اطراف مکہ میں روپوش ہو گئے اور اپنے گھر بار عزیز و اقارب کو خیرباد کہہ دیا لیکن ایمان کی دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 246-247 از محمد بن سعد المتوفی 230ھ۔ ترجمہ از علامہ عبداللہ العمادی نفیس اکیڈمی کراچی نمبر 1 اشاعت نومبر 1970ء)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ایمان لانے پر حضرت عبداللہؓ کی جلاوطنی اور قید و بند کی صعوبتیں

نام عبداللہؓ، کنیت ابو سہیل، والد کا نام سہیل اور والدہ کا نام فاختہ بنت عامر تھا۔ آپ مکہ میں ایمان لائے اور اپنے خاندان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت حبشہ ثانیہ کے موقعہ پر اپنا وطن چھوڑ کر حبشہ روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد یہ خیال کر کے کہ اب خاندان والے مجھ پر ظلم نہیں کریں گے۔ آپ حبشہ سے واپس آ گئے تو آپ کے والد نے پکڑ کر قید کر دیا اور سخت اذیتیں پہنچائیں۔ بالآخر حضرت عبداللہؓ ان جفا کاریوں سے تنگ آ کر جمال توحید کو شرک کے پردہ میں چھپانے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے والدین اور مشرکین قریش نے ان کی ظاہری حالت سے یقین کر لیا کہ وہ بندگان توحید کے دائرہ سے باطل پرستوں کے حلقہ میں پھر واپس آ گئے اور غزوہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے اپنے ساتھ لے گئے لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ جو دل نور ایمان سے ایک دفعہ روشن ہو چکا ہے وہ کبھی تاریک نہیں ہو سکتا۔ غرض میدان بدر میں جب حق و باطل کے فدائی ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہوئے تو حضرت عبداللہؓ شرک کا ظاہری جامہ چاک کر کے آغاز جنگ سے پہلے لوائے توحید کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عمر یوسف۔ الجزء الثالث ص 57 باب حرف العین دار الکتب العلمیہ بیروت۔ لبنان۔ الطبعۃ الاولیٰ 1415ھ 1995ء)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا صبر و استقامت

آپ کا نام زبیرؓ، کنیت ابو عبیدہ اور حواری رسول اللہؐ آپ کا لقب تھا۔ والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے اور چونکہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ سرور کائنات کی پھوپھی تھیں اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھی حقیقی بھتیجے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے کے سبب سے وہ آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے اور اس طرح ان کو ذات نبویؐ کے ساتھ متعدد نسبتیں حاصل تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے ابتدا سے ہی ان کی ایسی تربیت کی کہ وہ جوان ہو کر ایک عالی حوصلہ، بہادر اور اولوالعزم ثابت ہوں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ صرف سولہ برس کے تھے کہ نور ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کر دیا اور آپؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ حضرت زبیرؓ اگرچہ کم سن تھے لیکن استقامت اور جانثاری میں کسی سے کم نہ تھے۔ قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کو گرفتار کر لیا ہے یہ سن کر جذبۂ جانثاری سے اس قدر بیخود ہوئے کہ اسی وقت ننگی تلوار کھینچ کر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانۂ اقدس پر حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو پوچھا زبیر یہ کیا؟ عرض کی مجھے معلوم ہوا تھا کہ (خدانخواستہ) حضور گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ سرور کائنات نہایت خوش ہوئے اور آپ کو دعائے خیر سے نوازا۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں یہ پہلی تلوار ہے جو راہ جانثاری میں ایک بچہ نے عالم وارفتگی میں سونتی۔

دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے۔ ان کے چچا نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا۔ لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا۔ بالآخر اس نے برہم ہو کر اور بھی سختی شروع کی یہاں تک کہ چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور اس حد تک دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا۔ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہے جاتے جو چاہو کر لو اب میں کفر کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتا۔

آپؓ مصائب و شدائد سے اس قدر عاجز ہوئے کہ وطن چھوڑ کر حبشہ کی راہ لی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہاں سے واپس آئے تو خود سرور کائنات نے الٰہی منشاء کے تحت ہجرت مدینہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ آپؓ نے بھی آقائے نامدار ﷺ

کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے وطن کو الوداع کہہ دیا اور سرزمین مدینہ کو اپنا وطن بنالیا۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة جلد اول ص 545-546 تالیف از شہاب الدین ابی الفضل داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔ مطبوعہ 1325ھ 1907ء)

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کی قوت ایمانی

حضرت زنیرہ رومیہ رضی اللہ عنہا ابتدائے بعثت میں اسلام لائیں۔ آپ بنو مخزوم کی کنیز تھیں جنہیں ابوجہل سخت تکلیف دیا کرتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق وہ بنو عبدالدار کی لونڈی تھیں۔ جب اسلام لائیں تو اندھی ہو گئیں۔ مشرکین کہتے کہ اسے لات اور عزیٰ کی نافرمانی نے اندھا کر دیا ہے۔ آپؓ جواب میں فرماتیں کہ لات اور عزیٰ کو تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ان کو پوجنے والے ہیں کون؟ یہ تو تقدیر آسمانی ہے۔ اللہ چاہے تو میری بینائی کو لوٹا سکتا ہے۔ حسن اتفاق سے آپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ تو مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ کرشمہ محمد کے جادو کا ہے۔ ابوجہل آپؓ کو دیکھ کر غصہ سے کہا کرتا تھا کہ اس بیوقوف اور کم علم زنیرہ پر تو اسلام کی سچائی ظاہر ہو گئی اور میں صاحب علم اور فراست اس سچائی کو نہ سمجھ سکا؟

(اسد الغابہ جلد دہم ص 120 از علامہ امام ابی الحسن علی الجزری ابن الأثیر۔ ترجمہ از پروفیسر غلام ربانی و مولانا عبدالشکور فاروق۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔ سن طباعت 1413ھ)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسولؐ پر مظالم

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ بعثت سے دس سال پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 30 سال تھی آپؓ پیدا ہوئیں۔ ابوالعاص بن ربیع سے جو حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی تھے آپ کا نکاح ہوا۔

نبوت کے تیرھویں سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل و عیال مکہ میں رہ گئے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے سسرال میں تھیں۔ غزوۂ بدر میں ابوالعاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ عبداللہ بن جبیر انصاری نے ان کو گرفتار کیا۔ اور اس شرط پر رہا کئے گئے کہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیں گے۔

ابوالعاص نے مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ رستہ میں کفار کے تعرض کا خطرہ تھا اس لئے کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لئے تھے۔ مقام ذی طوی میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ آپؓ حاملہ تھیں چنانچہ حمل ساقط ہو گیا اور پھر اسی حادثہ کے نتیجہ میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجلد الثامن ص 30، 33، 34۔ از محمد بن سعد المتوفی 230ھ دار صادر بیروت مطبوعہ 1405ھ 1985ء)

حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایمان لانے پر زنجیروں سے جکڑ دیا گیا

حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ بن مغیرہ غزوہ بدر کے بعد مسلمان ہوئے بدر میں مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی طرف سے لڑنے نکلے اور شکست کھا کر عبداللہ بن جحش کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ آپ کے بھائی خالد بن ولیدؓ (جو بعد میں مسلمان ہوئے اور سیف اللہ کا خطاب پایا) اور ہشام بن ولید چھڑانے کے لئے آئے تو حضرت عبداللہ بن جحش نے فدیہ طلب کیا۔ چنانچہ انہوں نے فدیہ دے کر ولید کو چھڑا لیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہائی کے معاوضہ میں ان کے والد کی زرہ، تلوار اور خود طلب کیا۔ انہوں نے یہ چیزیں فدیہ کے طور پر دے دیں اور ولید رہائی پانے کے بعد بھائیوں کے ساتھ گھر روانہ ہو گئے۔ لیکن قید کے دوران اسلام کی سچائی آپ کے دل میں گھر کر چکی تھی اس لئے جب مدینہ کے قریب ہی ایک جگہ ذوالحلیفہ پہنچے تو اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر واپس مدینہ آ گئے۔ اسلام لانے کے بعد دوبارہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے راستہ میں بھائیوں نے آپ سے کہا کہ جب تم نے اسلام قبول کرنا ہی تھا تو پھر فدیہ سے قبل ہی کیوں مسلمان نہ ہو گئے۔ خواہ مخواہ والد کی نشانیاں بھی ضائع ہوئیں اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آپؓ نے فرمایا۔ اس وقت اس لئے اسلام نہیں لایا کہ میں بھی اپنے قبیلہ کے لوگوں کی طرح فدیہ دے کر آزاد ہونا چاہتا تھا تاکہ قریش کو یہ طعنہ دینے کا موقعہ نہ ملے کہ ولید فدیہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ راستہ میں تو بھائیوں نے کوئی تعرض نہ کیا مگر مکہ پہنچ کر دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کو بھی قید کر دیا گیا۔ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ اور سلمہؓ بن ہشام کے ساتھ طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے زندگی کے دن کاٹنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت ولید کے قید ہونے کی اطلاع ملی تو آپؐ ان کے لئے بھی دعا کرنے لگے۔ آپ ایک عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں اور مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن موقعہ پا کر وہاں سے بھاگ نکلے اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔
(الطبقات الکبریٰ از محمد بن سعد المتوفی 230ھ الجلد الرابع ص 132 تا 134 دار صادر بیروت مطبوعہ 1405ھ)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی جانی قربانی

رسول خدا ﷺ نے جنگ بدر کے بعد دس صحابہ کی جماعت ایک مہم پر روانہ فرمائی اور عاصم بن ثابت بن ابی افلح انصاری ؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔ یہ لوگ جب مقام ہدہ میں پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ تو ہذیل کے ایک قبیلہ کو جن کو بنی طیان کہتے ہیں ان کی خبر مل گئی۔ وہ تقریباً سو تیر اندازوں کو لے کر ان کی طرف چلے اور ان کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عاصم ؓ اور آپ کے ساتھیوں کو جب ان لوگوں کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ ایک بلند مقام پر چڑھ گئے۔ کفار نے انہیں گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہ کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت ؓ نے جو ان لوگوں کے سردار تھے کہا کہ خدا کی قسم میں تو ایک کافر کی ذمہ داری پر نہ اتروں گا۔ اور یہ دعا کی کہ اے اللہ اپنے نبی کو ہماری خبر پہنچا دے۔ پھر کافروں نے انہیں تیر مارنے شروع کئے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور دوسرے سات صحابہ شہید کر دیئے گے۔ اور تین صحابہ ان کے عہد و پیمان پر اتر آئے ان میں حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ، زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی تھے۔ کافروں نے جب ان پر قابو پا لیا تو اپنی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان کو باندھ دیا جس پر تیسرے صحابی ؓ نے کہا۔ واللہ یہ تمہاری پہلی بد عہدی ہے میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ مجھے تو انہیں مقتولین کی پیروی بہتر معلوم ہوتی ہے۔ پس کافروں نے انہیں گھسیٹا اور مارا مگر وہ ان کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوئے بالآخر کافروں نے انہیں شہید کر دیا۔ اور حضرت خبیب ؓ اور زید بن دثنہ کو قید کر لیا۔ غزوۂ بدر میں چونکہ حضرت خبیب ؓ کے ہاتھوں حارث بن نوفل قتل ہوا تھا اس لئے بنو حارث نے حضرت خبیب ؓ کو خرید کر اپنے گھر میں قید کر دیا۔ حضرت خبیب ؓ ان کے ہاں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ بنو حارث آپ کے قتل پر متفق ہو گئے ایک دفعہ حضرت خبیب ؓ نے بنو حارث کی ایک عورت سے استرا مانگا۔ تا کہ شہادت سے پہلے اپنے جسم کو صاف کر لیں۔ اس نے دے دیا۔ اسی اثناء میں اس کا بیٹا آپ ؓ کے پاس چلا گیا۔ وہ کہتی تھی کہ میں بالکل بے خبر تھی یہاں تک کہ میرا بیٹا آپ کے پاس پہنچ گیا اور میں نے دیکھا کہ خبیب ؓ نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور استرا آپ ؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عورت کہا کرتی تھی کہ میں یہ منظر دیکھ کر بہت ڈری۔ خبیب ؓ یہ بات سمجھ گئے اور اس عورت سے پوچھا کیا تم اس بات سے ڈر رہی ہو کہ میں اس کو قتل کر دوں گا میں مسلمان ہوں ایسا نہ کروں گا۔ اس عورت کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے خبیب ؓ سے بہتر کسی قیدی کو نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم میں نے ان کو ایک دن انگور کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور مکہ میں اس وقت انگور کا موسم نہ تھا اس عورت کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ رزق اللہ تعالیٰ نے خبیب ؓ کے لئے بھیجا تھا پھر جب کفار حضرت خبیب ؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے گئے تو خود خبیب ؓ نے ان سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ دیا۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ مجھے موت کا خوف ہے تو میں نماز کو لمبا کرتا بعد اس کے یہ اشعار انہوں نے پڑھے:۔

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علیٰ ای شق کان فی اللہ مصرعی
و ذٰلک فی ذات الالہ و ان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں جان دے رہا ہوں۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں قتل ہو کر کس پہلو پر گروں گا۔ اور یہ بات خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے میں برکت رکھ دے۔

اس کے بعد ابو سروعہ عقبہ بن حارث کھڑا ہوا اور حضرت خبیب ؓ کو شہید کر دیا۔
(صحیح بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع و بیر معونہ)

حضرت ابو جندل ؓ زنجیروں میں

حضرت ابو جندل ؓ بن سہیل بن عمر العامری کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لوئی سے تھا۔ آپ نے مکہ میں اسلام قبول کیا۔ آپ ؓ کو آپ کے والد نے قید کر دیا تھا۔

6ھ میں حضور اقدس ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے کہ کفار مکہ کو اس کی خبر ہوئی وہ اس صورت حال کو اپنی ذلت سمجھے اس لئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کو رکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہ ساتھ تھے جو حضور ؐ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے۔ وہ سب لڑنے کے لئے تیار ہو گئے مگر حضور ؐ کا جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا اس لئے صلح کی ہر ممکن کوشش کی۔ صلح میں جو شرائط طے ہوئیں ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کر کے مدینہ جائے تو مسلمان اس کو مکہ واپس کر دیں گے اور اگر مسلمانوں میں سے خدانخواستہ کوئی شخص مرتد ہو کر مکہ چلا آئے تو اسے واپس نہ کیا جائے۔ یہ صلح نامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت

ابو جندلؓ جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر تک اس امید کے ساتھ جا پہنچے کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی مدد سے اس مصیبت سے چھٹکارا پائیں۔ ان کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے اپنے مسلمان بیٹے کو طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا۔ صلح نامہ اگرچہ لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی صلح نامہ پر دستخط نہ ہوئے تھے اس کے باوجود آنحضور ﷺ نے عہد کی پابندی کرتے ہوئے حضرت ابو جندلؓ کو قید میں واپس مکہ بھیج دیا۔ حضرت ابو جندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گزر رہی ہو گی اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر حضرت ابو جندلؓ حضورؐ کے ارشاد سے واپس مکہ والوں کی قید میں چلے گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں تسلی دی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے۔ چنانچہ بعد میں خدا تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ کفار مکہ خود حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اور حضرت ابو جندلؓ اور بعض دوسرے صحابہ دشمن سے نجات پا کر مدینہ پہنچ گئے۔

(اسد الغابہ جلد نمبر 11 ص 159 از علامہ امام ابی الحسن الجزری ابن الاثیر۔ ترجمہ از مولانا پروفیسر غلام ربانی و مولانا عبدالشکور مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔ سن طباعت 1413ھ)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایمان کے مقابل پر دنیا ٹھکرا دی

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور برگزیدہ صحابہ اور السابقون الاوّلون میں سے تھے آپؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب حضور اکرم ﷺ دار ارقم میں قیام فرماتے تھے آپؓ نے قوم اور اپنی ماں کے ڈر سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا وہ وقتاً فوقتاً پوشیدہ طور پر آنحضور ﷺ سے ملتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ عثمان بن طلحہ العبدری نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کے خاندان والوں کو بتا دیا۔ جنہوں نے انہیں گھر میں بند کر دیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے لیکن زندان کی مسلسل تلخ زندگی نے بالآخر ترک وطن پر مجبور کر دیا اور متلاشیان امن و سکون کے ساتھ سرزمین حبش کی راہ لی۔ ناز و نعم میں پروردہ اس نوجوان کو نہ تو اب نرم و نازک کپڑوں کی حاجت تھی، نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ ہی دنیاوی عیش و تنعم کی کوئی آرزو صرف جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے دنیائے فانی کے کل ساز و سامان سے بے نیاز کر دیا۔ غرض ایک مدت کے بعد حبشہ سے واپس مکہ آ گئے۔ ہجرت کے مصائب سے پہلے سا رنگ و روپ تو باقی نہ رہا۔ چنانچہ خود ان کی ماں کو بھی بالآخر اپنے نور نظر کی پریشان حالی پر رحم آ گیا اور مظالم کے اعادہ سے رک گئی۔

ایک روایت کے مطابق آپ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اہل مدینہ کو نماز اور قرآن پڑھانے کے لئے مدینے چلے گئے تھے۔ مصعب بن عمیرؓ مکہ کے خوش پوش اور ناز و نعمت میں پلے ہوئے نوجوان تھے لیکن قبول اسلام کے بعد انہوں نے خود کو ایسی ایسی زبردست مشقتوں میں ڈالا کہ ان کی دنیا یوں بدل گئی جیسے سانپ کی کینچلی اتر جاتی ہے۔

ان کی والدہ انہیں نہایت عمدہ پوشاک پہناتی اور وہ بہترین خوشبو استعمال کرتے تھے حضور اکرم ﷺ جب بھی ان کا ذکر کرتے۔ فرماتے کہ میں نے مکہ میں مصعبؓ سے بڑھ کر کوئی اور آدمی ناز و نعمت میں پلا ہوا اور سجا سجایا نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ صحابہؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ مصعب بن عمیرؓ زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کے جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی جس میں چمڑے کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ نے ان کی گزشتہ حالت کا موجودہ حالت سے مقابلہ کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے دنیا کو اس طرح چھوڑا کہ آپ فوت ہوئے تو آپ کا سارا ترکہ ایک ایسی چادر تھی جس سے اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ان کا سر چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔

(اُسد الغابہ جلد 8 ص 160، 161، 162 از علامہ امام ابی الحسن علی الجزری ابن الاثیر ترجمہ از پروفیسر غلام ربانی۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نقش اول شوال 1409ھ)

ماں کی محبت پر ایمان کو ترجیح

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے والد کا نام مالک اور والدہ کا نام حمنہ تھا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال زہری خاندان میں سے تھے اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رشتہ میں آپ کے ماموں تھے۔ چنانچہ سرور کائنات نے بھی اس رشتہ کا تذکرہ فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عمر صرف انیس سال تھی کہ جب آپ نے اسلام کی دعوت قبول کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر خلعت ایمان سے مشرف ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ماں نے بیٹے کی تبدیلیٔ مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئیں۔ بات چیت کھانا پینا سب چھوڑ بیٹھیں۔ چونکہ وہ اپنی ماں کے حد درجہ فرمانبردار اور

اطاعت شعار تھے اس لئے یہ سخت آزمائش کا موقع تھا۔ لیکن جو دل توحید کی لذت سے آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفرو شرک کی طرف کس طرح رجوع کر سکتا تھا۔ ماں مسلسل تین دن تک بے آب و دانہ رہیں لیکن بیٹے کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی۔

حضرت سعد ؓ نے ماں کی محبت کو ٹھکرا دیا۔ مگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر آنچ نہ آنے دی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نبوی تک مکہ ہی میں مقیم رہے گو یہ سر زمین عام مسلمانوں کی طرح ان کے لئے مصائب و شدائد سے خالی نہ تھی تاہم استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 ص 291 از علامہ امام ابی الحسن علی الجزری ابن الاثیر۔ ترجمہ از پروفیسر غلام ربانی و محمد الشکور فاروقی مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سن طباعت 1413ھ)

ایمان کے مقابل پر ماں کی محبت ٹھکرادی

حضرت عامر بن ابی وقاص ؓ مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص ؓ فاتح ایران کے حقیقی بھائی اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے بھانجے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام حمنہ بنت ابو سفیان تھا۔ حضرت عامر ؓ کے نانا ابو سفیان اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے لیکن حضرت عامر ؓ نے اس ماحول میں اس وقت دعوت اسلام کو لبیک کہا جب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ چنانچہ اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر دسواں ہے۔ اس وقت ان کی والدہ زندہ تھیں ان کو بیٹے کے اسلام قبول کرنے کا سخت صدمہ ہوا اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک عامر اسلام سے تائب نہ ہوں گے اس وقت تک وہ نہ سایہ میں بیٹھیں گی اور نہ کھانا کھائیں گی۔ لیکن حضرت عامر ؓ جن کا دل نور ایمان سے منور ہو چکا تھا۔ ماں کی محبت انہیں اس نور سے محروم نہ کر سکی۔ آپ کی ماں، بھوکی پیاسی تڑپتی رہی لیکن ادھر رسول اللہ کی محبت حضرت عامر ؓ کے دل میں اس طرح گھر کر چکی تھی کہ اس میں تزلزل نہ آیا۔ بالآخر ماں کی اس بے جا ضد سے تنگ آکر ہجرت ثانیہ میں حبشہ چلے گئے اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد آپ بھی مدینہ آ گئے حضرت عامر ؓ نے حضرت عمر ؓ کے عہد خلافت میں شام میں وفات پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ الجلد الثالث ص 97 تالیف از علامہ امام ابی الحسن علی الجزری مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان)

حضرت ابوذر غفاری ؓ کی بے مثال

قوت ایمانی

آپ کا نام جندب، کنیت ابوذر اور "مسیح الاسلام" لقب تھا۔ قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت ابوذر ؓ کا قبیلہ بنو غفار راہزنی کیا کرتا تھا۔ جاہلیت میں ابوذر ؓ کا بھی یہی پیشہ تھا لیکن کچھ دنوں بعد ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہوا اور یک لخت ہوا کہ راہزنی ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی میں منہمک ہو گئے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد علم اور زہد میں بہت زیادہ ترقی کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ؓ ایسے علم کو حاصل کئے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں۔

جب ان کو حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا کہ اس شخص کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی کو جا کر بتایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو اچھی عادات اور عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتے ہوئے دیکھا اور آپ سے ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے اور نہ ہی کاہنوں کا کلام ہے۔ ابوذر ؓ کی اس مجمل تعارف سے تشفی نہ ہوئی بلکہ خود رخت سفر باندھا اور مکہ جا پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے۔ حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے۔ اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے۔ مسافروں، غریبوں، پردیسیوں کی خبر گیری اور ان غریبوں کی ضرورتوں کا پورا کرنا آنحضرت ﷺ کے صحابہ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ میزبانی فرمائی لیکن یہ پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو کیوں آئے ہو۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا صبح کو پھر مسجد میں آ گئے اور دن بھر اسی حال میں گزرا۔ دوسرے روز شام کو حضرت علی ؓ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس غرض کے لئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لئے پھر اپنے گھر لے آئے اور رات کو کھانا کھلایا اور سونے کے لئے بستر مہیا کیا۔ مگر پوچھنے کی اس رات بھی نوبت نہ آئی۔ تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی تو حضرت علی ؓ نے دریافت کیا کہ تم کس کام آئے ہو اور کیا غرض ہے؟ تو حضرت ابوذر ؓ نے حضرت علی ؓ سے قسم لی کہ وہ انہیں صحیح بات بتائیں گے پھر اپنی غرض بتائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بے شک آنحضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور صبح کو جب میں جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضور کی خدمت میں پہنچے وہاں جا کر بات چیت ہوئی۔ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضور

اقدس نے ان کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اگر چاہو تو ابھی اپنے اسلام کو ظاہر نہ کرو اور فتح اور غلبہ کا انتظار کرو۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں سچائی کو چھپا نہیں سکتا اور کلمہ توحید کفار کے درمیان بلند آواز سے ضرور پڑھوں گا۔ چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور خوب مارا اور زخمی کر دیا۔ یہاں تک کہ قریب المرگ ہو گئے۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں بچانے کے لئے ان کے اوپر لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ کیوں ظلم کرتے ہو یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مر گیا تو شام کا راستہ بند ہو جائے گا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے۔ اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح انہوں نے جا کر بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور کفار اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اس لئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح ان کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کی طرف سے اس اجازت کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ حضرت ابوذرؓ نے اپنے ایمان کو چھپانے سے گریز کیا۔ اور چونکہ حضور اقدس ﷺ خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرما رہے تھے اس لئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کی عطا فرمودہ سہولت پر عمل کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ہی ترجیح دی اور ایمان کی خاطر مصائب برداشت کئے۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 349 از محمد بن سعد المتوفی 230ھ ترجمہ از علامہ عبداللہ العمادی سن اشاعت نومبر 1970ء)

ایمان کے نتیجہ میں قید و بند کی صعوبتیں

حضرت عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمان تھی۔

گو عیاشؓ ابوجہل جیسے کینہ پرور کے بھائی اور اس کے ہم جلیس تھے۔ تاہم ان کا آئینہ قلب کدورتوں سے پاک اور حق کی آواز قبول کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ چنانچہ دعوت اسلام کے ابتدائی ایام یعنی آنحضرت ﷺ کے حضرت ارقمؓ کے گھر میں تشریف لانے سے قبل دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے اور ہجرت حبشہ ثانیہ میں مع اپنی بیوی اسماءؓ کے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ جہاں ایک صاحبزادہ عبداللہ پیدا ہوئے۔ پھر آپؓ حبشہ سے مکہ آئے اور مکہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا۔

ابوجہل جو دوسروں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا اور اس جرم میں اپنے زیر دستوں کو سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا۔ اپنے بھائی کا اسلام کس طرح ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیتا۔ چنانچہ ان کی تلاش میں مکہ سے مدینہ آ گیا۔ اور حضرت عیاش رضی اللہ عنہ سے کہا کہ والدہ تمہاری جدائی سے سخت بے قرار ہیں اور انہوں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک وہ تم کو دوبارہ نہ دیکھ لیں گی اس وقت تک نہ سر میں تیل ڈالیں گی اور نہ سایہ میں بیٹھیں گی۔ عیاشؓ ماں کا یہ حال سن کر ابوجہل کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر ابوجہل نے ان کو عرصہ تک قید رکھا۔

آنحضرت ﷺ جہاں دوسرے مسلمان قیدیوں کے لئے دعا کرتے ان کی رہائی کے لئے بھی دعا کرتے تھے کہ خدایا ان کو مشرکین کے ظلم سے نجات دے۔

حضرت عیاشؓ کے ساتھ ایک اور صحابی حضرت ولیدؓ بھی اسی جرم میں قید تھے وہ کسی طرح مشرکین کے چنگل سے نکل گئے اور آنحضرت ﷺ سے حضرت عیاشؓ کے حالات بیان کئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دوبارہ حضرت عیاشؓ اور حضرت سلمہؓ کو چھڑانے کے لئے واپس بھیجا چنانچہ یہ مکہ گئے اور ان دونوں صحابہ کو قید سے نکال لائے۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 273، 274 از محمد بن سعد المتوفی ص 230ھ ترجمہ از علامہ عبداللہ العمادی نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی نمبر 1 اشاعت اول نومبر 1970)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسیوں میں جکڑے ہوئے شمع ایمان روشن رکھی

حضرت طلحہؓ کے والد عبیداللہ نے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پائی۔ البتہ ان کی والدہ حضرت صعبہؓ نے طویل زندگی پائی، مسلمان ہوئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبویؐ سے چوبیس پچیس برس قبل پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی تجارتی مشاغل میں مصروف ہو گئے اور عنفوان شباب میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا۔

ایک دفعہ جب کہ غالباً سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی تجارتی اغراض سے بصریٰ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک راہب نے حضرت سرور کائنات ﷺ کے مبعوث ہونے کی انہیں بشارت دی۔ مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت اور آپ کے مخلصانہ وعظ و نصیحت نے تمام شکوک رفع کر دیئے چنانچہ ایک دن صدیق اکبر کی وساطت سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور خلعت ایمانی سے مشرف ہو کر واپس آئے اس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان آٹھ

باقی ص 35 پر

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ذریعہ قرآن کی حفاظت کے سامان کئے

انہوں نے توحید کو جوش اور صدق سے قبول کیا اور کسی حال میں نہیں چھوڑا

صحابہ رسولؐ کی مدح میں خلفائے سلسلہ احمدیہ کے متبرک ارشادات

مرتبہ: مکرم یوسف سہیل شوق صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ارشادات

حیرت انگیز تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے ویزکیھم اور اس دعویٰ کا ثبوت بھی دیا۔ جبکہ ان میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ وہ قوم کہ جو بت پرستی میں غرق تھی۔ لا الہ الا اللہ کہنے والی ہی ثابت نہیں ہوئی بلکہ توحید کو جوش اور صدق سے انہوں نے قبول کیا کہ تلواروں کے سایہ میں بھی اس اقرار کو نہیں چھوڑا۔ ملک و مال، احباب رشتہ داروں کو چھوڑنا منظور کیا۔ مگر اس چھوڑی ہوئی بت پرستی کو پھر منظور نہ کیا۔

اپنے سید و مولیٰ رسولؐ کے ساتھ وہ وفاداری اور ثبات قدم دکھایا جس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ غیر قوموں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ یہ واقعات ہیں جن کو (کوئی) جھٹلا نہیں سکتا۔ اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں ان پر کوئی لمبی بحث کروں۔ میرا مطلب اور مدعا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ دوسرا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ ان کا تزکیہ کیا کہ ان کی حالت یہاں تک پہنچی کہ....... وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گر پڑتے ہیں اور ان کو فروتنی میں ترقی ملتی ہے۔.... اپنے خدا کے سامنے راتیں سجدہ اور قیام میں کاٹ دیتے ہیں...... راتوں کو اپنی خوابگاہوں اور بستروں سے اٹھ اٹھ کر خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ پھر یہاں تک ان کا تزکیہ کیا کہ آخر رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ (المائدۃ:120) کی سند ان کو مل گئی۔ کسی ہادی اور مصلح کی ایسی سچی تاثیر اور تزکیہ کا پتہ دو۔

(حقائق الفرقان۔ جلد چہارم ص 88-89)

صحابہؓ کو کئی گنا اللہ نے دیا

اللہ کو خیرالرازقین یقین کرو۔ اور مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا۔ کبھی ایسی جرأت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدم کر لو۔ خدا کے لئے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر پا لیتا ہے۔ تم جانتے ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا۔ صحابہؓ نے کیا چھوڑا ہوگا۔ اس کے بدلہ میں کتنے گنے زیادہ خدا نے ان کو دیا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے؟ للہ خزائن السمٰوٰت والارض! تجارتوں میں خسارہ کا ہو جانا یقینی اور کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہو جانا قرین قیاس ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اٹھا سکتا۔

(حقائق الفرقان جلد چہارم ص 131)

صحابہ کی جنت

عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے۔ منافقین ایسی باتوں سے بے علم ہیں۔ پس مومن اور پھر ذلیل۔ یہ غیر ممکن ہے۔ مومن تو اسی دنیا میں بہشت پا لیتا ہے۔ صحابہؓ کرام نے جب جاہلیت کے عقائد فاسدہ سے توبہ کی اور اسلام کے پاک عقائد اختیار کئے تو سب سے پہلی جنت ان کے لئے یہی تھی۔ پھر جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی، تو یہ بھی ان کے لئے جنت ہی تھی۔ پھر جب ملک پر ملک فتح کئے تو ایک دنیا کے فاتح کہلائے تو یہ بھی ان کے لئے جنت تھی۔ پھر جب دنیا سے کوچ کرنے پر پہلی منزل قبر (قبر وہ ہے جہاں انسان اپنے اعمال کے بدلہ میں بعد الموت رہتا ہے) بھی روضۃ من ریاض الجنۃ ہو گئی!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیاں جنگ میں اپنے ساتھ رکھتے۔ دراصل آپ ان جاہلوں کو یہ سمجھاتے تھے۔ کہ دیکھو اللہ تعالیٰ مجھے ذلیل نہیں کرتا۔ ورنہ جنگ کیسے خطرہ کا موقعہ ہے اور دستور کے لحاظ سے بیبیوں کا قید میں پڑ جانا اور اور طرح ذلیل ہونا ممکن ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ میرا حامی و ناصر ہے۔ وہ مومن کے اعداء کو کوئی ایسا موقعہ نہیں دیتا۔

(تشحیذ الاذہان جلد 7 نمبر 4 ص 175)

صحابہ کی تطہیر و تکریم کی شہادت

ان آیات پر غور کریں کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی تطہیر اور تکریم کی شہادت دے دی ہے کیونکہ فرمایا فی صحف مکرّمۃ۔ مرفوعۃ مطہّرۃ بایدی سفرۃ۔ کرام بررۃ یعنی ان کاتبوں کے ہاتھ سے ہیں۔ جو مکرم و مبرور ہیں۔ اللہ اکبر۔ صحابہ کی شان بلند کو یہ آیت کیسی صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ص 307، 308)

صحابہ کے بارے میں پیشگوئیوں کا پورا ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے بارے میں قرآن کریم میں درج پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ایسے وقت میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اتباع ایسے کامیاب اور بامراد ہو جائیں گے کہ انہیں بڑے بڑے درجات ملیں گے۔ چنانچہ جب صحابہؓ نے عجم و شام کی فتوحات حاصل کیں تو یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ بہتے ہوئے چشمے اور دریا اور سبزہ زار اور ہر قسم کے مرغزار ان کے لئے موجود تھے اور تختوں پر بیٹھنے کی پیشگوئی تو صراحتاً بلا تاویل موجود ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تخت نشینی عطا کی۔ یہ تمام انعامات جو اگلی آیات میں بیان کئے ہوئے ہیں۔ انہیں ملے..... غرض منکرین رسالت کی ناکامی اور نامرادی اور آپؐ کے صادق مخلصین اور متبعین کی کامیابیوں نے جن کے متعلق پیشگوئیاں کی گئی تھیں۔ پورا ہو کر آخرت کے عذاب اور آرام جنت کے متعلق بھی تصدیق کر دی۔ بالآخر پھر یہ بتایا کہ اگرچہ آج یہ حالت ہے کہ خدا سے قطع تعلق کرنے والے مومنین پر بہتان اڑاتے ہیں اور ٹھٹھے مارتے ہیں مگر وقت آتا ہے کہ مؤمنین کامیاب ہو جائیں گے اور یہ ہنسنے والے خود ہنسی کا موجب ہو جاویں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 13 جون 1912ء)

صحابہ کا فعل اللہ ہی کا فعل تھا

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ قرآن شریف جسے یاد ہے۔ وہ اس کو پڑھتا پڑھاتا رہے۔ اگر پڑھنے میں ڈھیل دے دی گئی تو وہ کھلے ہوئے اونٹ سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ سینوں سے نکل جاتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہر سال ایک بار دور کیا کرتے تھے سال وفات آپؐ نے دوبار دور کیا۔........ الا ماشاء اللہ کے تحت میں موجود قرآن شریف کے علاوہ جس قدر مختلف قراءتیں عرب کے لب و لہجہ کی وجہ سے تھیں سب نسیاً منسیا ہو گئیں۔ جو زیادہ تر مشہور قراءت تھی۔ وہی متلو رہی۔ قرآن شریف کے جمع کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کا فعل اللہ تعالیٰ ہی کا فعل تھا۔

(حقائق القرآن جلد 4 ص 366)

قرب الٰہی کے ذرائع معلوم کرنے کی تڑپ

سورہ بقرہ کی آیت 190 کی تفسیر میں فرمایا۔

یسئلونک عن الاھلۃ کی شان نزول

"جب صحابہؓ نے دیکھا کہ ایک ماہ رمضان کی یہ عظمت اور شان ہے اور اس قرب الٰہی کے حصول کے لئے بڑے ذرائع موجود ہیں تو ان کے دل میں خیال گزرا کہ ممکن ہے کہ دوسرے چاندوں و مہینوں میں بھی کوئی ایسے ہی اسرار مخفیہ اور قرب الٰہی کے ذرائع موجود ہوں وہ معلوم ہو جاویں اور ہر ایک ماہ کے الگ الگ احکام کا حکم ہو جاوے۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دوسرے چاندوں کے احکام اور عبادات خاصہ بھی بتا دیئے جاویں..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقت کی کیسی قدر کرتے ہیں کہ جب ان کو رمضان کے فضائل معلوم ہوئے تو معاً دوسرے مہینوں کے لئے سوال کیا کہ قرب الٰہی کے اگر اور ذرائع بھی ہوں تو وہ معلوم ہو جاویں۔

(الحکم 24 جنوری 1904ء ص 12، 13)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات

خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کرنا

جس طرح مصائب کے ہجوم کے وقت اس کی ہلاکت اور گرنے کا امکان ہوتا ہے اسی طرح نعمتوں کے ملنے پر اس کی ہلاکت اور گرنے کا امکان ہوتا ہے۔ جس طرح وہ چیزیں خدا تعالیٰ کے عذاب کو قریب کر کے دکھانے لگ جاتی ہیں اسی طرح بسا اوقات یہ چیزیں انسان کو اس لئے ملتی ہیں کہ پتہ لگایا جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے کیسا تعلق رکھتا ہے۔ درحقیقت دولت کمانا منع نہیں۔ بشرطیکہ وہ دین میں حارج نہ ہو۔ صرف دولت کے ساتھ محبت کرنا یا اس کا ناجائز استعمال منع ہے ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے پاس ویسی ہی دولتیں تھیں جیسے آجکل بڑے بڑے امراء کے پاس ہوتی ہیں۔ حضرت

عبدالرحمان بن عوف کے متعلق تاریخوں میں آتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد اڑھائی کروڑ روپیہ کے برابر ان کی جائیداد نکلی۔ اس وقت کا اڑھائی کروڑ روپیہ آجکل کے تیس چالیس کروڑ روپیہ کے برابر بن جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا کھانا پینا ویسا ہی تھا جیسے عام مسلمانوں کا تھا وہ اپنی آمدنی کے متعلق کوشش کرتے تھے کہ اسے خدا تعالیٰ کے رستہ میں صرف کردیں۔ ان کی اولاد نے آگے ایسا کیا یا نہیں یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن وہ اپنی زندگی میں بلادریغ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا روپیہ خرچ کرتے رہتے تھے۔ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا ملنا بھی ایک آزمائش ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 8 ص 522)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جوش تبلیغ

پانچواں سامان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے یہ کردیا کہ اسلام شروع میں ہی مختلف ممالک میں پھیل گیا۔ چنانچہ ابھی ہزاروں صحابہؓ زندہ تھے۔ کہ اسلام شام میں بھی پہنچ گیا۔ عراق میں بھی پہنچ گیا۔ فلسطین میں بھی پہنچ گیا۔ انطاکیہ میں بھی پہنچ گیا۔ ایران میں بھی پہنچ گیا۔ مصر میں بھی پہنچ گیا۔ اسی طرح افریقہ کے مختلف علاقوں تک اسلام کا نام جا پہنچا۔ یہاں تک کہ صحابہؓ چین تک گئے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ ہندوستان میں آئے اور یہاں انہوں نے اسلام پھیلایا۔ سندھ میں جہاں ہماری زمینیں ہیں وہاں ایک گاؤں ہے جسے دیہہ صابو کہا جاتا ہے یعنی صحابہؓ کا گاؤں اور وہاں ایک قبر بھی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کسی صحابیؓ کی قبر ہے۔ ادھر تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ ہندوستان میں آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ بات درست ہی ہو کہ وہ کسی صحابیؓ کی قبر ہے۔ گو یقینی شواہد پر ہم اس بات کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ مگر یہ روایتیں خواہ کس قدر کمزور اور ضعیف ہوں بہرحال پرانے زمانہ سے چلی آرہی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ہی صحابہؓ عرب سے نکل کر دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل گئے اور انہوں نے اسلام کو پھیلانا شروع کردیا۔ اور چونکہ وہ جہاں بھی جاتے قرآن کریم کی کاپیاں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے قرآن کریم کی ہزاروں کاپیاں یکدم سارے جہاں میں پھیلا دیں اور مختلف اقوام اس کی حفاظت میں مشغول ہوگئیں۔ یہ بھی ایک ذریعہ تھا جو قرآن کریم کی ظاہری حفاظت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم ص 426)

تمام نیکیوں میں آگے

بڑھنے والے

وطن بے شک اچھی چیز ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ حب الوطن من الایمان (تشیید المبانی صفحہ 25) مگر جب اس محبت کے مقابلہ میں صداقت اور ایمان کی محبت آجائے اور تمہیں مظالم کا تختہ مشق بنایا جائے تو وطن بے شک چھوڑ دو اور صداقت کی حفاظت کو مقدم رکھو۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں پر وطن کی محبت اس قدر غالب ہوتی ہے کہ خواہ انہیں کس قدر دکھ دیئے جائیں وہ وطن کو چھوڑنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے۔ مگر فرمایا یہ مسلمان وہ ہیں جنہیں ہم نے ناشطات بنایا ہے جو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے وطن کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور وقت آنے پر اس کو قربان کردیں گے چنانچہ اس پیشگوئی کے بعد مسلمانوں نے دو دفعہ ہجرت کی۔ ایک دفعہ حبشہ کی طرف اور دوسری دفعہ مدینہ کی طرف پس مسلمانوں کو ناشطات کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وطن کی جھوٹی محبت جو ایک جگہ سے باندھ دیتی ہے ان کے دلوں میں نہیں ہے اگر انہیں اپنا وطن قربان کرنا پڑا تو یہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کو قربان کردیں گے۔

نازعات میں مسلمانوں کی جسمانی قربانی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا کیونکہ جسمانی قربانی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک محنت و مشقت برداشت کرنے کی عادت انسان میں پیدا نہ ہو۔ اور بتایا گیا تھا کہ مسلمان اس بارہ میں اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتے ہیں وہ بدیوں سے رک بھی سکتے ہیں اور نیکیوں کے حصول کی بھی تڑپ رکھتے ہیں۔ بیشک قومی عادات کی وجہ سے بدیوں کے ترک کرنے میں انہیں محنت کرنی پڑتی ہے مگر وہ اس محنت کو برداشت کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر صرف اسی حد تک نہیں بلکہ نیکیوں کے میدان میں بھی ترقی کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اب ناشطات میں یہ بتایا کہ وہ نہ صرف جسمانی قربانی کرنے کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں بلکہ وطن کو قربان کرنے کا مادہ بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے تم یہ نہ سمجھو کہ خواہ تمہاری طرف سے کس قدر مظالم ہوتے گئے وہ ان کو برداشت کرتے چلے جائیں گے ہم تمہاری توجہ مسلمانوں کے ان گروہوں کی طرف مبذول کراتے ہیں جو اپنے وطنوں کو چھوڑ کر باہر نکل جائیں گے۔ درحقیقت وطن کو چھوڑنا بھی قومی ترقی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

پھر فرماتا ہے (۔) یعنی آدمی اپنی روزی کمانے میں لگا ہوا ہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تنخواہ کا قوم پر کوئی بار نہیں۔ اپنے دنیوی کام کرکے اپنا گذارہ کرتے ہیں اور اس وجہ سے قوم کو ان گنت کارکن مل رہے ہیں۔ درحقیقت قومی ترقی کے راستہ میں ایک بڑی روک یہ ہوتی ہے کہ مفت کام کرنے والے نہیں ملتے۔ اسی وجہ سے حکومتیں تنخواہ دار فوجیں رکھتی ہیں۔ تنخواہ دار مدرس رکھتی

ہیں۔ تنخواہ دار کام کرنے والے رکھتی ہیں۔ اگر اسلام کی بھی یہی حالت ہوتی تو مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے۔ مسلمانوں کے پاس نہ مال تھا کہ وہ تنخواہیں دے سکتے۔ نہ اتنی وسعت تھی کہ اس بار کو برداشت کر سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ جذبہ ودیعت کر دیا کہ وہ قومی کاموں کے لئے مفت خدمات پیش کرتے تھے۔ وہ گھر سے کھانا کھاتے اور ملک اور قوم کے لئے اپنے اوقات کو صرف کرتے گویا وہ ایسے وجود تھے جن کا جماعت پر کوئی بار نہیں تھا بلکہ وہ مفت کے کارکن تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان آیات میں صحابہؓ کا نقشہ کھینچتا ہے کہ ایک طرف وہ تمام بدیوں سے بچتے ہیں۔ دوسری طرف تمام نیکیوں کے میدان میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تیسری طرف وطن کی قربانی ان کی نگاہوں میں بالکل ہیچ ہے اور چوتھی طرف ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کوئی پیسہ نہیں مانگتے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ جب ہم اس قدر کام کرتے ہیں تو ہمیں کچھ معاوضہ بھی ملنا چاہئے بلکہ وہ جس طرح ہو سکے اپنے گھر سے گزارہ کرتے اور قوم کا کام کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کو ان گنت کام کرنے والے مل رہے ہیں اور پھر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر کامل طور پر چلنے والے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لڑنے کے لئے کہتے ہیں تو یہ لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں صلح کے لئے کہتے ہیں تو صلح کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ صدقہ وخیرات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اپنا سارا مال صدقہ وخیرات میں لٹانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جس کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم دیں اور پھر انہوں نے معاوضہ کے طور پر کوئی پیسہ نہیں مانگنا اس کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کفار مکہ کو بتاتا ہے تم غور کرو اور سوچو کہ تم ان مسلمانوں کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہو۔ ہر مسلمان قومی خادم ہے۔ ہر مسلمان قومی سپاہی ہے۔ ہر مسلمان اپنا مال ٹیکس میں دینے کے لئے تیار ہے اور جب حالت یہ ہے تو تم ان کا مقابلہ کہاں کر سکتے ہو۔ فرض کرو مکہ والوں میں سے پچاس فیصدی لوگ کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تب بھی وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ مسلمان سو فیصدی کام کرنے والے تھے اور سو کا پچاس مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ وہ مفت کام کرتے تھے مگر مکہ والوں میں یہ روح نہیں تھی۔ اسی طرح صحابہؓ جس شوق سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی تعمیل کرتے تھے اس شوق سے مکہ والے اپنے سرداروں کے احکام کی کہاں اطاعت کر سکتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک مسلمانوں کی تعداد تمہارے مقابلہ میں تھوڑی ہے مگر دنیا میں تعداد سے فتح نہیں ہوتی بلکہ کام کرنے والوں سے فتح حاصل ہوتی ہے اور کام کرنے والے مسلمانوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ تم میں نہیں پائے جاتے۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم ص 110-111)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشادات

معاہدہ کی پابندی

جب دمشق کا محاصرہ ہو رہا تھا تو بعض تاریخی کتابوں کے مطابق حضرت خالد بن ولید معزول ہو چکے تھے، لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ابھی انہیں بتایا نہیں تھا خط جیب میں رکھا ہوا تھا اس لئے عملاً وہی کمان کر رہے تھے انہوں نے بڑی کوشش کی کہ اہل دمشق جزیہ پر ہتھیار ڈال دیں، لیکن یہ اپنی کوشش میں ناکام ہوئے۔ مسلمانوں کی فوج کے مقابلے میں رومیوں کی کوئی تین گنا بڑی فوج دمشق کے اندر تھی وہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمانوں سے کسی وقت باہر نکل کر بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

دمشق کی فصیل کے سات دروازے تھے، حضرت خالدؓ نے اپنے علاوہ چھ اور سب کمانڈر بنا کر انہیں فوج دے کر ہر ایک دروازہ پر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک دروازہ پر خود تھے۔ ایک رات کو پچھلے وقت حضرت خالدؓ نے قلعے کی دیوار پھاندی اور دروازہ کھول دیا اور لڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے ان کا جو بڑا پادری اور جرنیل تھا اسے اس وقت سمجھ آئی کہ یہ جو جزیہ پر مان رہے تھے اس پر صلح نہ کر کے ہم نے غلطی کی ہے اب تو لڑائی کے ساتھ انہوں نے فتح کر لیا ہے تو دشمن کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے بڑی ہوشیاری کی۔ ان کی جاسوسی بھی کام کر رہی تھی اور ان کو پتہ تھا کہ ابو عبیدہؓ بڑے نرم دل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً دوسرا دروازہ کھولا۔ ادھر حضرت خالدؓ لڑائی کرتے اندر گھس رہے ہیں اور سٹریٹ فائیٹنگ ہو رہی ہے ادھر رومیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ ہم جزیہ پر صلح کرتے ہیں۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ مان گئے اور ان سے معاہدہ کر لیا۔ اس پر باقی دروازے بھی کھول دیئے گئے اور ان دروازوں سے مسلمان فوج شہر دمشق کے وسط میں پہنچ گئی جبکہ حضرت خالدؓ بن ولید اور ان کے ساتھی ایک طرف سے لڑتے ہوئے شہر کے مرکز کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے اور عین سنٹر میں آ کر سب اکٹھے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بڑے عالی دماغ، بے نفس اور عجیب انسان تھے انہوں نے حضرت خالدؓ سے اس وقت یہ نہیں کہا کہ یہ دیکھو میری جیب میں خلافت کا یہ حکم ہے کہ تم معزول ہو چکے ہو اور میں سپہ سالار ہوں بلکہ انہوں نے اس خط کے ہوتے ہوئے بھی حضرت خالدؓ بن ولید سے یہ کہا کہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے معاہدہ کر چکا ہوں اور یہ جزیہ پر ہتھیار ڈال رہے ہیں اس لئے ان کی جان کو بھی امان ہے ان کے اموال بھی مال غنیمت نہیں سمجھے جائیں گے۔ مگر حضرت خالدؓ کہیں کہ نہیں۔ وہ جوشیلے بھی تھے۔ آدمی بھی شہید ہوئے تھے اس لئے وہ کہتے تھے کہ میں فصیل پھلانگ کر اندر داخل ہوا ہوں، اور لڑتے ہوئے خون بہاتا ہوا ان کا بھی اور اپنے بھی شہید کرواتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں، میں تو اس معاہدہ کو نہیں مانتا۔ حضرت

ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ نہیں! ایک مسلمان معاہدہ کر چکا ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔ بالآخر حضرت خالدؓ کو بھی ماننا پڑا۔ ایک مسلمان کے معاہدہ کر لینے پر جنگ بند کر دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سے اس وقت ان کی معزولی کے خط کا ذکر نہیں کیا بعد میں بتایا کہ میں کمانڈر انچیف تھا تم نہیں تھے۔ لیکن میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا۔

(الفضل 13 تا 21۔ اپریل 1972ء)

صحابہ کرام کی مثالی قربانیاں

آپ اسلامی تاریخ کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ایران اور روم کی جنگوں میں اصل قربانی صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دی ہے۔ صحابہؓ نے ایسی ایسی قربانیاں دیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے یعنی اگر انسان کو تاریخوں پر اعتماد نہ ہو اور اس کو یہ یقین نہ ہو کہ یہ واقعات صحیح ہیں تو وہ سمجھے گا کہ یہ کہانیاں ہیں۔ یرموک کی جنگ میں مسلمانوں کی تعداد 30‘ 40 ہزار کے درمیان تھی اور ان کے مقابلے میں دشمن کی تعداد 2‘ 3 لاکھ کے درمیان تھی اور پھر کھلے میدان میں یہ جنگ تھی اس وقت اس لاکھوں کی فوج کو جو شکست ہوئی ہے اس کا کریڈٹ (سہرا) 30‘ 40 ہزار کو نہیں جاتا بلکہ ان چند ہزار صحابہؓ کو اس کا کریڈٹ جاتا ہے‘ جنہوں نے ایک لمبا عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی تھی اور جو جنگ یرموک کی روح رواں تھے۔ بدر کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 313 صحابہؓ تھے۔ ان میں سے جنگ بدر اور جنگ یرموک کے درمیانی عرصہ میں کئی صحابہ طبعی موت سے وفات پا گئے ہوں گے۔ ان بدری صحابہؓ میں سے ایک سو اور 900 دوسرے صحابہؓ نے اپنی جانیں دے کر یرموک کو فتح کیا ہے۔ ورنہ تو مسلمان بظاہر لڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہوئے اور اس لحاظ سے نیم تربیت یافتہ تھے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا شرف حاصل نہیں تھا اس لئے ان سے کچھ نہ کچھ کمزوریاں تو ضرور ہو جاتی تھیں۔ لیکن صحابی تو وہ بھی تھے جنہوں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر آپ سے بات کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا‘ اس قسم کے صحابی بھی تھے مگر اس قسم کے صحابہ اور مہاجرین صحابہ میں بڑا فرق ہے مہاجر صحابی کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مکہ سے لے کر مدینہ تک ساری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت یافتہ صحابہ مسلمان فوجوں کی ریڑھ کی ہڈی تھے وہ ان فوجوں کی جان تھے انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور یہ سمجھتے ہوئے دیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ملنی ہے۔

(الفضل 13 تا 21۔ اپریل 1972ء)

کامل توکل

حضرت سعدؓ بن وقاص بڑے پرانے تربیت یافتہ بزرگ صحابی تھے۔ ایرانیوں کے خلاف اصل جنگیں ان کی قیادت میں جیتی گئی ہیں۔ ایک موقعہ پر انہوں نے ایک دریا عبور کرنا تھا جس پر ایک پل تھا اور اس کی حفاظت ضروری تھی۔ حضرت سعدؓ بن وقاص نے اپنے چند سو گھوڑ سواروں کا ایک ہراول دستہ آگے بھیج دیا کہ وہ جا کر اس پل پر قبضہ کر لیں اور انہیں یہ ہدایت کی کہ دشمن کے ساتھ لڑنا نہیں‘ ہم پیچھے آ رہے ہیں فوج کو آنے میں تو بہرحال وقت لگتا ہے اس ہراول دستے کا جرنیل بڑا دلیر آدمی تھا راستے میں ایرانیوں کی فوج کا کوئی دستہ مل گیا اس نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ساتھ لڑائی میں ملوث ہو گئے اور بروقت پل پر نہ پہنچ سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کو اس سے پتہ لگ گیا کہ مسلمانوں کی فوج پچھلے شہر کو فتح کر کے ہماری طرف آ رہی ہے۔ تو انہوں نے وہ پل اڑا دیا اور پل اڑا کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر قلعہ بند ہونے کی بجائے باہر دریا کے کنارے بڑے مزے سے تماشا دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ پل ہم نے اڑا دیا ہے مسلمان آئیں گے اور ان کی جو حالت ہو گی اسے ہم دلچسپی سے دیکھیں گے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ بن وقاص گھوڑے پر سوار آگے آگے آ رہے تھے‘ جس وقت اس مقام پر پہنچے جہاں پل ہوا کرتا تھا تو دیکھا پل ہے نہیں۔ تو آرام سے ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بغیر چلتے چلتے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور جو کئی ہزار گھوڑ سوار فوج پیچھے آ رہی تھی انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے سپہ سالار نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا ہے تو انہوں نے بھی اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ ایرانی ہکا بکا ہو کر دیکھتے ہی رہ گئے کہ انہوں نے وہ دریا پار کر لیا۔ وہ قلعہ بند ہوئے نہیں تھے‘ اس خیال سے کہ انہوں نے پل اڑا دیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کو بڑی ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی اور غالباً یہ آخری زبردست جنگ تھی جس نے ایرانیوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔

اب یہ حسن عمل کہ وہاں آ گئے ہیں اور دریا میں گھوڑے ڈال دیئے ہیں کامل توکل کے بغیر ممکن نہیں غرض ہزار قسم کے خطرے تھے لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہی سوچا ہو گا کہ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ کچھ آدمی شہید ہو جائیں گے یہ ان کے پختہ ایمان کی علامت ہے۔ یہی پختہ ایمان اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

(الفضل 13۔ اپریل 1972ء)

روح عبادت اور روح خدمت دونوں کا حصول

صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پاک صحبت میں اور بعد میں آنے والوں نے دو صدیوں تک (یعنی پہلی صدی کے بعد آنے والی دو صدیوں میں) آپ کی قوت قدسیہ اور آپ کے صحابہ سے فیض حال کرنے کے بعد ثابت قدمی کا سبق بھی سیکھا۔ انہوں نے روح عبادت کو بھی حاصل کیا‘ انہوں نے زکوٰۃ یعنی روح خدمت کو بھی پایا اور اس طرح پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان تمام حقوق کو ادا کیا اور اس رنگ میں ادا کیا جس رنگ میں کہ خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ ان حقوق کو ادا کریں خواہ وہ حقوق ان کے نفسوں سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ حقوق ان کے بیوی بچوں سے تعلق رکھتے تھے۔ خواہ وہ حقوق ان کے والدین اور اقربا سے تعلق رکھتے تھے‘ خواہ وہ حقوق ان کے ہمسایوں یا اہل محلہ یا شہر میں بسنے والوں سے تعلق رکھتے تھے یا ان کی دنیا میں بسنے والوں سے تعلق رکھتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا کے محسن بنے‘ دنیا کے مربی بنے‘ دنیا کے استاد بنے‘ خدا کا قرب پانے والے اور اس کے حصول کی راہیں دکھانے والے بنے‘ قرب کے حصول کے سامان پیدا کرنے والے بنے‘ چنانچہ متعصب دشمن بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے کہ واقعہ میں وہ دنیا کے محسن اعظم تھے۔

سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کیوں اور کیسے ایسے بنے؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس لئے بنے کہ میں نے قرآن کریم میں جو ہدایتیں دی تھیں ان پر انہوں نے عمل کیا۔ تکبر اور خودستائی‘ خودرائی اور خودنمائی ان میں نہیں تھی انہوں نے خدا میں ہو کر ایک نئی زندگی پائی تھی۔ کیونکہ اپنے اوپر انہوں نے ایک موت وارد کر لی تھی۔ وہ اس حقیقت پر قائم ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے بغیر اس دنیا میں بھی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ اس حقیقت کو بھی پہچانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے جو حقوق اس دنیا میں قائم کئے ہیں اگر کوئی قوم ان حقوق کی ادائیگی میں سستی اور غفلت سے کام لے تو کبھی کامیاب نہیں رہ سکتی۔ چونکہ انہوں نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا وہ اس انعام کے وارث بنے اور یہ بڑا زبردست انعام ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے کہ ذالک دین القیمہ یہ قائم رہنے والی جماعت‘ یہ تنزل کے طوفانوں سے محفوظ رہنے والی جماعت کا دین ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے جو دین کہ ثبات قدم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی بنیادوں پر کھڑا کیا جاتا ہے۔

(الفضل 9 جولائی 1969ء)

انہوں نے شرابیں چھوڑ دیں اور اس کی لذت کو دعا کی لذت سے بدل دیا

صحابہؓ کا تعلق باللہ' ذوق عبادت' ذکر الٰہی اور دلگداز دعائیں

کتنے ہی سارنگی نواز رسول اللہؐ کے طفیل خدائے رحمان سے ہم کلام ہو گئے

مکرم عبدالستار خان صاحب

صحابہ کا تعلق باللہ

حضرت محمد مصطفی ﷺ عالم روحانیت کے سراج منیر' مہر درخشاں اور نورٌ علیٰ نور سید الانبیاء اور فخر المرسلین تھے۔ آپ کے نور کی تجلی جب آپ کے فدائی اور مخلص صحابہ پر ہوئی تو وہ آسمان روحانیت پر ستاروں کی مانند جگ مگ۔ جگ مگ کرنے لگے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

!صحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کی بھی پیروی کرو گے وہ تمہیں خدائے واحد و یگانہ کے راستہ کی طرف لے جائے گا۔

ان خوش نصیبوں کے سروں پر رضاء باری تعالیٰ کا حسین تاج سجایا گیا اور عرش کے خدا نے گواہی دی رضی اللہ عنھم کہ خدا ان سے راضی ہو گیا۔

اللہ کا انتخاب

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کو منتخب فرمایا۔ پس آپ کو اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا یہ انتخاب اللہ نے اپنے علم کی بنا پر کیا۔ آپ کے انتخاب کے بعد پھر لوگوں پر نگاہ ڈالی تو بہترین عباد کو صحابہ کے طور پر انتخاب فرمایا۔ اور ان کو رسول خدا ﷺ کے دین کے انصار اور اپنے نبی کے وزراء بنا دیا۔

(کنز العمال جلد 6 ص 318)

توحید سے عشق

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجا۔ وہ صحابی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو اپنی قراءت کو قل ھو اللہ احد پر ختم کرتے۔ جب وہ لوگ واپس لوٹے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات کا ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے صحابہ نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا (میں اس لئے قل ھو اللہ احد کے ساتھ ختم کرتا ہوں) کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت (احد) کا ذکر ہے اور میں اس کے پڑھنے کو محبوب رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب جانتا ہے۔

(ترمذی کتاب فضائل القرآن باب فی سورہ الاخلاص)

درس توحید

جب حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کے دلوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ ان کا محبوب آقا جدا ہو گیا ہے۔ حضرت عمر تلوار لے کر لہرانے لگ گئے کہ جو کہے گا کہ حضورؐ وفات پا گئے ہیں۔ میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔

سیدنا حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ حضور پرنور کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور کہا اناللہ.... اور مبارک پیشانی پر بوسہ دینے کے بعد بے اختیار منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ ہائے دوست رخصت ہو گیا۔ پھر سر جھکایا اور دوبارہ پیشانی کو بوسہ دے کر چہرہ مبارک ڈھانک دیا۔ اور کہا آپ کی زندگی کیا اچھی تھی اور موت بھی کیا اچھی ہے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اور کہا۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ کی قسم اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ وہ موت جو مقدر تھی ہو گئی۔ لیکن آپ کے مشن پر موت کبھی وارد نہیں ہو گی۔

اس کے بعد باہر تشریف لائے جہاں حضرت عمرؓ تلوار لہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو حضورؐ کی وفات کا اعلان کرے گا اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ آپ نے بڑی جرأت و بہادری سے حضرت عمرؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ علیٰ رسلک عمر ٹھہر جاؤ۔ پھر صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ فوت ہو چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہ)

سبحان اللہ۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا حضرت ابوبکرؓ نے توحید کا ہی درس دیا۔ جس توحید کے قیام کی خاطر حضور تشریف لائے تھے اور اس راہ میں بے شمار دکھ و مصائب برداشت کئے تھے۔ یہ توحید باری تعالیٰ سے پیار کا ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا۔

توحید کی خاطر قربانیاں

صحابہ کرامؓ نے توحید باری تعالیٰ کی خاطر المناک مشکلات کو برداشت کیا۔ اس راہ میں جانیں قربان کیں۔ انہیں تیروں اور تلواروں سے شہید کیا گیا۔ صلیب پر اذیتیں دے کر راہ مولا میں قربان کر دیا گیا۔ عین دوپہر کے وقت مکہ کی تپتی ہوئی گرم ریت اور پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ الٹا لٹکا کر نیچے آگ جلا دی گئی۔ لوہے کی زرہیں پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا۔ بھوک اور پیاس کی اذیتیں دی گئیں۔ شیر خوار بچوں کو دودھ سے محروم کیا گیا۔ سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ اموال اور جائیدادیں چھین لی گئیں۔ ماں باپ نے مسلمان بچوں سے جدائی اختیار کر لی۔ مسلمان ماؤں سے ان کے معصوم بچے جدا کر دیئے گئے۔ وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ مقدس حاملہ عورتوں کے حمل گرا دیئے گئے۔ عبادت گاہیں گرا دی گئیں۔ خدائے واحد کی عبادت کرنے سے روکا گیا۔

غرضیکہ روزانہ نئے ظلم و ستم ایجاد کئے گئے ہر رات نے ظلم تراشے۔ صبح و شام کو مصائب و آلام کی چکیوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ زندگی ہر گھڑی موت کا الارم سناتی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم نے یہ سب دکھ مصائب اور تکالیف رب ذوالجلال کی خاطر خندہ پیشانی سے قبول کئے۔ اور توحید کے علم کو بلند سے بلند تر کرتے چلے گئے۔

خدائے بزرگ و برتر نے ان شاندار قربانیوں کو بہت ہی پیار اور محبت کی نظر سے دیکھا اور شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے ان بزرگ ہستیوں کو زندہ جاوید کر دیا۔ جن پر قومیں ابدالآباد تک فخر کرتی رہیں گی۔

رب ذوالجلال کی خاطر

ایک دن سرداران قریش نے مسجد حرام کے پاس حضرت نبی کریم ﷺ سے سوال و جواب کرنا شروع کر دیئے پھر پکڑ کر زدوکوب کرنے لگ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شور و غل سنا اور دوڑے ہوئے آئے اور کہا۔

تمہارا برا ہو۔ اس عظیم انسان سے اس لئے لڑتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور یہ تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو مارنے لگ گئے۔ آپ کی بیٹی حضرت اسماء کہتی ہیں کہ ابا گھر آئے۔ آپ جب بالوں کی مینڈھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کے ہاتھ میں آ جاتی اس پر بھی کوئی شکوہ نہ تھا۔ بلکہ یہ فرماتے رہے۔ تبارکت یا ذوالجلال والاکرام

(استیعاب جلد 1 ص 343)

ذوق عبادت

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے قبل یہ لوگ بتوں کے پجاری تھے۔ ان کی پیشانی خدائے واحد کے سامنے کبھی نہ جھکی تھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ان کی ایسی کایا پلٹی کہ عبادت الٰہی ان کی محبوب غذا بن گئی ان کی پیشانی خدائے واحد و یگانہ کے حضور جھک گئی۔

صحابہ کرام کے پاک گروہ کے ہر فرد کے عشق الٰہی اور ذوق عبادت کے ایمان افروز واقعات سے کتب احادیث اور مستند تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ازدیاد ایمان کے لئے صرف چند واقعات کا انتخاب اس التجاء کے ساتھ پیش خدمت ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان بزرگ ہستیوں کے ہر ذرۂ وجود پر اپنی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا چلا جائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے نور سے منور ہونے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

نماز سے قبل نیا وضو

نماز دین کا ستون۔ مومن کا معراج اور قرب الٰہی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اگر ہر نماز سے قبل نیا وضو کر لیا جائے تو بڑے ثواب کا باعث ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام کو نماز سے جو لگاؤ تھا اور محبت تھی اس کی وجہ سے بعض صحابہ اس بات کی خاص پابندی کیا کرتے تھے کہ ہر نماز سے قبل نیا وضو کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں کتب احادیث میں لکھا ہے کہ وہ ہر نماز سے قبل نیا وضو کیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارہ)

نماز باجماعت

صحابہ کرام جس مستعدی و سرگرمی کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو صحابہ تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف ادائیگی نماز کے لئے چلے جاتے۔

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ صحابہ

خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ لیکن فرض نمازوں کو ہر صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ تمام صحابہ دوکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن کریم کی یہ آیت رجال لاتلھیھم.... انہی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت، خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

(فتح الباری جلد 4 ص 253)

سہارا لے کر آئے

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کو نماز باجماعت ادا کرنے کا اس حد تک شوق تھا کہ بیماری اور تکلیف کے باوجود یہ کوشش کرتے کہ نماز مسجد میں ادا کی جائے چنانچہ بعض صحابہ دوسروں کا سہارا لے کر مسجد پہنچتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔

(نسائی کتاب الامامہ باب المحافظة علی الصلوۃ حیث ینادی)

بارش میں بھی

اگرچہ حضرت نبی کریم ﷺ نے یہ اجازت دی ہوئی تھی کہ بارش میں گھروں میں نماز پڑھ لی جائے لیکن آپ کے صحابہ کو حضور کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا اس قدر شوق اور لگن تھی کہ بعض صحابہ بارش والی رات میں گھروں سے اس لئے نکل پڑتے تا کہ حضور کے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب ما یقول اذا اصبح)

نماز باجماعت کا انتظار

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات عشاء کی نماز باجماعت پڑھانے کے لئے دیر تک تشریف نہ لائے کہ عورتیں اور بچے انتظار میں سو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضور کو پکارا۔ حضور تشریف لائے اور فرمایا۔ ساری دنیا میں تمہارے سوا اور کہیں لوگ اس نماز کی انتظار میں نہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں ہوتی تھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کام کی وجہ سے عشاء کی نماز بہت دیر سے پڑھائی اور صحابہ انتظار میں بیٹھے رہے۔ بعض کو نیند بھی آگئی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگ نماز کی انتظار میں تھے گویا نماز ہی پڑھتے رہے۔ یعنی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہا۔

(بخاری کتاب مواقیت للصلوۃ)

نماز سے لگاؤ

محبوب سے محبوب چیز بھی اگر صحابہ کی نماز میں خلل انداز ہوتی تو وہ ان کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتی۔ ایک دن حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی چونکہ باغ بہت گھنا تھا اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں۔ چڑیا ان میں پھنس گئی اور نکلنے کی راہ ڈھونڈنے لگی۔ ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا اور اس کو تھوڑی دیر دیکھتے رہے۔ پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ دل میں کہا۔ کہ اس باغ نے یہ فتنہ کیا ہے۔ فوراً حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس باغ کو صدقہ میں دیتا ہوں۔

اسی طرح ایک اور صحابی کے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فصل کا زمانہ تھا دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی تھیں۔ ان کو دیکھ کر نماز سے توجہ ہٹ گئی اور بھول گئے کہ کس قدر رکعتیں پڑھی ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر سیدنا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس باغ کی وجہ سے میں فتنہ میں مبتلا ہوا ہوں۔ اس لئے اس باغ کو صدقہ دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے 50 ہزار پر اسے فروخت کر دیا۔

(مؤطا امام مالک کتاب الصلوۃ)

زخمی حالت میں نماز

سخت سے سخت تکلیف میں بھی صحابہ کرامؓ کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نماز فجر کے لئے جگایا تو بولے

"ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا۔ نماز پڑھی۔"

(بخاری ابواب صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناہضۃ العدو)

تلوار کے سایہ میں نماز

بزرگ صحابی حضرت خبیبؓ کو جب شہید کیا جانے لگا تو انہوں نے اپنے قاتلوں سے اجازت مانگی کہ "مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو" بخاری میں روایت ہے کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت ادا کرنے کا طریق جاری کیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ گھبرا کر ایسا کر رہا ہے تو میں اور زیادہ خدا سے محو راز و نیاز ہوتا۔ پھر یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔

(ترجمہ) جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو میں پرواہ نہیں کرتا کہ کس پہلو گرتا ہوں۔ اگر خداوند تعالیٰ کو منظور ہوا تو میرے جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے دے گا۔

(استیعاب جلد 1 ص 168۔ سیر الصحابہ جلد سوم ص 311)

نماز قضا ہونے پر دکھ

اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی تو صحابہ کرام کو اس کا بہت دکھ اور تکلیف ہوتی۔ غزوہ خندق میں کفار سے برسرپیکار ہونے کے باعث حضرت عمرؓ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تو آپ کو انتہائی رنج پہنچا اور کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ! سورج غروب ہو رہا ہے اور میں نے اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔"

(بخاری ابواب صلوٰۃ الخوف باب عند مناہضتہ العدو)

حضرت ابو بکرؓ کا ذوق عبادت

خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنے کے جرم میں کفار مکہ کی اذیتوں سے مجبور ہو کر سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت لے کر رخت سفر باندھا تو راستہ میں ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا ابو بکر کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو۔ میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے۔ ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کر دیا کہ آج سے ابو بکرؓ میری امان میں ہیں۔ ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبرگیری کرتا ہے، قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا لیکن فرمائش کی ابو بکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھیں اور قرآن کی تلاوت کریں لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں۔ مگر حضرت ابو بکرؓ صدیق نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنا لی تھی، کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابو بکرؓ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں۔ لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں۔ ابن الدغنہ نے ابو بکر صدیقؓ سے جا کر کہا۔ تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی، لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ "مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں میرے لئے خدا اور اس کے رسول کی پناہ کافی ہے۔"

(بخاری باب ہجرت النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ)

حضرت ابو درداء کا ذوق عبادت

آنحضرت ﷺ نے سلمان اور ابو الدرداء کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، سلمان ابو الدرداء سے ملنے گئے دیکھا تو ام درداء (ان کی بیوی) میلی کچیلی ہیں انہوں نے حال پوچھا تو کہا تمہارا بھائی ابو الدرداء تارک الدنیا ہو گیا ہے اتنے میں ابو الدرداء بھی آئے اور سلمان کے لئے کھانا تیار کیا اور کہنے لگے تم کھاؤ میں روزے سے ہوں سلمان نے کہا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں نہیں کھاؤں گا، خیر ابو الدرداء نے کھا لیا جب رات ہوئی تو ابو الدرداء عبادت کے لئے اٹھے سلمان نے کہا سو جاؤ وہ سو گئے پھر اٹھنے لگے تو کہا سو جاؤ جب رات آخر ہوئی تو سلمان نے کہا اب اٹھو پھر دونوں نے نماز پڑھی تو حضرت سلمان نے ان کو سمجھایا بھائی دیکھو اللہ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی اور تمہاری بیوی کا بھی اور ہر ایک کا حق ادا کرو یہ سن کر ابو الدرداء آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔

(بخاری کتاب الصوم - باب من اقسم علی اخیہ)

نماز میں خشوع و خضوع

صحابہ کرام نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کی کیفیت نماز کا یہ عالم تھا کہ نماز انتہائی انہماک اور سوز و گداز سے ادا فرماتے اور اس قدر رقت طاری ہوتی کہ ہچکی بندھ جاتی۔

(کنز العمال جلد 6 ص 312)

روح کا گداز

حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے (تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں) تو بہت متاثر ہوئے۔ رقت طاری ہو گئی اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ اسی طرح ایک دفعہ جب اس آیت پر پہنچے واذا القوا منہا.... آپ پر اس قدر خشوع طاری ہوا کہ اگر ان کے حال سے ناواقف شخص انہیں دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ آپ کی روح ابھی اسی حالت میں پرواز کر جائے گی۔

(کنز العمال جلد 6 ص 337)

حضرت عمرؓ نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہوتا۔ اور خشوع و خضوع اور رقت کی وجہ سے

بقیہ ص 24 پر

آنسو رواں ہو جاتے۔ حضرت عبداللہ بن شداد کا بیان ہے کہ باوجودیکہ میں پچھلی صف میں رہتا تھا لیکن حضرت عمرؓ جب یہ آیت "انما اشکوا بثی و حزنی" پڑھتے تو آپ کے رونے کی آواز مجھے سنائی دیتی۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ)

نماز میں محویت

غزوۃ ذات الرقاع کے موقع پر دو صحابی ایک پڑاؤ پر پہرہ دینے کے لئے مقرر تھے۔ ایک صحابی اپنی ڈیوٹی دے کر سو گئے جبکہ دوسرے نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک مشرک نے نماز پڑھنے والے صحابی کو تیر مارا جو ان کے بدن میں پیوست ہو گیا۔ اس صحابی نے تیر نکالا اور نماز میں قائم رہے۔ اس مشرک نے دوبارہ تیر مارا جو انہیں لگا۔ اس کو بھی انہوں نے نکالا لیکن نماز میں مشغول رہے۔ مشرک نے تیسرا تیر پیوست کر دیا۔ انہوں نے نکال کر رکھ لیا اور رکوع اور سجدہ میں چلے گئے۔ اور اتنے میں سوئے ہوئے صحابی کو جگا دیا اور وہ مشرک بھاگ کھڑا ہوا۔

زخمی صحابی سے جب ان کے ساتھی نے دریافت کیا کہ مجھے پہلے کیوں نہ جگایا تو وہ کہنے لگے کہ میں ایک ایسی سورۃ پڑھ رہا تھا کہ اسے ختم کئے بغیر مجھے پسند نہ آیا کہ نماز ختم کردوں۔ جب مشرک نے مجھ پر تیر اندازی کی تو میں نے رکوع کیا اور تمہیں جگا دیا۔ لیکن خدا کی قسم اگر اس پہرہ داری کے فریضہ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو خواہ میری جان چلی جاتی میں اس سورۃ کو پورا کئے بغیر نماز ختم نہ کرتا۔

(حیات الصحابہ جلد 3 ص 519)

صحابہ کرام اور نفلی عبادات

صحابہ کرام انتہائی ذوق و شوق اور مستعدی سے رضائے باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لئے فرض نمازیں ادا کیا کرتے تھے اسی طرح نوافل' نماز تہجد' اشراق اور صلوۃ کسوف وغیرہ پڑھا کرتے تھے قرآن مجید میں صحابہ کرام کی فضیلت اور عبادات کے شوق و لگن کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ تتجافی جنوبہم عن المضاجع ...... سورہ مزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام راتوں کو دیر تک نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ پاؤں پھول جاتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب نسخ قیام اللیل)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر میں ہوتے تھے تو سواری کے اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل کی نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سمجھتے تھے۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب جواز الصلوۃ النافلۃ علی الدابۃ)

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کو نماز اشراق کی وصیت فرمائی تو یہ دونوں بزرگ باقاعدگی کے ساتھ نماز اشراق ادا کیا کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب استحباب صلوۃ الضحیٰ)

نماز کسوف

چاند اور سورج جب گہن لگتا تو تمام صحابہ صلوۃ الکسوف ادا کیا کرتے تھے ایک بار جب گہن لگا تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے صفہ زمزم میں لوگوں کو جمع کیا اور باجماعت نماز ادا کی۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الکسوف جماعۃ)

یہ ذوق عبادت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ تمام صحابہ میں پایا جاتا تھا۔

مغرب و عشاء کے درمیان نوافل

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام مغرب اور عشاء کے درمیان بھی نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون۔ یہ لوگ عبادت میں مشغول رہنے کے سبب راتوں کو بہت کم سوتے ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب قیام النبی)

اصحاب صفہ اور نوافل

اصحاب الصفہ جنہیں حضرت امام بخاری نے قراء بھی کہا ہے ان کے متعلق کہا ہے کہ یہ دن کو جنگل سے ایندھن لاتے اور (فرض نماز کے علاوہ) رات کو نوافل ادا کرتے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

اہل و عیال کی تربیت

صحابہ کرام نہ صرف خود نفل نمازیں ذوق و شوق سے ادا فرماتے بلکہ غیروں بالخصوص اپنے اہل و عیال کو بھی بیدار کر کے نماز میں شریک کیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت نبی کریم ﷺ رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز کے ساتھ قراءت کر رہے ہیں۔ آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ کو نہایت بلند آواز سے نماز میں قراءت کرتے دیکھا۔ جب یہ دونوں بزرگ صحابہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر نماز میں تمہاری آواز دھیمی تھی۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ میں جس سے (خدا سے) سرگوشی کر رہا تھا۔ اس کے کان میں میری آواز پہنچ گئی۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ تمہاری آواز نماز میں بہت بلند تھی تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دھتکارتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی القراۃ)

حضرت عمر نہایت خشوع و خضوع سے نماز تہجد ادا کرتے۔ صبح ہونے کے قریب ہوتی تو گھر

والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے۔ وامر اہلک بالصلوٰۃ (اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دے)

(مؤطا کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل)

حضرت ابو ہریرہؓ کی شب بیداری

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے سات دن حضرت ابو ہریرہؓ کی مہمانی کا فخر حاصل ہوا۔ گھر میں تین افراد تھے ابو ہریرہؓ ان کی بیوی اور ایک خادم۔ رات کو انہوں نے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ میں ایک فرد عبادت کرتا تھا۔ جب وہ سونے لگتا تو دوسرے کو اٹھا دیتا اور جب دوسرا سونا چاہتا تو تیسرے کو اٹھا دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد اور نوافل میں شرکت

آنحضرت ﷺ نماز تہجد میں لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورہ بقرہ، آل عمران، مائدہ اور انعام وغیرہ پڑھا کرتے تھے اور جس قدر لمبا قیام ہوتا تھا اسی طرح رکوع اور سجود بھی طویل ہوتے تھے۔ اس لئے اس قدر طویل اور پر سکون نماز میں وہی شخص شریک ہو سکتا تھا جس کا دل شوق عبادت سے لبریز ہوتا۔ بعض صحابہ آنحضرتؐ کے ساتھ اس نفلی طویل عبادت میں بھی شریک ہو جاتے۔

حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوا۔ آپؐ نے بہت طویل سورتیں پڑھیں اور میں عبادت میں شریک رہا۔ ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی یہ شرف نصیب ہوا۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھی۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے کی توفیق وسعادت ملتی رہی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 ص 98)

یہ شوق صرف چند صحابہ کرامؓ تک محدود نہ تھا بلکہ عموماً سب صحابہ میں پایا جاتا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت ﷺ نے مسجد میں نماز تہجد پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی آنحضرتؐ نے پڑھی تو بہت سے صحابہ شریک ہو گئے پھر تیسری اور چوتھی رات بھی صحابہ جمع ہو گئے مگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تمہارا کام دیکھا (یعنی نوافل ادا کرتے ہوئے) مگر میں اس بات کے ڈر سے نہ نکلا کہ تم پر یہ عبادت فرض نہ ہو جائے۔

(بخاری کتاب التہجد)

حضورؐ نے منع فرمایا

بعض صحابہ کو اس حد تک عبادت کا شوق و ذوق تھا کہ ساری رات عبادت میں اور دن کو روزہ میں گزارتے لیکن ایسا کرنے سے آنحضرت ﷺ نے انہیں منع فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ درست ہے۔ میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس پر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو تیری آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔ تیری جان کمزور ہو جائے گی۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری اہلیہ کا بھی تجھ پر حق ہے بے شک روزہ بھی رکھو۔ افطار بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور سو بھی۔

(بخاری کتاب التہجد باب مایکرہ من ترک قیام اللیل)

گھر میں باجماعت نفلی نماز

حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ جنہیں غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا میرے گھر اور ان کے درمیان ایک نالہ تھا۔ بارش ہو جاتی تو میرے لئے یہ نالہ پار کرنا مشکل ہو جاتا اور میری بینائی میں فتور آگیا تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اپنی اس مشکل کا ذکر کرکے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے گھر تشریف لاکر ایک جگہ نماز پڑھ کر برکت بخشیں تاکہ میں وہ جگہ نماز کی مقرر کر لوں چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک روز حضرت ابو بکرؓ سمیت میرے گھر تشریف لائے۔ اس وقت دن چڑھ چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک جگہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اللہ اکبر کہا تو ہم لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

(بخاری کتاب التہجد۔ باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کی نانی ملیکہ نے آنحضرت ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضور تشریف لائے۔ اور کھانا تناول فرمایا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں ایک بوریئے کی طرف گیا جو سیاہ ہو چکا تھا۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ اسی بوریئے پر آنحضرتؐ کھڑے ہوئے اور میں اور ایک اور بچے نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور بڑھیا (نانی) نے ہمارے پیچھے پھر حضورؐ نے ہمیں دو رکعتیں نماز پڑھائی اور سلام پھیرا۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

بچپن میں عبادت کا شوق

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت ام المومنین میمونہؓ کے پاس گزاری۔ جب آدھی رات گزر گئی یا اس سے کچھ پہلے یا

اس سے کچھ بعد۔ تو حضرت نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے۔ سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں پھر وضو کیا اور نماز تہجد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ حضورؐ نے دو دو رکعتیں کر کے نماز تہجد پڑھی اور آخر میں وتر پڑھے۔ پھر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔

(بخاری کتاب العمل فی الصلوٰۃ)

سخت گرمی میں نماز

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سخت گرمی کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ گرمی کی شدت اس قدر ہوتی کہ زمین پر پیشانی لگانا مشکل ہو جاتا تو بعض صحابہ کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر)

اذان دینے میں مسابقت

صحابہ کرام کو اذان دینے کا اس قدر شوق تھا کہ بعض دفعہ قرعہ ڈالنا پڑتا کہ کون اذان دے۔ بخاری شریف میں یہ حدیث درج ہے کہ صحابہ اذان دینے کے لئے مسابقت کرتے۔ کوئی کہتا میں اذان دوں گا اور دوسرا کہتا میں اذان دوں گا۔ اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان میں قرعہ ڈالا۔

(بخاری کتاب الاذان۔ باب الاستہام فی الاذان)

دوبارہ نماز

بعض صحابہ کا یہ طریق تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر اپنی قوم کے پاس واپس جاتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔ چنانچہ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز (فرض) نماز پڑھا کرتے تھے پھر جا کر اپنی قوم میں امامت کرتے اور وہی نماز ان کو پڑھاتے۔

(بخاری کتاب الاذان باب اذا طوّل الامام)

صحابیات کا ذوق عبادت

آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں بھی اپنے رب کی عبادت بجالانے کے شوق میں مساجد میں جایا کرتی تھیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک تھا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔

(بخاری کتب الجمعہ)

آنحضرتؐ کی اقتداء میں صحابیات کی نماز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں کئی مسلمان عورتیں بھی چادروں میں لپٹی ہوئی نماز ادا کرتیں۔ پھر (نماز کے بعد) اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں (اندھیرے کی وجہ سے) کوئی انہیں نہ پہچانتا۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب کم تصلی المرأۃ من الثیاب)

ام المومنین حضرت زینبؓ کا ذوق عبادت

ایک دن آنحضرت ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسی رسی ہے۔ حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ رسی ام المومنین زینب نے باندھی ہے۔ جب وہ کھڑی کھڑی عبادت کرتے تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں آپ نے فرمایا۔ اس رسی کو کھول دو۔ تم میں سے ہر شخص کو اس وقت تک عبادت کرنی چاہئے جب تک نماز میں دل لگا رہے۔

(بخاری کتاب التہجد باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ)

ایک صحابیہ کا رات بھر عبادت کرنا

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن بنی اسد قبیلہ کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی اتنے میں حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو دریافت فرمایا۔ یہ کون عورت ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر عبادت کرتی ہے اور سوتی نہیں۔ پھر اس کے نماز پڑھنے کی کیفیت بیان کی۔ اس پر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ بس اتنا عمل کرو جتنے کی طاقت ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ثواب دینے سے تھکتا نہیں۔ تم ہی (عمل کرتے کرتے) تھک جاؤ گے۔

(بخاری کتاب التہجد باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ)

اللہ پر توکل

16ھ میں مسلمانوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں مدائن پر چڑھائی کی تو حضرت سلمان فارسیؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ حضرت سعد نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے مدائن پر حملہ کرنے کے لئے کشتیوں کی تلاش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ ساری کشتیوں پر دشمن کا قبضہ تھا۔ اس دوران دجلہ میں سخت طغیانی آگئی۔ مگر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ اس موقعہ پر حضرت سلمانؓ نے سالار لشکر حضرت سعد کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اسلام ہر دم نو بہ نو اور تر و تازہ ہے مسلمانوں

کے لئے سمندر بھی اسی طرح مسخر کر دیئے گئے ہیں جس طرح خشکی، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں مسلمان کی جان ہے مسلمان اس دریا سے صحیح سلامت اس طرح فوج در فوج نکلیں گے جیسے وہ فوج در فوج اس میں داخل ہوئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلمانؓ کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حرف بہ حرف پورے ہوئے اور تمام لوگ صحیح سالم باہر نکلے۔ کوئی شخص ڈوبنے نہ پایا اور نہ ہی کوئی چیز گم ہوئی۔

(طبرانی جلد3 ص122)

اسامہ بن زید والی مہم

سیدنا حضرت ابوبکرؓ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو آپ کے سامنے مشکلات اور خطرات کا ایک پہاڑ نظر آ رہا تھا۔ مرتدین کی ایک جماعت نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ منکرین زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کر دی تھی۔ ان دشواریوں کے ساتھ حضرت اسامہؓ بن زید کی مہم بھی درپیش تھی۔ جن کو آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات میں شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس مہم کے متعلق صحابہ کرام کی یہ رائے تھی کہ اس کو ملتوی کر دیا جائے۔ پہلے باغیوں کا قلع قمع کیا جائے۔ لیکن سیدنا حضرت ابوبکرؓ نے اس رائے کو ناپسند فرمایا اور آپ کی محبت رسول یہ گوارا نہ کیا کہ جس مہم پر رسول خدا ﷺ نے اسامہ کو روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس کو روک دیں۔ آپ نے فرمایا۔

"اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگ کھینچنے لگیں تب بھی میں اس مہم کو نہیں روک سکتا۔"

(تاریخ الخلفاء ص71)

غرض حضرت ابوبکرؓ نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے حضرت اسامہ کو روانگی کا حکم دیا اور خود دور تک پیادہ پا مشایعت کرتے ہوئے حضرت اسامہ کو زریں ہدایات سے نوازا۔ (طبری)

محبت و خوف الٰہی

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

جس قدر انسان خدا کے خوف میں ترقی کرے گا اسی قدر محبت زیادہ ہوتی جاوے گی۔ اور جس قدر محبت الٰہی میں ترقی کرے گا اسی قدر خدا کا خوف غالب ہو کر بدیوں اور برائیوں سے نفرت دلا کر پاکیزگی کی طرف لے جائے گا۔

(ملفوظات جلد3 ص299)

لرزاں و ترساں وجود

جس دل میں محبت الٰہی ہوتی ہے وہ رب ذوالجلال کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ صحابہ کرام کے دل جو محبت الٰہی سے لبریز تھے وہ خدا کی ہیبت و جلال سے لرزاں بھی رہتے تھے۔

حضرت عثمانؓ اکثر خوف خداوندی سے آبدیدہ رہتے۔ موت قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا۔ سامنے سے کوئی جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے مقبروں سے گزرتے تو رقت طاری ہو جاتی اور داڑھی تر ہو جاتی۔ لوگ کہتے کہ جنت و دوزخ کے تذکروں سے تو آپ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی۔ آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپ بے قرار ہو جاتے ہیں۔ فرماتے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔ اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہو گیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں۔ اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اص63)

حضرت عمرؓ خشیت الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتے۔ قیامت کے مؤاخذہ سے بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے آپ نے فرمایا "تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لائے۔ ہجرت کی۔ جہاد کیا اور نیک اعمال کئے۔ اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب و ثواب برابر ہو جائے وہ صحابی کہنے لگے۔ خدا کی قسم ہم نے روزے بھی رکھے، نمازیں پڑھیں بہت سے نیک کام کئے۔ اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے۔ ہمیں ان اعمال سے اپنے رب سے بہت توقعات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ عذاب سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔"

(بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

حضرت ابوبکرؓ کے متعلق یہ روایت بھی آتی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مؤاخذہ کا خوف میرے دل پر ہو گا کہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔

(کنز العمال جلد6 ص245)

صحابہ کرام کے پاکیزہ دلوں میں محبت الٰہی اور خوف خدا حد درجہ پایا جاتا تھا اور محشر کے دن خدا کے حضور حاضر ہونے کے تصور سے لرزاں و ترساں رہتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق احادیث میں لکھا ہے کہ جب آپ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو فرماتے۔ کاش میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا۔ کسی باغ سے گزرتے تو چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو آہ سرد کھینچ کر فرماتے۔ پرندو! تمہیں مبارک ہو کہ دنیا میں چگتے پھرتے ہو درخت کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب نہ ہو گا۔ کاش ابوبکر بھی تمہاری طرح ہوتا۔

(کنز العمال جلد6 ص312)

ذکر الٰہی

صحابہ کی روح کی غذا ذکر الٰہی تھی۔ بڑی کثرت سے نمازوں کے علاوہ بھی ذکر الٰہی اور تسبیحات کیا کرتے۔ ایک دفعہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور جب سونے لگو تو 33 بار تسبیح، 33 بار تحمید اور 34 بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی تلقین فرمائی میں نے اس کو چھوڑا نہیں۔

(بخاری کتاب المناقب۔ مناقب علی)

تسبیحات

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہر روز بارہ ہزار دفعہ تسبیحات کرتے اور فرماتے میں اپنے گناہوں کے مطابق تسبیحات کرتا ہوں۔ (اصابہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر یہ کہہ کر نماز شروع کی۔ اللہ اکبر کبیرا و الحمد للہ کثیرا۔ وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور اس کی ذات پاک ہے صبح بھی اور شام بھی۔ نماز کے بعد حضرت نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمے خدا کو ایسے پیارے لگے کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے وا کر دیئے گئے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ یہ مبارک کلمات دہراتا ہوں۔

(مسلم ترمذی۔ نسائی)

اللہ فخر کرتا ہے

ایک دن حضرت معاویہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ مسجد میں لوگ حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا کیوں بیٹھے ہو۔ جواب دیا گیا کہ ذکر الٰہی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ صرف اسی لئے بیٹھے ہو۔ جواب ملا۔ ہاں صرف اسی لئے۔ اس پر حضرت معاویہ نے کہا۔ "ایک بار اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کا حلقہ ذکر دیکھا تو اسی طرح سوال کیا اور جواب ملنے پر فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجا. فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ)

دلگداز دعائیں

حضرت نبی پاک ﷺ بکثرت جو دعائیں کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام ان دعاؤں کو یاد کر کے اپنے رب کے حضور گریہ زاری کرتے۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کا یہ بھی معمول تھا کہ اپنے صحابہ کو ان کے حالات کے موافق دعائیں سکھاتے اور دعا کرنے کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ صحابہ کرام کے دلوں میں دعاؤں سے خاص رغبت، شغف اور لگن پیدا ہو گئی۔

صحابہ کرام کا یہ ذوق دعا اس حد تک بڑھا کہ آنحضرت ﷺ کی سکھلائی ہوئی دعائیں کرنے کے علاوہ وہ اپنے اعلیٰ ذوق کے مطابق اس تلاش میں رہتے کہ اپنے مولا سے کیا مانگیں اور کیسے مانگیں اور بار بار اپنے اس ذوق کی تسکین کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ سے سوالات کر کے نئی سے نئی دعائیں سیکھا کرتے تھے۔

یہ عشق ووفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے — اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق رسول کے دلکش اور ایمان افروز نظارے

مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ رسول اللہ کو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں آرام سے بیٹھا ہوں

مکرم فہیم احمد صاحب خادم

یہ وادی مکہ کی وادی ہے۔ یہ مدینہ کی وادی ہے جہاں ہزاروں عشاق اپنے محبوب کے گرد جمع ہیں جی ہاں! بخدا! ہزاروں صحابہ پروانوں کی مانند اپنے معشوق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر فدا ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس وجود نے ہر حسن سمیٹا ہوا ہے۔ حسن ظاہری اور حسن باطنی کا مرقع ہے۔ اس وادی کو حقیقتاً وادیٔ عشق کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

حسینان عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

صحابہؓ کی محبت رسول کے ان گنت واقعات ہیں چند ایک مثالیں پیش ہیں۔

چاند کا حُسن ماند پڑ گیا

چودھویں کی رات تھی۔ چاند اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا آنحضورؐ اپنے صحابہؓ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے سرخ قبا زیب تن فرما رکھی تھی ایک صحابی حضرت جابرؓ بن سمرہ کو نہ جانے کیا سوجھتی ہے کہ کبھی روشن چاند کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی آنحضور ﷺ کے رخ تاباں پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ یہ صحابی بیان کرتے ہیں۔

مجھے آپؐ کا چہرہ مبارک، چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن اور خوبصورت نظر آیا۔

(الشمائل النبویۃ لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

روشن تر

لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ واقعی، مردانہ حسن کے بھی عظیم شاہکار تھے اس لئے صحابہؓ نے آپؐ کی تعریف میں کوئی مبالغہ نہیں کیا البتہ آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان ضرور رہے حضور کے رخ انور کو چودھویں کا چاند قرار دیتے تھے ہند بن ابی ہالہ بیان کرتے تھے۔

"آپؐ کا چہرہ، چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا۔"

(الشمائل النبویۃ لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

اس طرح حضرت کعبؓ بن مالک کا کہنا تھا۔ آنحضورؐ جب خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھتا اور یوں لگتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک)

ہر مصیبت ہیچ ہے

جنگ احد کے بعد جب آنحضورؐ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ آپؐ کو بنو دینار کی ایک عورت ملی۔ اس جنگ میں اس کا خاوند، اس کا بھائی اور والد جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ اسے جب اپنے ان اعزہ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ اس اندوہ ناک خبر سے بے نیاز ہو کر پوچھنے لگی رسول اللہؐ کیسے ہیں؟ صحابہ نے جواب دیا اے ام فلاں! جیسا کہ تیری تمنا ہے، الحمد للہ کہ وہ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ وہ عورت جو آنحضور ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار تھی کہنے لگی۔ مجھے دکھاؤ تو سہی! حضور ہیں کہاں؟ جب اس کی نگاہ آنحضور کے رخ انور پر پڑی تو اپنے سارے ہم و غم بھول گئی، اپنوں کی شہادتوں سے لاپرواہ ہو کر کہنے لگی کل مصیبة بعدک جلل اگر آپؐ بخیریت ہیں تو آپؐ کے بالمقابل ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام الجزء الثالث ص 31 دارالتوفیقۃ للطباعۃ بالازھر)

اگر خدا کا رسولؐ تکلیف میں ہے

جنگ تبوک، مسلمانوں کے لئے زبردست ابتلاء تھا۔ گرمی کی شدت تھی، دور دراز کا سفر درپیش تھا۔ آنحضورؐ صحابہ سمیت، غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہو چکے تھے کہ حضرت ابو خیثمہ مدینہ آئے۔ اس دن شدید گرمی تھی۔ ان کی دونوں بیویوں نے ان کے لئے باغ میں دو سائبان تیار کر رکھے تھے ہر بیوی نے اپنے سائبان میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ ٹھنڈے پانی کا انتظام تھا اور کھانا تیار تھا۔ جب آپ گھر داخل ہونے لگے تو بیویوں کا یہ اہتمام دیکھ کر سائبان کی دہلیز پر ہی کھڑے ہو گئے اور رسول اللہؐ کی سفر کی صعوبتوں کو ذہن میں لا کر بے ساختہ کہا۔

خدا کا رسولؐ تو باہر دھوپ، لو اور گرمی میں ہو اور ابو خیثمہ ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں، کھانا تیار ہو، حسین جمیل بیوی کی معیت ہو، اپنے مال و متاع کے ساتھ گھر میں مقیم ہو یہ بھلا کہاں کا انصاف ہے؟ پھر کہنے لگے۔ بخدا میں تم میں سے کسی ایک کے سائبان میں بھی داخل نہیں ہوں گا میں تو آنحضور ﷺ کے پیچھے جاتا ہوں بس میرے لئے اس کی تیاری کرو۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام الجزء الرابع ص 86 دارالتوفیقۃ للطباعۃ بالازھر)

محبت کے پُتلے

صحابہ، آنحضور ﷺ کا بے حد ادب کرتے، یہ ادب دراصل ان کی محبت رسول کا غماز تھا۔ اس حقیقت کا غیروں تک کو بھی اعتراف تھا۔

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے عروہ، سفیر بن کر آیا جب وہ واپس گیا تو قریش کے سامنے، صحابہ کی آنحضورؐ کے ساتھ فدائیت کا یوں نقشہ کھینچتا ہے۔

اے میری قوم! میں نے کئی بادشاہوں کے درباروں میں سفارت کے فرائض سرانجام دیئے مجھے ایران کے کسریٰ روم کے قیصر اور حبشہ کے نجاشی تک کے درباروں میں جانے کا موقع ملا خدا کی قسم! جتنی عزت، محمدؐ کے اصحابؓ اس کی کرتے ہیں اتنی عزت، میں نے کسی بادشاہ کی، اس کے ساتھیوں کو کرتے نہیں دیکھا۔ اگر وہ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً اس کی بجا آوری کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو صحابہ ان کے بچے کھچے پانی کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کے سامنے دھیمی آواز میں گفتگو کرتے ہیں وہ ان کی تعظیم کے لئے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کرتے جھکی نظروں سے بات کرتے ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری الجزء الثالث ص 219، 220 دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان الطبعۃ الاولیٰ 1987ء)

ہمیشگی کا ساتھ

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود سفیر بن کر آیا باتوں باتوں میں آنحضورؐ سے گستاخی کرنے لگا کہنے لگا۔

اے محمد! کیا آپ اپنی ہی قوم کا استیصال کرنا چاہتے ہیں بتائیں تو سہی کہ کیا آپ سے پہلے کسی عرب نے ایسا کیا ہے کہ اپنی ہی جڑ کاٹی ہے۔ پھر صحابہ پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ جو آپ کے اردگرد مختلف چہرے نظر آ رہے ہیں (اگر قریش کو آپ پر غلبہ مل گیا تو) انہیں بھاگتے دیر نہیں لگے گی۔ یہ سب آپ کو چھوڑ چھاڑ کر چلے جائیں گے۔

حضرت ابو بکرؓ کے لئے یہ الفاظ برداشت نہ ہو سکے۔ آپ تو غصہ سے بھر گئے فرمایا۔

جاؤ جاؤ! لات کے پجاریو! کیا ہم بھاگ جائیں گے؟ کیا ہم رسول اللہ کو چھوڑ جائیں گے یوں حضرت ابو بکرؓ نے دوٹوک پیغام دیا کہ

ہم رسول اللہؐ کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ یہ تمہاری بھول ہے کہ کسی موقع پر ہم رسول اللہؐ کو چھوڑ جائیں گے۔ بھلا ہم جو ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں ان سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے اور بعد میں آنے والے دنوں نے یہی ثابت کیا۔

(تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری الجزء الثالث ص 219 دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان الطبعۃ الاولیٰ 1987ء)

کانٹا تک نہ چبھے

عرب کے دو قبائل نے آنحضورؐ سے دھوکہ کر کے چند صحابہ منگوائے کہ انہیں دین کی تعلیم دیں گے پھر انہیں شہید کر دیا۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت زید بن دثنہؓ بھی تھے۔ قریش نے آپؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب آپ کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو ابو سفیان نے ان سے پوچھا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے آج یہاں ہمارے درمیان تیری جگہ محمدؐ ہوتا ہم اسے موت کے گھاٹ اتار رہے ہوتے اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوتے۔

حضرت زید بن دثنہ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور وفور محبت سے بولے خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضرت محمد ﷺ جہاں بھی ہیں، انہیں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے اہل و عیال میں آرام سے بیٹھا رہوں۔ ابو سفیان بھی اس آتش عشق کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے کہنا پڑا میں نے آج تک لوگوں میں ایسی شدید محبت نہیں دیکھی جیسی محمد (ﷺ) کے ساتھی، اس سے کرتے ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری الجزء الثالث ص 141

دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع
بیروت لبنان الطبعۃ الاولیٰ 1987ء

ہر طرف لڑیں گے

صحابہؓ "تو آنحضورؐ کے قدموں میں بچھے جاتے تھے انہیں آپؐ سے زیادہ کچھ عزیز نہ تھا۔ وہ آپؐ کی خاطر اپنی عزیز جانوں تک کو گنوا دینے کے لئے تیار بیٹھے تھے وہ تو پروانوں کی طرح آپؐ کے رخ انور پر مرمٹنے پر تلے ہوئے تھے۔

آنحضورؐ جنگ بدر کے موقع پر، مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لڑائی پر آمادہ کر رہے تھے۔ حضرت مقداد بن اسودؓ صحابہ کی نمائندگی میں اٹھ کھڑے ہوئے اور دست بستہ عرض کیا۔

ہم حضرت موسیٰ کی قوم کی طرح، آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب ہی جا کر لڑو ہم تو بس یہاں بیٹھے ہیں اور ہرگز نہیں لڑیں گے۔ ہم تو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے۔ آپ کے بائیں بھی صف آراء ہوں گے آپ کے آگے بھی صف بستہ ہوں گے اور آپؐ کے پیچھے بھی ہم آپؐ کے دشمنوں سے نبرد آزما ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس عہد وپیمان کو سن کر آنحضورؐ اتنے مسرور ہوئے کہ خوشی سے آپؐ کا چہرہ تمتما اٹھا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم.....)

آخری بوسہ

بوسہ محبت کا بے ساختہ اظہار ہوا کرتا ہے۔ یہ لمس دل کی بے پناہ محبت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ دراصل اندرونی عشق کا غماز ہوتا ہے۔

آنحضورؐ کی وفات ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس کی اطلاع ملی آپ بوجھل قدموں کے ساتھ تشریف لائے، آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا۔ آپ پر جھکے بوسہ دیا اور رو پڑے۔ کہنے لگے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! بخدا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ)

ناراضگی کا عذاب

حضرت کعبؓ بن مالک جنگ تبوک پر نہ جاسکے۔ چنانچہ اس وجہ سے آپ کا مقاطعہ کیا گیا۔ یہ مقاطعہ پچاس دن تک تھا ان پر یہ دن بڑے کڑے تھے ان دنوں، ان کی محبت رسول کی کیا کیفیات تھیں وہ خود ان کی زبانی سنئے وہ ذکر کرتے ہیں۔

آنحضور ﷺ نماز کے بعد، مسجد میں ہی صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو میں بھی حاضر ہوتا، سلام کرتا، دل میں سوچتا کہ رسول اللہ نے میرے سلام کے جواب میں اپنے ہونٹ مبارک ہلائے ہیں یا نہیں۔ میں آنحضور ﷺ کے قریب ہو کر نماز پڑھنے لگتا تو چور نظروں سے آپؐ کو دیکھا کرتا جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور میری طرف دیکھتے جب میں (بعد میں) حضور کی طرف دیکھتا تو آپؐ اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیتے اور مجھ سے اعراض فرماتے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث کعب بن مالک)

گوشہ گوشہ روشن تھا

محب کو، اس کے محبوب سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں ہوتا، اس کی زندگی کا محور، بس اس کی ذات ہوتی ہے۔ اسی کے وجود سے محب کی زندگی ہوتی ہے۔ اس کا وجود، محب کی زندگی میں خوشیاں بکھیرتا ہے۔ اس کے بغیر، زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ یہی کیفیات صحابہ کی تھیں۔ ان کی زندگیوں میں رونق، رسول اللہ کے وجود ہی سے تھی۔ آنحضور ﷺ کی زندگی کے بعد، ہر طرف اندھیرا سا چھا گیا۔ حضرت انسؓ اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں فرماتے ہیں۔

"آنحضور ﷺ جس دن مدینہ تشریف لائے، آپؐ کی آمد کے باعث، اس دن مدینہ کا گوشہ گوشہ روشن ہو گیا تھا اور جس دن آنحضور ﷺ فوت ہوئے، مدینہ کی ہر جگہ تاریک و تار ہو گئی۔

یہ روشنی اور یہ اندھیرا، صرف عشق ہی کی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ)

انتہائے عشق

صحابہ جب آنحضور ﷺ کی محفل میں ہوتے تو بڑے ادب سے بیٹھتے آپؐ کے احترام کے باعث، نیچی نظروں سے گفتگو کرتے۔ یہ ادب واحترام ان کی محبت رسول ہی کا مظہر تھا۔

حضرت عمرو بن عاص اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے، اپنی زندگی کی دو حالتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

"ایک وقت تھا کہ مجھے آنحضور ﷺ سے سخت بغض تھا۔ ایسا بغض جو شاید ہی کسی کے دل میں ہو میری یہی خواہش ہوتی کہ اگر موقع ملے تو اس سے فائدہ اٹھا کر آپؐ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دوں۔"

ایک طرف تو حضرت عمرو بن عاص کی یہ کیفیت تھی لیکن بیعت کے معاً بعد آنحضور ﷺ کی طلسماتی شخصیت نے اپنی محبت، آپ میں کوٹ کوٹ کر بھر دی اور آناً فاناً ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ آپ اس کیفیت کے بارہ میں خود کہتے ہیں۔

"پھر اس کے بعد مجھے آنحضور ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور نہ ہی آپؐ کے سوا میری آنکھوں میں کسی کا جلال جچتا تھا۔ آپؐ کے جلال کے باعث میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ تک نہ سکتا تھا۔ اگر مجھ سے آپ کے حلیہ کے بارہ میں پوچھا جائے تو میں اسے صحیح طور پر بتا نہیں سکوں گا کیونکہ میں نے آپ کو کبھی بھی آنکھ بھر کر نہیں

دیکھا (نہ اسلام لانے سے پہلے اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد)

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسلام یهدم ما قبلة)

آپ کے بعد کیا زندگی ہے

جنگ احد میں آنحضور ﷺ کے قتل کی افواہ نے صحابہ کے حواس باختہ کر دیئے انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ان پر سراسیمگی کی حالت طاری تھی۔ حیران و ششدر تھے۔ ہمت ہار بیٹھے تھے کہ اب لڑنے سے کیا حاصل ہو گا؟ ایسے میں حضرت انس بن نضر چند مہاجرین اور انصار کے پاس سے گزرے کیا دیکھتے ہیں کہ سب ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ پوچھا آپ یہاں کس وجہ سے بیٹھے ہیں؟ انہوں نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ آنحضورؐ شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بے ساختہ کہا۔ اب بھلا آپؐ کے بعد زندگی کس کام کی؟ پس اٹھو اور اس مقصد کے لئے مر مٹو جس کی خاطر آنحضور ﷺ نے جان دی ہے۔ یہ کہہ کر آپ اکیلے ہی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور بڑی جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے آپ کے جسم پر 70 زخم آئے۔ آپ کی نعش پہچانی نہ جاتی تھی آپ کی بہن نے، انگلیوں کے پوروں سے آپ کی نعش کی شناخت کی۔

(السیرة النبویة لابن هشام الجزء الثالث ص 19 دار التوفیقیة للطباعة بالازهر)

آخری وصیت

آنحضور ﷺ نے جنگ احد کے معاً بعد فرمایا کوئی ہے جو سعد بن ربیع کی خبر لائے کہ وہ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے ہیں؟ ایک انصاری کھڑے ہوئے عرض کیا۔ میں خبر لاتا ہوں اور وہ گئے لاشوں کے درمیان، ادھر ادھر کئی بار آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہ ملا تب انہوں نے کچھ اس طرح صدا بلند کی۔ اے سعد! مجھے آنحضرت ﷺ نے آپ کی خبر لانے کے لئے بھیجا ہے تب ایک نحیف اور دھیمی سی آواز آئی۔ وہ صحابی اس آواز کی طرف لپکے۔ دیکھا کہ حضرت سعد لاشوں میں گھرے۔ شدید زخمی حالت میں پڑے ہیں اور زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ وہ صحابی کہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا آنحضور ﷺ نے مجھے آپ کی خبر لانے کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت سعد کہنے لگے۔ میں تو بس خدا کے حضور پہنچا ہی چاہتا ہوں۔ میری طرف سے آنحضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔ کہنا نبیوں کے متبعین کی قربانیوں کی وجہ سے جو ثواب نبیوں کو ملتا ہے اس بارہ میں آپ کی آنکھیں سب سے زیادہ ٹھنڈی کرے۔ میری قوم کو بھی میرا سلام دینا اور کہنا۔ جب تک تم میں زندگی کے کچھ آثار ہیں اور اگر تمہارے جیتے جی رسول اللہؐ کو کوئی گزند پہنچی تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہو گا، اس وصیت کو کہے ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ حضرت سعد نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔

ان الفاظ میں دراصل حضرت سعد نے اپنی قوم کو دو ٹوک پیغام دیا کہ آنحضور ﷺ کا بابرکت وجود ہمارے پاس ایک مقدس امانت ہے جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اس امانت کی حفاظت کا حق ادا کیا اب جبکہ ہم اگلے جہان کے سفر پر روانہ ہیں تو اب یہ امانت تمہارے سپرد کئے جاتے ہیں۔ اب تمہارا اولین فرض، اس امانت کی حفاظت ہے۔ اس کی حفاظت میں خواہ تمہیں اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کرنا پڑیں تو کر ڈالنا لیکن اس کی حفاظت کا دم بھرنا۔ اسی صورت میں ہی تم روز قیامت خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکو گے۔

(السیرة النبویة لابن هشام الجزء الثالث ص 27 دار التوفیقیة للطباعة بالازهر)

قدم بوسی

جنگ احد میں آنحضور ﷺ نرغہ اعداء میں گھرے تھے۔ فرمایا کون ہے جو اس وقت میری خاطر، اپنی جان، راہ خدا میں قربان کر سکے ایک روایت کے مطابق حضرت زیاد بن سکن، پانچ انصار کے ساتھ آگے بڑھے۔ یہ لوگ، یکے بعد دیگرے، حضورؐ کی حفاظت میں اپنی جانوں کا نذرانہ دیتے رہے۔ آخر پر حضرت زیاد بن سکن رہ گئے آپ شدید زخمی ہو چکے تھے۔ اتنے میں مسلمانوں کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور کفار کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آنحضور ﷺ کو ان کے نرغہ سے نکال لائی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا زیاد کو میرے قریب کردو آپ کو قریب کر دیا گیا۔ اس پر آپ نے پوری قوت سے اپنے جسم کو جنبش دی اور اپنا سر آپؐ کے قدموں میں رکھ دیا۔ اور اس حالت میں جان دے دی کہ ان کے گال آنحضور ﷺ کے قدموں سے پیوست تھے۔ آپ نے ہمیشہ ہمیش کے لئے آنے والوں کو وصل محبوب کا عجیب درس دیا کہ جب جسم زخموں سے چور ہو، نڈھال ہو لیکن اگر محبت سچی ہو تو نیم مردہ اور زخم خوردہ لاشہ بھی اپنے محبوب کی قدم بوسی کر سکتا ہے۔ یہ محبت کی تپش، بے جان جسم میں زندگی پیدا کر سکتی ہے اور یہ پیار کا جذبہ نیم مردہ جسم میں حیات کی اک نئی لہر پیدا کر سکتا ہے۔

(السیرة النبویة لابن هشام الجزء الثالث ص 18 دار التوفیقیة للطباعة بالازهر)

میری جان فدا ہو

جنگ احد کے دوران، جب آنحضور ﷺ کی جان کو شدید خطرہ لاحق تھا کفار کے حملہ کا رخ آنحضور ﷺ کی طرف تھا ایک روایت کے مطابق اس وقت آنحضور ﷺ کے اردگرد تیس کے قریب صحابہ، پروانوں کی مانند جمع تھے وہ آپ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے پر تلے ہوئے تھے ایک روایت کے مطابق، ان میں سے ہر ایک

صحابی باری باری حضور کے آگے گھٹنے ٹیک کر، ادب سے اپنی جان نثاری کا اس طرح اظہار کرتا تھا۔

میرا چہرہ، آپ کے رخ انور پر قربان ہو، میرا وجود آپ پر نثار ہو، (میرے آقا) آپ پر ہمیشہ ہمیش کے لئے سلامتی نازل ہوتی رہے۔

(التفسیر الکبیر للرازی جلد 9 ص 51)

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حضرت ابو ایوبؓ انصاری مدینہ کے وہ خوش نصیب صحابی تھے جنہیں آنحضور ﷺ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے مکان کے دو اوپر تلے حصے تھے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کے لئے اوپر والا حصہ مخصوص کیا لیکن حضورؐ نے اپنی اور ملاقاتیوں کی سہولت کے لئے نچلا حصہ پسند فرمایا۔ ایک رات، اوپر والے حصہ کے فرش پر پانی گر گیا حضرت ابو ایوب انصاری اور ان کی اہلیہ نے اس ڈر سے کہ کہیں پانی نیچے نہ ٹپک پڑے اور حضورؐ کو تکلیف ہو، اپنا لحاف، پانی پر ڈال دیا اور یوں پانی جذب کیا۔

اگلے روز حضرت ابو ایوب انصاری نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ آپ نیچے رہیں اور ہم آپ کے اوپر رہائش اختیار کریں براہ کرم آپ اوپر والے کمرے میں رہائش اختیار فرمائیں تب حضورؐ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور بالاخانہ پر تشریف لے گئے حضرت ابو ایوب انصاری روزانہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں کھانا بھجواتے۔ حضور ﷺ جو کھانا بچ جاتا، واپس بھجوا دیتے۔ حضرت ابو ایوب انصاری، آنحضور ﷺ کی انگلیوں کے نشان دیکھتے جس طرف سے آنحضور ﷺ نے نوش فرمایا ہوتا وہاں انگلی رکھتے اور کھانا کھاتے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه لابن اثیر جلد 2 ص 81)

محمدؐ کا کیا حال ہے؟

حضرت ابو بکرؓ کا تعلق ایک معزز گھرانے سے تھا۔ آپ اسلام لائے تو برملا اپنے ایمان کا اظہار کیا اور قریش کو اسلام کی دعوت دی یہ سنتے ہی مشرکین، حضرت ابو بکر اور دوسرے قریبی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ بدبخت عتبہ بن ربیعہ اپنے چمڑے کے جوتوں سے آپ کو مارتا رہا۔ ان سے آپ کے چہرہ پر وار کرتا رہا۔ وہ آپ کے پیٹ پر بھی کودا آپ کی یہ حالت ہو گئی کہ چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا بالآخر آپ کے قبیلہ بنو تمیم کے لوگ آئے اور آپ کو دشمنوں سے بچایا انہوں نے کسی نہ کسی طرح، آپ کو ایک چادر میں لپیٹ کر آپ کے گھر پہنچایا مگر حالت یہ تھی کہ آپ کے قریب المرگ ہونے میں کسی کو شبہ نہ تھا دن کے آخری حصہ میں جب آپ کو ہوش آیا تو منہ سے یہ جملہ نکلا محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ پھر آپ اصرار کے ساتھ حضورؐ ہی کا حال دریافت کرتے رہے۔

(البدایة والنهایة الجزء الثالث ص 30 لحافظ ابن کثیر، ناشر مکتبة معارف۔ بیروت طبعة اولی 1966ء)

آخری فعل

محبت کے انوکھے انداز ہوا کرتے ہیں صحابہ کی محبت رسول کی بھی انوکھی ادائیں تھیں بھلا جب موت سامنے کھڑی ہو، ہر طرف تلواروں اور نیزوں کی جھنکار ہو، ایسی حالت میں اپنی محبت کی تسکین کی خاطر، عجیب عجیب ترکیبیں سوجھا کرتی تھیں۔

جنگ بدر کا موقع تھا۔ مسلمان اور کفار، ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہو رہے تھے آنحضور ﷺ تیر ہاتھ میں لئے صفیں درست فرما رہے تھے۔ ایک انصاری صحابی سواد بن غزیہ صف سے باہر نکلے ہوئے تھے حضور نے ان کے پیٹ پر تیر لگا کر فرمایا "صف سیدھی کرو" اس نے کہا حضور تو عدل و انصاف کے پیامبر ہیں۔ مجھے اس تیر سے تکلیف پہنچی ہے۔ میں تو بدلہ لوں گا، حضورؐ نے فرمایا آؤ بدلہ لے لو اس کے ساتھ ہی حضورؐ نے از خود اپنے جسم پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ وہ صحابیؓ آگے بڑھے۔ حضور سے لپٹ گئے اور حضور کے جسم کو چومنے لگے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تجھے بھلا یہ کیا سوجھی؟ اس نے کہا جیسا کہ نظر آ رہا ہے کہ ابھی جنگ چھڑنے والی ہے۔ جنگ کے دوران بھلا کیا پتہ کہ کس نے بچنا ہے اور کس نے شہید ہو جانا ہے۔ نہ معلوم میری یہ آپؐ سے آخری ملاقات ہو۔ پس میں نے یہی چاہا کہ زندگی کے اس آخری موقع پر میرا جسم آپؐ کے جسم مبارک سے چھو جائے (اور اس طرح زندگی میں میرا آخری فعل آپؐ سے پیار کرنا ہو)

(السیرة النبویة لابن هشام الجزء الثانی ص 140 دار التوفیقیة للطباعة بالازهر)

دائمی رفاقت کی خواہش

حضرت ابو فراس ربیعہ بن کعب آنحضور ﷺ کے خادم تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بعض دفعہ آنحضور ﷺ کے ساتھ رات گزارا کرتا تھا۔ میں آپؐ کی خدمت میں پانی لے کر حاضر ہوتا جس سے آپؐ وضو وغیرہ فرماتے ایک ایسے ہی موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو۔ تیری کیا آرزو ہے؟ میں نے عرض کیا۔ مجھے اور تو کچھ نہیں چاہئے بس میری تو یہی خواہش ہے کہ جنت میں بھی آپ کی رفاقت نصیب ہو۔ فرمایا کوئی اور تمنا ہو تو وہ بھی پیش کر دو۔ میں نے عرض کیا حضورؐ! بس میری تو یہی تمنا ہے۔ فرمایا میری اس طرح مدد کرو کہ عبادت کثرت سے بجا لایا کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰة باب فضل السجود والحث علیه)

کبھی تو اس سے ملاقات ہوگی جلسے پر　　کبھی تو آئے گا وہ وصل کے مہینوں میں

یہ تصویر حضور انور ایدہ اللہ نے الفضل کے سالانہ نمبر 1999ء کے لئے عطا فرمائی ہے

جلسہ سالانہ برطانیہ 1999ء
کے موقع پر
سیدنا
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع
ایدہ اللہ تعالیٰ
کا خطاب

WELCOME TO
JALSA SALANA
1999

عرش سے تا فرش اک نظارہ و آواز تھا
جب وہ اترا جامہء نور سخن پہنے ہوئے

جلسہ سالانہ برطانیہ 1999ء کے موقع پر ریکارڈ حاضری ہوئی۔ مردوں کی مارکی میں حاضرین کا ایک منظر

ہمارے چہروں کی مسکراہٹ نہ چھن سکی ہے نہ چھن سکے گی
کہ ہم ہیں بے نور محفلوں میں وفا کی شمعیں جلانے والے

بیت الفتوح کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شامل چار انگریز اور ایک ویسٹ انڈین نو احمدی۔ روحانی خوشی و مسرت سے معمور چہروں کے ساتھ

جلسہ سالانہ برطانیہ 1999ء کے بعض مہمان۔ دائیں سے بائیں۔ مکرم افتخار احمد ایاز صاحب امیر جماعت برطانیہ۔
جناب گوپال سنگھ ڈھلوں میئر ہنسلو۔ جناب ٹونی کول مین رکن برٹش پارلیمنٹ جنہوں نے برطانوی وزیر اعظم کا پیغام پڑھ کر سنایا

صرف محبت کرتا ہوں

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آنحضور ﷺ سے پوچھا قیامت کب ہو گی؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو۔ تو نے اس کے لئے تیاری کیا کی ہے؟ اس دیہاتی نے جواب دیا۔ تیاری صرف اتنی ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کا دم بھرتا ہوں۔ تب حضورؐ نے فرمایا تجھے اس کا ساتھ ضرور نصیب ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب ماجاء فی قول الرجل ویلک)

صحبت کی تمنا

آنحضور ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملی تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لائے اور یہ خبر پہنچائی آپ نے بے ساختہ عرض کیا الصحبۃ یا رسول اللہ! حضورؐ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ فرمایا ضرور، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس پر حضرت ابوبکرؓ اتنے خوش ہوئے کہ مارے خوشی کے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ الجزء الثالث ص 178 لحافظ ابن کثیر طبعۃ اولی 1966ء ناشر مکتبہ معارف بیروت)

آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی

جنگ بدر کے موقع پر آنحضور ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اٹھ کھڑے ہوئے اور سب انصار کی نمائندگی میں آنحضور ﷺ کو اپنی وفا کا یوں یقین دلایا الفاظ یہ تھے۔

"یا رسولؐ اللہ! ہم آپؐ پر ایمان لائے۔ آپؐ کی تصدیق کی۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ صداقت کے علمبردار ہیں۔ ہم نے عہد باندھا ہے کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ یا رسول اللہ! آپؐ نے جو بھی ارادہ فرمایا ہے۔ اس پر عمل کیجئے! ہم آپؐ کے ساتھ ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ جو سامنے سمندر ہے اگر آپؐ ہمیں اس میں گھس جانے کا فرمائیں اور آپؐ خود اس میں داخل ہو رہے ہوں تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہی اس میں گھس جائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم اس بات سے ہرگز نہیں ڈرتے کہ آپؐ ہمیں ساتھ لئے کل دشمن کے خلاف نبرد آزما ہوں گے۔ ہم تو جنگ میں ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کارنامے بجالانے کی توفیق دے گا جن سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام الجزء الثانی ص 133 دار التوفیقیۃ للطباعۃ بالازھر)

صحابہ تو آپؐ کی محبت میں ایسے سرشار تھے کہ آپؐ کے ایک اشارے پر کٹ مرنے کو تیار تھے وہ تو بس آپؐ کے لبوں کی حرکت کے منتظر تھے۔ وہاں تو یہ حال تھا۔

یہ لب کھلیں تو تڑپ جائیں سینکڑوں نغمے
یہ آنکھ اٹھے تو چھلک جائے کیفِ میخانہ

اگر آپؐ سلامت ہیں

آنحضور ﷺ جب جنگ احد سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کا استقبال کرنے والوں میں حضرت سعد بن معاذ کی والدہ کبشہ بنت رافع بھی تھیں۔ ان کے بیٹے حضرت عمرو بن معاذ بھی اس جنگ میں شہادت پا چکے تھے۔ حضورؐ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت سعد، گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ سے اپنی والدہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔ یا رسول اللہ! یہ میری والدہ ہیں جو آپؐ سے ملنے آئی ہیں۔ حضورؐ انہیں بڑی گرمجوشی سے ملے۔ وہ آگے آئیں آنحضور ﷺ کے رخ انور پر نگاہ ڈالی اپنے بیٹے کی شہادت کا غم بھول گیا بے ساختہ کہنے لگیں۔ جب آپؐ سلامت ہیں تو اس کے بالمقابل ہر مصیبت ہیچ ہے!

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ص 444 مؤلفۃ امام شیخ حسین بن محمد بن حسن الجزء الاول موسسہ شعاب للنشر والتوزیع بیروت)

کوئی پرواہ نہیں

حضرت عبیدہ بن حارث، جنگ بدر میں زخمی ہو گئے۔ آپ کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان کا سر، اپنے زانو پر رکھ لیا اس حالت میں آپ نے محبت رسول سے سرشار ہو کر کہا یا رسول اللہ! اگر ابو طالب مجھے (اس حالت میں) دیکھتے تو جان لیتے کہ ان کے اس شعر کا میں سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ
و نذھل عن ابنائنا وحلائل

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام الجزء الاول ص 194 دار التوفیقیۃ للطباعۃ بالازھر)

تم نے غلط خیال کیا ہے کہ ہم انہیں (حضرت محمد ﷺ) تمہارے حوالے کر دیں گے۔ ہرگز نہیں ہم تو ان کے گرد، ان کی حفاظت کی خاطر، لڑتے ہوئے کشتوں کے پشتے لگا دیں گے اور اس راہ میں اپنی بیویوں اور بچوں کی بھی پرواہ نہیں کریں گے۔

زندگی بے رونق ہو گئی

صحابہ کے لئے آنحضور ﷺ کا وجود، زندگی کی روح رواں تھا۔ اسی دم سے ان کی زندگی میں رونق تھی حضورؐ کی وفات کے ساتھ یہ زندگی گزارنا اجیرن ہو گیا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے آنحضور ﷺ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا وہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضورؐ کی وفات سے ان کی زندگی بے رونق ہو گئی، ان کے لئے جینا دشوار ہو گیا ان کے دو عربی اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"کیا میں آپؐ کے بغیر مدینہ میں لوگوں کے درمیان رہ سکوں گا اے کاش صبح صبح مجھے کالے ناگوں کا زہر پلا دیا جاتا، یا آج کی شام یا کل کی شام اللہ کا امر (پیام اجل) ہمارے لئے نازل ہو جاتا اور ہمارا (آخری) وقت آ جاتا۔ اگر ایسا ہو تو ہم پھر اس پاک و طیب ہستی سے جا ملیں جس کی فطرت خالص اور اصل شریف ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام الجزء الرابع ص 82 دار التوفیقیۃ للطباعۃ بالازھر)

اے مکہ کی وادی اور اے مدینہ کی وادی! تو کتنی خوش نصیب ہے کہ تمہاری سرزمین پر نور خدا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں چمکا، پھر اس پر فدا ہونے والے اصحابی کالنجوم بھی تمہارے حصے میں آئے۔ تو کتنی عظیم وادی ہے جس میں ہر سو محبت ہی محبت تھی۔ پیار ہی پیار تھا۔ الفت تھی۔ انس تھا۔ اپنائیت تھی فدائیت تھی۔ جان نثاری تھی۔ ایسی محبت اور ایسا پیار بھلا دوسری وادیوں نے کہاں دیکھا ہو گا۔ تو تو وادی عشق تھی جہاں صحابہ نے اپنے حبیبؐ کے عشق میں اپنے خون سے ایسی محبت بھری داستانیں رقم کیں جو رہتی دنیا تک زبان زد عام رہیں گی۔

اللہ کرے ہم سب اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ ساتھ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی محبت میں سرشار ہوں۔

قَصِيْدَةٌ فِیْ مَدْحِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں حضرت مسیح موعود کا پاکیزہ کلام

۱۔ اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءِ قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰى بِضِيَاءِ

۲۔ تَرَكُوْا اَقَارِبَهُمْ وَحُبَّ عِيَالِهِمْ جَاءُوْا رَسُوْلَ اللهِ كَالْفُقَرَاءِ

۳۔ ذُبِحُوْا وَمَاخَافُوا الْوَرٰى مِنْ صِدْقِهِمْ بَلْ اٰثَرُوا الرَّحْمٰنَ عِنْدَ بَلَاءِ

۴۔ تَحْتَ السُّيُوْفِ تَشَهَّدُوْا لِخُلُوْصِهِمْ شَهِدُوْا بِصِدْقِ الْقَلْبِ فِی الْاِمْلَاءِ

۵۔ حَضَرُوا الْمَوَاطِنَ كُلَّهَا مِنْ صِدْقِهِمْ حَفَدُوْا لَهَا فِیْ حَرَّةٍ رَجْلَاءِ

۶۔ اَلصَّالِحُوْنَ الْخَاشِعُوْنَ لِرَبِّهِمْ اَلْبَائِتُوْنَ بِذِكْرِهٖ وَبُكَاءِ

۷۔ قَوْمٌ كِرَامٌ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَهُمْ كَانُوْا لِخَيْرِ الرُّسْلِ كَالْاَعْضَاءِ

۸۔ مَاكَانَ طَعْنُ النَّاسِ فِيْهِمْ صَادِقًا بَلْ حَشْنَةٌ نَشَأَتْ مِنَ الْاَهْوَاءِ

۹۔ اِنِّیْ اَرٰی صَحْبَ الرَّسُوْلِ جَمِيْعَهُمْ عِنْدَ الْمَلِيْكِ بِعِزَّةٍ قَعْسَاءِ

۱۰۔ تَبِعُوا الرَّسُوْلَ بِرَحْلِهٖ وَ ثَوَاءِ صَارُوْا بِسُبُلِ حَبِيْبِهِمْ كَعِفَاءِ

۱۱۔ نَهَضُوْا لِنَصْرِ نَبِيِّنَا بِوَفَاءِ عِنْدَ الضَّلَالِ وَفِتْنَةٍ صَمَّاءِ

۱۲۔ وَ تَخَيَّرُوْا لِلّٰهِ كُلَّ مُصِيْبَةٍ وَتَهَلَّلُوْا بِالْقَتْلِ وَالْاِجْلَاءِ

۱۳۔ يَارَبِّ فَارْحَمْنَا بِصَحْبِ نَبِيِّنَا وَاغْفِرْ وَاَنْتَ اللهُ ذُو الْاٰلَاءِ

سِرُّ الخلافة

۱۔ وَقَدِ اقْتَفَاكَ أُولُو النُّهٰى وَبِصِدْقِهِمْ وَدَعُوْا تَذَكُّرَ مَعْهَدِ الْاَوْطَانِ

۲۔ قَدْ اٰثَرُوْكَ وَفَارَقُوْا أَحْبَابَهُمْ وَتَبَاعَدُوْا مِنْ حَلْقَةِ الْاِخْوَانِ

۳۔ قَدْ وَدَّعُوْا أَهْوَاءَهُمْ وَنُفُوْسَهُمْ وَتَبَرَّءُوْا مِنْ كُلِّ نَشَبٍ فَانِ

۴۔ ظَهَرَتْ عَلَيْهِمْ بَيِّنَاتُ رَسُوْلِهِمْ فَتَمَزَّقَ الْاَهْوَاءُ كَالْاَوْثَانِ

۵۔ جَاءُوْكَ مَنْهُوْبِيْنَ كَالْعُرْيَانِ فَسَتَرْتَهُمْ بِمَلَاحِفِ الْاِيْمَانِ

۶۔ صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

۷۔ حتی انْثَنٰی بَرًّ كَمِثْلِ حَدِيْقَةٍ عَذْبِ الْمَوَارِدِ مُثْمِرِ الْاَغْصَانِ

ترجمہ قصیدہ

1۔ بے شک دانشمندوں نے تیری پیروی کی ہے اور اپنے صدق کی وجہ سے انہوں نے وطنوں کی یاد بھلادی ہے۔

2۔ بے شک انہوں نے تجھے مقدم کرلیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائیوں کے دائرہ سے دور ہو گئے۔

3۔ انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو یکسر چھوڑ دیا اور ہر فانی مال و منال سے بیزار ہو گئے۔

4۔ ان پر اپنے رسول کے روشن دلائل ظاہر

مسلسل صفحہ 35 پر

ترجمہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مدح میں قصیدہ

1- یقیناً صحابہؓ سب کے سب سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے مخلوقات کا چہرہ اپنی روشنی سے منور کر دیا۔

2- انہوں نے اپنے اقارب کو اور عیال کی محبت کو بھی چھوڑ دیا اور رسول اللہ کے حضور میں فقراء کی طرح حاضر ہو گئے۔

3- وہ ذبح کئے گئے اور اپنے صدق کی وجہ سے مخلوق سے نہ ڈرے بلکہ مصیبت کے وقت انہوں نے خدائے رحمٰن کو اختیار کیا۔

4- اپنے خلوص کی وجہ سے وہ تلواروں کے نیچے شہید ہو گئے اور مجالس میں انہوں نے صدق قلب سے گواہی دی۔

5- اپنے صدق کی وجہ سے وہ تمام میدانوں میں حاضر ہو گئے۔ وہ ان میدانوں کی سنگلاخ سخت زمین میں جمع ہو گئے۔

6- وہ صالح تھے' اپنے رب کے حضور عاجزی کرنے والے تھے وہ اس کے ذکر میں رو رو کر راتیں گذارنے والے تھے۔

7- وہ بزرگ لوگ ہیں۔ ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وہ خیرالرسل کے لئے بمنزلہ اعضاء کے تھے۔

8- لوگوں کے طعن ان کے بارے میں سچے نہ تھے بلکہ وہ ایک کینہ ہے جو ہوا وہوس سے پیدا ہوا ہے۔

9- میں رسولؐ کے تمام کے تمام صحابہؓ کو خدا کے حضورؐ میں دائمی عزت کے مقام پر پاتا ہوں۔

10- انہوں نے رسولؐ کی پیروی کی سفر اور حضر میں اور وہ اپنے حبیب کی راہوں میں خاک راہ ہو گئے۔

11- وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے وفاداروں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے گمراہی اور سخت فتنہ کے وقت میں۔

12- اور انہوں نے اللہ کی خاطر ہر مصیبت کو اختیار کر لیا اور قتل اور جلاوطنی کو بھی بخوشی قبول کر لیا۔

13- اے میرے رب ہم پر بھی نبیؐ کے صحابہ کے طفیل رحم کر اور ہماری مغفرت فرما اور تو ہی نعمتوں والا ہے

بسا اوقات رسولؐ اللہ کی عدم موجودگی میں بھی حضرت عائشہؓ نے ازخود بعض وفود کی ضیافت کا ایسا اہتمام کیا کہ رسول کریم ﷺ واپس تشریف لائے اور آتے ہی نووارد وفد سے دریافت فرمایا کہ ان کی کوئی خاطر تواضع بھی ہوئی ہے یا نہیں؟ تو مہمانوں نے خود بتایا کہ ان کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارت باب الاستنشاق)

الغرض مہمانوں کی بے لوث خدمت اور مہمان نوازی بھی تبلیغ کا ایک عمدہ ذریعہ بن گئی۔ جس میں صحابیات کا نمایاں کردار آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کے نقش قدم پر چل کر دعوت الی اللہ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ 70

چھا گیا۔ بتدریج ان "الکیمیا" کی سرگرمیاں زیادہ عوامی اور ہمدردانہ ہو گئیں اور اپنے تصورات کی ترسیل اور موزانہ انہیں سود مند معلوم ہوا۔ ناعاقبت اندیشانہ تدریجی مدارج کے بعد بالآخر "الکیمیا" اولین آزمودہ فلاسفہ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

قدیم "الکیمیا" "فلفی کا پتھر" جو بنیادی دھاتوں کو سونے میں تبدیل کر سکتا تھا' اور آب حیات کے حصول کے لئے کوشاں رہے' انہوں نے جدید تجرباتی علوم کے منہاج کی بنیاد رکھی جس نے نتیجتاً انسان کو دنیا اور خود اپنی تقدیر پر لامحدود اختیار عطا کیا۔"

(مختصر تاریخ عالم مترجم محمد عاصم بٹ ص 202' 207 ناشر تخلیقات لاہور۔ اشاعت جنوری 1996ء)

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہؓ نے فانی فی الرسولؐ کی حیثیت سے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا اور نئے ارض و سماء پیدا کر ڈالے۔

بقیہ ص 34

ہوئے تو ان کی نفسانی خواہشیں بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

5- وہ تیرے پاس لٹے پٹے برہنہ شخص کی مانند آئے تو تو نے انہیں ایمان کی چادریں اوڑھا دیں۔

6- ۔تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تو تو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

7- ۔یہاں تک کہ خشک ملک اس باغ کی مانند ہو گیا جس کے چشمے شیریں ہوں اور جس کی ڈالیاں پھلدار ہوں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بقیہ صفحہ 15

آدمیوں میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام میں آفتاب صداقت کے نور سے منور ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمان اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے۔

اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی عام مسلمانوں کی طرح کفار کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہے۔

عثمان بن عبیداللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور حضرت طلحہؓ کا حقیقی بھائی تھا ان کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ہی رسی میں باندھ کر مارا کہ تشدد سے عاجز آکر اپنے نئے مذہب کو ترک کر دیں لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا۔ آپ نے اپنے بھائی کے تشدد کو برداشت کیا

لیکن رسیوں میں جکڑے ہونے کے باوجود شمع ایمان کو روشن کئے رکھا۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ تالیف از ابن الاثیر الجلد الثالث ص 59-60 مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان)

بقیہ صفحہ 50

حضرت ام سلیمؓ اپنے بچوں کو بھوکا سلا کر اور خود بھی بھوکے رہ کر رسولؐ اللہ کے مہمان کا اکرام کرتے نظر آتی ہیں تو کہیں حضرت ام شریک جیسی دولت مند اور فیاض صحابیہ ہیں جو اپنا مکان تک نووارد مہمانوں کے لئے پیش کر دیتی ہیں۔

پھر ایک بہترین نمونہ ازدواج مطہرات کا ہے کہ رسول اللہ کے پاس آنے والے وفود کی اولین ضیافت کی توفیق انہیں کو ملتی تھی۔ بلکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی عظیم الشان قربانیوں کا دلگداز تذکرہ

انہوں نے خدا کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہا دیا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ 2 اکتوبر 98ء سے اقتباسات

- سب سے پہلے یہ یاد رکھنے کے لائق بات ہے کہ اول خون بہانے والے آنحضرت ﷺ تھے۔ آپ کا خون بارہا اس طرح بہا ہے جیسے قربانیاں ذبح کردی گئی ہوں۔ ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ ایسا ہوا ہے اور آپ ہی ان معنوں میں اول الشہداء ہیں اور آپ کے بڑھنے سے پھر باقی قوم نے قدم آگے بڑھایا۔ **اگر آنحضرت ﷺ کا خون اس راہ میں نہ بہایا جاتا تو صحابہؓ کو توفیق نہ مل سکتی تھی کہ اس شان کے ساتھ خدا کے حضور اپنے خون کی قربانیاں پیش کریں اور آج بھی اسی دور کا فیض ہے آنحضور ﷺ کے غزوات میں اقدام کا فیض ہے کہ ہمیں بھی یہ توفیق مل رہی ہے۔**

اب اللہ مجھے ضبط کی توفیق دے کیونکہ یہ بہت ہی اہم مضمون ہے لیکن بہت دردناک ہے۔ ابوحازم بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری کتاب المغازی سے لی گئی ہے کہ سہلؓ بن سعد سے رسول اللہ ﷺ کے زخموں کی بابت پوچھا گیا۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زخموں کو دھونے والے اور پانی ڈالنے والے دونوں کو دیکھا ہے، میں دونوں کو جانتا ہوں۔ نیز جس چیز سے علاج کیا گیا تھا وہ بھی میرے علم میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ زخموں کو دھوتی تھیں اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ڈھال سے پانی ڈالتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون زیادہ بہتا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور راکھ زخم پر لگادی اس طرح خون رک گیا۔

یہ آج کے زمانے کے لئے بھی ایک سبق ہے جب اور کوئی فوری چیز میسر نہ ہو تو راکھ جلا کر ڈالنے کا طریق عربوں میں رائج تھا اور یہ بہت عمدہ طریق ہے اس پہلو سے کہ اس میں تمام جراثیم جلنے سے مرجاتے ہیں اور راکھ میں خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے کہ خون جذب کر کے وہ اس مقام پر جہاں سے خون بہہ رہا ہو، بیٹھ جاتی ہے اور خون بند ہو جاتا ہے۔ یہ ضمناً میں عرض کر رہا ہوں کیونکہ ایسے واقعات جماعت میں ہوتے رہتے ہیں ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس روز حضورؐ کے سامنے والے دندان مبارک ٹوٹ گئے تھے، آپؐ کا چہرہ مبارک زخمی تھا اور خود ٹوٹ چکا تھا اور ٹوٹا ہوا خود آپؐ کے سر میں دھنس گیا تھا یہاں تک کہ جب نکالنے والے نے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تو اپنے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اس قدر شدت کے ساتھ وہ اندر دھنسا ہوا تھا۔

کتاب الجہاد والسیر، بخاری ہی سے ایک حدیث لی گئی ہے۔ حضرت جندبؓ بن سفیان بیان فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کسی جنگ میں تھے کہ آپ کی انگلی زخمی ہوگئی یعنی سارا بدن زخموں سے چور رہا ہے مختلف وقتوں میں لیکن ایک جنگ میں انگلی کو زخم آیا تو آپؐ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔ تُو تو صرف انگلی ہی ہے اور نصیب دیکھ اپنا کہ خدا کی راہ میں خون بہاری ہے۔ پس وہ مختلف مواقع پر خدا کے پیار کی نظریں پڑا کرتی تھیں سب سے زیادہ وہ مواقع آنحضرت ﷺ کو نظر آئے ہیں اور خدا نے ان مواقع کو اس پیار سے دیکھا کہ جس پیار سے آنحضور ﷺ انگلی کو دیکھ رہے تھے وہ اللہ کی نظریں پڑ رہی تھیں جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے (-) تو نے تیر نہیں چلایا بلکہ اللہ نے تیر چلایا تو گویا خدا کے الفاظ میں آپ اس انگلی کو مخاطب تھے کہ بڑی خوش نصیب ہے تو اللہ کی راہ میں تجھے خون بہانے کی توفیق مل گئی۔

بخاری کتاب الجهاد باب قول الله عزوجل اس میں حضرت انسؓ سے ایک روایت مروی ہے۔ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انسؓ بن نضر جنگ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے اور اس کا ان کو بڑا افسوس ہوا تھا۔ آپؓ نے ایک دفعہ کہا اے اللہ کے رسول پہلی جنگ جو آپؐ نے مشرکین سے لڑی اس میں میں شامل نہیں ہو سکا، **آئندہ کبھی مشرکین سے جنگ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو میں اللہ کو دکھاؤں گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔** چنانچہ وہ آیت کریمہ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منهم من قضى نحبه ان قربانی دینے والوں میں ان خدا کی راہ میں خون بہانے والوں میں سے وہ بھی تھے کہ جنہوں نے اپنی منتوں کو پورا کردیا۔ بڑا دعویٰ کیا کہ میں خدا کو دکھاؤں گا اور واقعتہً دکھادیا۔

ان کے متعلق جو واقعہ درج ہے وہ یہ ہے۔ جب احد کی لڑائی ہوئی تو ایک موقع ایسا آیا کہ مسلمان بکھر گئے۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ لوگ بارہا سن چکے ہیں جب جنگ نے پانسا پلٹا اور تھوڑی دیر کے لئے مسلمان بکھر گئے اس وقت کی بات ہے۔ اس پر انسؓ نے کہا یہ انس بن مالک کی روایت ہے مگر ان کے چچا کا نام بھی انس تھا، تو انس نے کہا سے مراد ہے کہ انس بن نضرؓ نے جن کی قربانی کا واقعہ ہے انہوں نے کہا۔ اے میرے اللہ میں تیرے حضور ان لوگوں کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ عجیب پیارا کلام ہے۔ وہ صحابہ جو بکھر گئے تھے آپ جانتے تھے کہ جان کے نہیں بکھرے مجبور و بے اختیار ہو گئے ہیں۔ تو اللہ کے حضور کہتے ہیں میں معذرت چاہتا ہوں اور معذرت پیش کرنے والے کے اوپر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی بہادری اور اپنی قربانی کے ذریعے ثابت کردے کہ جو مجبور نہ ہوئے ہوں جن کو یہ اختیار ہوا ہے اور کہ میدان جنگ میں اپنی جان جھونک دیں وہ یہ کیا کرتے ہیں تو گویا آپؓ نے صحابہؓ کو اپنی قربانی شامل کرلیا۔ میں اس معذرت کے کلام کو یوں سمجھتا ہوں کہ اس معذرت کے ساتھ پھر آپ نے جو جانی قربانی پیش کی ہے وہ اس معذرت کے قبول کرنے میں مددگار ہو گی اور ساتھ یہ کہا کہ میں دشمنوں کے ظالمانہ سلوک سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کو سعدؓ بن معاذ ملے۔ انسؓ بن نضر نے ان سے کہا اے سعد! دیکھو جنت قریب ہے۔ رب کعبہ کی قسم مجھے احد کے ادھر سے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ سعدؓ نے اسی جنگ احد کے دوران جب شہداء بکھرے پڑے تھے اور ان کی تلاش ہو رہی تھی۔ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کہ اس طرح میرے چچا مجھے ملے تھے پھر وہ دشمن پر حملہ کرتے ہوئے اسی ریلے میں کہیں غائب ہوگئے، پھر ان کا پتہ نہیں چلا۔ حضرت انس جو اس واقعہ کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے چچا انس کو ایسی حالت میں شہید پایا کہ اسی (80) سے کچھ اوپر تلوار، نیزے یا تیر کے زخم آئے تھے۔ مشرکین نے ان کی شکل بگاڑ دی تھی۔ کوئی اس نعش کو پہچان نہیں سکتا جسے اتنے زخم آئے ہوں اندازہ کریں کہ وہ آخر وقت تک جب تک دم میں دم تھا لڑتے رہے اور ان کی بہادری کی وجہ سے، ان کے غیر معمولی جرات کے ساتھ حملے کے نتیجے میں بہت سے دشمنوں کو زک اٹھانی پڑی ہے اور اس غصے میں جیسا کہ عربوں میں دستور تھا وہ چہرہ بگاڑ دیا کرتے تھے یعنی نعش کا چہرہ بگاڑ دیا کرتے تھے تو وہ پہچانے نہیں جاسکتے تھے۔ پھر ایسے حال میں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ کو بھیجا کہ جاؤ تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ ان کی بہن ساتھ تھیں انہوں نے پہچانا اور انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ ان کی انگلی پر کوئی نشان تھا جو کٹی ہوئی، زخمی انگلی، جو نشان دکھائی دے رہا تھا۔ چنانچہ روایت کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں یہ آیت اسی قسم

کے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کہ مومنوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اسے پورا کر دکھایا (-) اور وہ اپنے اس عہد میں سچے نکلے۔

حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے آپ نبی کریم ﷺ کا چہرہ تیروں سے بچا رہے تھے' اپنے ہاتھ پر تیر لے رہے تھے۔ ہاتھ پر معمولی سا بھی کانٹا چبھ جائے تو انسان کا ہاتھ پیچھے ہٹ جاتا ہے' سوئی چبھوئی جائے تو اور بھی زیادہ' خنجر لگے تو اندازہ کریں کہ کتنی بے اختیاری میں انسان کا ہاتھ از خود پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ایک غیر معمولی عزم کے سوا انسان کو توفیق ہو کہ وہ ہاتھ اسی طرح سامنے رکھے۔ حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے سامنے یوں ہاتھ رکھا۔ جو بھی تیر اس طرف آتا تھا اپنے ہاتھ سے روکتے تھے۔ اس وقت تو آپؓ کو توفیق مل گئی کہ اس کو کھڑا رکھا پھر اس کے بعد ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ لنجا ہو گیا' ساتھ لٹکائے پھرتے تھے۔

اب وہ خدا جو چھوٹے چھوٹے زخموں کے نشان پر بھی پیار کی نظر ڈالتا ہے' جو اپنی عبادت کے وقت پڑنے والے گٹوں پر بھی پیار کی نظر ڈالتا ہے' اندازہ کریں کہ حضرت طلحہؓ کے اس ہاتھ کو کس پیار سے دیکھتا ہوگا۔ خدا کی قسم دنیا میں کوئی لنجا ایسا نہیں جس کے ہاتھ پر خدا کے پیار کی نظریں اس طرح پڑتی ہوں جس طرح طلحہؓ کے ہاتھ پر پڑتی رہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں حضرت حمزہؓ کی قربانی کا ذکر ہے۔ یہ مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں پایا گیا کہ آپ کا پیٹ چاک تھا' ہند نے آپ کا کلیجہ نکال کر چبا لیا تھا مگر اسے نگل نہیں سکی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کلیجہ نکال کے چبانے کی کوشش کی ہے تو پھر وہ الٹ گئی' اس کو الٹی آگئی جس کی وجہ سے جس طرح وہیل مچھلی نے حضرت یونس کو باہر پھینک دیا تھا اسی طرح یہ کلیجہ اس کے پیٹ میں جانا مقدر نہیں تھا' یہ کلیجہ معزز تھا۔ اس کے چبانے کے متعلق لوگ کہتے ہیں یعنی عام طور پر روایات میں آتا ہے کہ کلیجہ چبا کے کھا گئی یہ غلط بات ہے۔ کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے ناپاک پیٹ کو اللہ نے توفیق نہیں دی کہ وہ اس ناپاک پیٹ میں حضرت حمزہؓ کا کلیجہ ڈال سکے۔ چنانچہ اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ الٹ دیا اس نے اور کلیجہ نہ کھا سکی۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس نے حمزہ کے کلیجے کا کچھ حصہ نگلا ہے۔ اب اس سے آنحضور ﷺ کی باریک نظر کو دیکھیں۔ آپؐ کو یقین تھا کہ ناممکن ہے کہ وہ نگل گئی ہو۔ عرض کی گئی' نہیں کچھ حصہ بھی نہیں نگل سکی۔ آپ نے فرمایا اللہ نے حمزہ کا کوئی حصہ آگ میں ڈالنا پسند نہیں کیا۔ پس یہ استنباط محض میرا ذوقی استنباط نہیں۔ میرا بھی یہی استنباط تھا مگر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی جب میں نے آنحضرت ﷺ کے لفظوں میں یہ بات سن لی کہ اس لئے خدا نے پسند نہیں کیا۔ اس روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھائی۔ کس طرح ایسا ہوا کہ ایک ہی نماز جنازہ ستر بار پڑھائی گئی ہو۔ وجہ یہ تھی کہ جب بھی کسی شہید کا جنازہ پڑھتے تھے یعنی احد میں اور ستر شہداء تھے تو ہر ایک کے ساتھ حضرت حمزہؓ کو شامل کر لیتے تھے اس لئے اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آنحضور ﷺ نے ستر بار حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت مسیح موعود (-) نے انہی قربانیوں کا ذکر اپنے اشعار میں بھی بکثرت فرمایا ہے اور ان اشعار کے علاوہ تحریرات میں بھی آنحضور ﷺ کی خاطر آپ کے ساتھیوں کے جو خون بہائے گئے ہیں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ چونکہ جو تراجم تھے' بہت سی عربی زبان کی تحریریں ہیں وہ شعر بھی اور نثر بھی اس لئے چونکہ تراجم جو تھے ان پر مجھے تسلی نہیں تھی جب تک میں خود تفصیل سے نظر نہ ڈالتا اور اچھا ہوا کہ وہ نظر ڈالی گئی کیونکہ بہت جگہ ترجموں میں سقم رہ گئے تھے معلوم ہوتا ہے ترجمے بعد میں کئے گئے ہیں' کسی اور نے کئے لیکن جو

ترجمے حضرت مسیح موعود نے خود کئے وہ تو بہرحال درست ہیں اور اگرچہ وہ معنوی رنگ رکھتے ہیں بعض دفعہ بامحاورہ ہیں لیکن یقیناً سوفیصدی درست ہیں۔ تو اس لئے اس بحث میں پڑنے کی بجائے کہ کونسا لفظ حضرت مسیح موعود (-) کی تحریر' اپنے ہاتھ کا ترجمہ تھا اس کا وقت نہیں تھا کیونکہ اب ربوہ کو بھیجتا تو وہاں سے وہ تحقیق کرتے' بتاتے کہ اس کتاب کا ترجمہ کب ہوا۔ اس ترجمے میں جو پہلی اشاعت تھی' مسیح موعود (-) نے خود اپنے ہاتھ سے ترجمہ کیا تھا کہ نہیں اس لئے اس تحقیق و جستجو کا وقت نہ ہونے کی وجہ سے میں نے از خود جو ترجمہ کیا ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور سردست چند اشعار میں لے سکا ہوں کیونکہ اتنا وقت نہیں تھا کہ تمام اشعار اور عربی تحریروں کا بذات خود ترجمہ کر سکوں۔ فرماتے ہیں۔

قاموا باقدام الرسول بغزوهم
كالعاشق المشغوف فی المیدان
فدم الرجال لصدقهم فی حبهم
تحت السیوف اریق كالقربان

(آئینہ کمالات اسلام' روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 591)

صحابہ رضوان اللہ علیہم آنحضرت ﷺ کے میدان جنگ میں اقدام کی وجہ سے اپنے غزوات کے دوران ایک عشق میں مبتلا عاشق کی طرح ڈٹ جایا کرتے تھے' یعنی اقدام آنحضرت ﷺ کا تھا۔ غزوات میں آپ سب سے آگے چلتے تھے اور آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے اقدام کو دیکھتے ہوئے صحابہ بھی بڑھا کرتے تھے تو غزوات میں وہ بڑھتے تھے مگر ایسے بڑھتے تھے جیسے ایک عاشق مشغوف ہو' جس کو عشق نے پاگل کر دیا ہو۔

پس ان جوانمردوں کا خون اپنی محبت میں' اپنی سچائی کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہا دیا گیا۔ اب قربانیوں کا خون بہتا ہوا تو سب نے دیکھا ہے۔ اگر کسی کو کوئی نماز روزے کی توفیق نہ بھی ملے تو آج کل رواج ہے کہ قربانی پیش کرنے میں ضرور کوشش کی جاتی ہے تو حضرت مسیح موعود (-) فرماتے ہیں جس طرح قربانی کا خون یہ سب جانتے ہیں کہ کیسے بہتا ہے' کس طرح اچھل اچھل کر نکلتا ہے اس طرح آنحضرت ﷺ کا خون اللہ کی محبت میں بہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقدام کے نتیجے میں بہا ہے اور اللہ کی محبت محمد رسول اللہ کی محبت کی بناء پر نصیب ہوئی۔ ایک ایسا عاشق جو پاگل ہو رہا ہو عشق میں ایسے عاشق کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔

ایک دوسری جگہ سر الخلافہ' روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 397 پر حضرت مسیح موعود کا یہ شعر ہے۔

ذبحوا وما خافوا الورىٰ من صدقهم
بل اثروا الرحمان عند بلاء
تحت السیوف تشهدوا لخلوصهم
شهدوا بصدق القلب فی الاملاء

وہ اپنے صدق کی وجہ سے ذبح کئے گئے اور لوگوں سے خوف نہ کھایا بلکہ ہر سخت ابتلاء کے دوران رحمٰن کو ترجیح دی۔ انہوں نے اپنے خلوص کی وجہ سے تلواروں کے سایہ تلے حق کی گواہی دی۔ تحت السیوف تشھدوا۔ اب تشہد میں آپ بیٹھتے ہیں (کلمہ طیبہ) پڑھتے ہیں تو انہوں نے تلواروں کے سائے تلے یہ گواہیاں دی ہیں۔ یہ نہیں کہ آرام سے بیٹھے ہوئے تھے تو وہ درود پڑھ رہے تھے اور تشہد پڑھ رہے تھے' تلواریں چل رہی تھیں اس کے نیچے نیچے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

شھدوا بصدق القلب فی الاملاء ۔ کا ایک ترجمہ مجالس بھی ہے لیکن یہاں تو مجالس کی بات نہیں ہو رہی یہاں تو جنگوں کی بات ہو رہی ہے۔ پس املاء کا ایک مطلب ہے زندگی بھر' ساری زندگی' تو اسے ہی اس ترجمے کو میں نے اخذ کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ بنے گا۔ شھدوا بصدقھم۔ شھدوا کے لفظ میں حضرت مسیح موعود (-) نے دونوں معنے داخل فرمائے ہیں کیونکہ اس کے دونوں ہی معنے ہیں شھدوا کا ایک مطلب ہے گواہی دی اور ایک مطلب ہے شہید ہو گئے تو دراصل ان کا شہید ہونا ہی گواہی تھی۔ پس تشھدوا کا جو پہلا مضمون ہے وہی اس لفظ کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے کہ تلواروں کے سائے تلے محض زبانی گواہیاں نہیں دیں۔ یہ گواہیاں دیتے دیتے شہید ہو گئے اور ان کی شہادت یعنی خدا کی راہ میں جان دینا ہی دراصل وہ شہادت تھی جو ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہے گی۔ فی الاملاء کا مطلب ہے۔ عمر بھر ایسا ہی کرتے رہے جب تک ان کو توفیق ملی یہ دونوں باتیں ان کی فطرت ثانیہ بنی رہیں بلکہ فطرت اولیٰ کہنا چاہئے۔ یہی ان کی اول فطرت تھی یعنی اللہ کے ہو کر محمد رسول اللہ کے عشق میں مبتلا اور اس عشق کے نتیجے میں پھر اللہ کے عشق کا وہ مقام حاصل کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے عشق کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔

(روزنامہ الفضل 14 دسمبر 98ء)

نھب اللئام نشوبھم و عقارھم فتھللوا بجواھر الفرقان

(حضرت مسیح موعود)

رذیل لوگوں نے ان کے مال اور جائیداد کو لوٹ لیا مگر اس کے عوض قرآن کے موتی پا کر ان کے چہرے چمک اٹھے

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ قرآن

مکرم عبدالقدیر قمر صاحب مربی سلسلہ

افضل الرسل خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰؐ کے عاشقان صادق صحابہ کرام افضل الکتب و خاتم الکتب قرآن مجید کے ایسے عشاق تھے جس کی نظیر کرۂ ارض پر ملنی محال ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ انسان جس چیز سے محبت کرتا ہے عشق کرتا ہے اکثر اس کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ چلتے پھرتے۔ اٹھتے بیٹھتے ہر لحہ و ہر آن وہ ذکر اسکی نوک زبان رہتا ہے۔ یہی حال صحابہ کرامؓ کا تھا۔ قرآن انکی روح کی غذا تھی۔ وہ ہمیشہ تلاوت کلام پاک کرتے رہتے۔ بلکہ اکثر صحابہ نے تو قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا۔ جسے وہ بلاناغہ ہر روز پڑھتے۔ عشق قرآن کی انتہاء دیکھو کہ وہ اپنے وقت کا اندازہ بھی قرآن مجید کی پڑھی جانے والی آیات کی تعداد سے لگاتے۔

وقت کا اندازہ

ایک دفعہ کسی نے حضرت ام المومنین عائشہؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت نماز تہجد ادا کرتے تھے اور آپ کا سجدہ اتنا لمبا ہوتا تھا کہ جتنا تم میں سے کوئی پچاس آیات قرآن کریم کی پڑھے۔

(ریاض الصالحین باب فضل قیام الصلوٰۃ)

حوصلہ افزائی

جب بھی میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ صحابہؓ کے اس ذوق و شوق کو ملاحظہ فرماتے تو بہت خوش ہوتے۔ انکی حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے عجمی' بدوی سب صحابہؓ بیٹھے تلاوت کلام پاک کر رہے تھے۔ آپ کاشانہ نبوت سے نمودار ہوئے تو فرمایا۔

"پڑھے جاؤ۔ سب کا طرز اچھا ہے اس کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن کریم تو بہت اچھا پڑھے گی۔ لیکن اس کا مقصد حصول دنیا ہوگی۔ ثواب آخرت نہ ہو گا"۔

(حیاۃ صحابہ ص 118)

اسی طرح ایک دن سب صحابہ بیٹھے تلاوت کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔

"خدا کا شکر ہے۔ خدا کی کتاب ایک ہے اور تم میں سرخ۔ سیاہ۔ سفید ہر قسم کے لوگ ہیں"۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب مایجزی الامی والاعجمی من القراۃ)

شوق کی مہمیز

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس شوق و شغف کو دیکھ کر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"پورے ایک مہینے میں قرآن ختم کیا کرو۔ کہنے لگے کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا۔ بیس دن میں۔ عرض کیا۔ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ پندرہ دن میں۔ بولے مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا۔ دس دن میں۔ عرض پرداز ہوئے میں اس سے بھی زیادہ ہمت رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ سات دن میں۔ اور اب اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔"

(ابوداؤد ابواب شہر رمضان باب کم یقرا ء القرآن)

خوش الحانی سے تلاوت

بعض لوگوں کو قرآن پڑھتے دیکھا ہے یوں لگتا ہے جیسے سر سے بوجھ اتار رہے ہوں۔ مگر صحابہ کرامؓ ایسے نہ تھے۔ وہ بڑی خوش الحانی اور اچھی آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ نہایت خوش الحان تھے۔ ایک روز وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو استفسار فرمایا کہ کون قرآن پڑھ رہا ہے۔ لوگوں نے نام بتایا تو فرمایا۔

ان کو نغمۂ داؤدی عطا کیا گیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی خوش الحانی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت ابو عثمان نہدی فرماتے کہ میں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے۔ میں نے چنگ و بربط کی آواز کو ابو موسیٰ اشعریؓ کی آواز سے کوتاہ پایا ہے۔ وہ ہمیں نماز فجر پڑھاتے تھے۔ تو جی چاہتا تھا کہ پوری سورہ بقرہ پڑھ ڈالتے۔

(استیعاب تذکرہ ابوموسی)

حضرت ابو موسیٰ اشعری ہی نہیں انکا سارا قبیلہ ہی بڑا خوش الحان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ رات کو جب اشعری قبیلہ کے لوگ آتے ہیں تو میں انکی قرآن خوانی سے ہی انکو پہچان لیتا ہوں۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین)

قرآن کا ادب و احترام

تلاوت قرآن پاک کے وقت صحابہؓ انتہائی ادب و احترام کا خیال رکھتے۔ حضرت مصعب بن سعد کا بیان ہے کہ میں قرآن مجید پکڑے ہوئے تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے بدن کھجلایا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ جاؤ وضو کر کے آؤ۔

(مؤطا امام مالک کتاب الصلوۃ باب الوضوء من مس الفرج)

یہ کوئی فقہی فتویٰ نہیں۔ ادب کی انتہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر جب تک تلاوت سے فارغ نہ ہو جاتے کسی سے کلام نہ کرتے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ نساء کم حرث لکم)

خطرات و مصائب میں تلاوت

مکان کے چاروں طرف گھیرا ڈالے مفسدین حضرت عثمانؓ کے گھر سنگ باری کر رہے تھے۔ اس سخت مصیبت اور خوف کی حالت میں بھی حضرت عثمانؓ کو صرف تلاوت قرآن کا خیال تھا۔ موت آنکھوں میں آنکھیں ڈالے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ مگر آپ تلاوت میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے خون کے قطرات قرآن مجید کی اس آیت پر گرے۔

فسیکفیکھم اللہ

اور آپ نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

(استیعاب تذکرہ عثمانؓ بن عفان)

حفظ قرآن

جس چیز سے محبت ہو انسان اسے اپنے قلب و روح میں سمو لیتا ہے اور دل و دماغ میں بسا لیتا ہے۔ چنانچہ صحابہؓ قرآن مجید کی صرف زبانی تلاوت ہی نہ کرتے بلکہ اسے زبانی یاد کرتے۔ اپنے حافظے میں محفوظ کرتے۔ قرآن مجید کی اکثر سورتیں تمام صحابہ کو یاد تھیں۔ مگر مندرجہ ذیل صحابہ وہ خوش نصیب صحابہؓ تھے جنہوں نے حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی تمام قرآن مجید یاد کر لیا تھا۔ حضرت ابوبکر' حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت ابو ایوب انصاری۔ حضرت عبادہ بن صامت۔ حضرت ابی بن کعب۔ حضرت معاذ بن جبل۔ حضرت زید بن ثابت۔ حضرت ابو زید۔ حضرت سالم۔ حضرت ابو درداء۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا حافظ ہوں۔

(بخاری ابواب فضائل القرآن)

حضرت ابی بن کعبؓ کے بارے میں حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ وہ سب سے اچھے قاری ہیں۔ اسی بناء پر جب نماز تراویح شروع ہوئی تو انہیں ہی امام بنایا گیا۔

(بخاری باب فضل من قام رمضان)

قرآن مجید کے حفاظ کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ صرف جنگ یمامہ میں ستر کے قریب صحابہؓ شہید ہو گئے تھے جن کی شہادت کی وجہ سے ہی حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کا خیال پیدا ہوا۔ اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اس پر آمادہ کیا۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)

قلب صحابہ پر قرآنی اثر

قرآن مجید خدا کا پاک و بے ریب۔ مصفیٰ و مطہر کلام ہے۔ جس نے صحابہ کے دل کو صاف و شفاف آئینہ بنا دیا جس میں خدا کا نور جلوہ گر ہونے لگا۔ حضرت عمرؓ ایک دن قبول اسلام سے قبل (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرنے کیلئے گھر سے نکلے۔ لیکن جب قرآن مجید کی چند آیات سنیں تو انکا دل نور ایمان سے منور ہو گیا۔

(اصابہ تذکرۃ حضرت عمرؓ)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی سے قرآن مجید کے معجزانہ اثر کا ذکر سنا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔

(صحیح مسلم فضائل ابوذرؓ)

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جب یہ آیت سنی۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان...... تو ان کے دل پر جو اثر ہوا۔ انہی کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں ایمان میرے دل میں قرار پکڑ گیا اور میں محمد رسول اللہ سے محبت کرنے لگا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 ص 318)

حضرت جبیر بن مطعم نے جب یہ آیات سنیں ام خلقوا من غیر شی...... تو وہ خود کہتے ہیں کہ میرا دل اڑنے لگا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ طور)

حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو بے اختیار ہو کر مسلمان ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت طفیل دوسیؓ)

خالد العدوانی نے آپ کی زبان سے یہ آیت سنی۔ والسماء والطارق تو اسی وقت پوری سورہ کو یاد کر لیا اور بالآخر مسلمان ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 335)

تصحیح قراءۃ

آج ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارے پاس قرآن مجید اپنی اسی شکل و صورت اور اصل حالت میں موجود ہے۔ جس حالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس میں بھی صحابہ کرامؓ کی غیر معمولی کوشش۔ ہمت اور عشق کا دخل ہے۔ وہ برداشت ہی نہ کر سکتے تھے کہ کوئی اس قراءت کے خلاف تلاوت کلامؐ پاک کرے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے سیکھی ہے۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب نے ہشام بن حکیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورۃ فرقان پڑھتے سنا تو وہ فرماتے ہیں میں سنتا رہا تو دیکھا کہ وہ ایسی طرزوں پر پڑھ رہے ہیں جن طرزوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ سورت نہیں پڑھائی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے چادر انکے گلے میں ڈالی اور ان سے پوچھا یہ سورۃ تم کو کس نے پڑھائی ہے۔ انہوں نے کہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے کہا نہیں۔ تم درست بات نہیں کہہ رہے ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود مجھ کو یہ سورۃ اور طرز پر پڑھائی ہے۔ آخر میں انکو کھینچتے ہوئے آنحضورؐ کے پاس لے گیا۔ اور عرض کیا۔ حضور آپ نے جس طرز پر مجھے سورۃ سکھائی ہے یہ اس کے خلاف کسی اور طرز پر پڑھ رہے ہیں۔ حضور نے ہشام سے کہا پڑھو۔ ہشام بن حکیم نے پڑھا تو حضور نے فرمایا۔ یہ سورۃ اسی طرح اتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ عمر تم پڑھو۔ جب میں نے پڑھا تو فرمایا۔ ٹھیک ہے یہ سورۃ اسی طرح اتری ہے۔ پھر فرمایا۔ دیکھو یہ قرآن سات قراءتوں پر اترا ہے۔ جو طرز تمہیں آسان معلوم ہو اسی طرح پڑھ لیا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

تعلیم قرآن

اگرچہ تعلیم القرآن کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مکہ میں ہی شروع فرما دیا تھا۔ اور بنفس نفیس صحابہ کرام کو قرآن پاک کی تعلیم فرماتے اور جب مدینہ میں ضرورت پڑی تو پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھجوایا اور بعد ازاں حضرت ابن ام مکتومؓ کو روانہ کیا۔ ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں باقاعدہ مدرسہ کا قیام ہوا۔ اصحابہ صفہ دن رات تعلیم و تعلّم میں مصروف ہوئے۔ ابوداؤد کتاب العلم سے پتہ لگتا ہے کہ صحابہ کرام باہم بیٹھ کر بھی ایک دوسرے سے قرآن سنا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی ایسے ہی موقع پر جب صحابہ تعلیم قرآن میں مصروف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنکلے آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یہ قاری قرآن پڑھ رہا تھا اور ہم اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ سب تعریف اللہ ہی کی ہے۔ جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

(ابوداؤد کتاب العلم باب فی القصص)

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کا صحابہ کو اس قدر شوق تھا کہ وہ بھوک پیاس کی بھی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے۔

۔اصحاب صفہ کے متعلق لکھا ہے۔

کہ رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ ایک معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے تھے۔

(مسند جلد نمبر 3 ص 137)

جو لوگ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر لیتے تھے انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ باہر کے مسلمانوں کی تعلیم و تعلم کیلئے انہی قراء کو بھیجا جاتا تھا۔ بعض دفعہ باہر سے لوگ آکر یہاں سے علم حاصل کرتے تھے۔ جب وفد عبدالقیس آیا اور قرآن سیکھا تو یہ اعتراف کرتا ہوا واپس گیا کہ۔

انصار ہم کو ہمارے خدا کی کتاب اور ہمارے پیغمبر کی سنت سکھاتے تھے۔

(مسند احمد جلد نمبر 3 ص 432)

اسی طرح وفد بنو تمیم بھی مدینہ میں آکر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔

(اسد الغابہ تذکرہ عمرو)

نظام حکومت اور تعلیم قرآن

جب نظام حکومت قائم ہو گیا اور امراء و عمال کو باہر بھجوایا جانے لگا تو سب سے پہلی تاکید اور سب سے پہلا فرض جو ان پر عائد کیا جاتا تھا وہ تعلیم قرآن ہی تھا۔ چنانچہ جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا گیا تو حضورؐ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ۔

”وہاں کے لوگوں کو قرآن مجید اور احکام اسلام کی تعلیم دیں“

آپ نے یمن پہنچ کر خطاب کیا جس میں لوگوں کو اسلام اور تفقہ فی القرآن پر آمادہ کیا۔

(استیعاب تذکرہ حضرت معاذ بن جبلؓ)

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم قرآن کا سلسلہ قائم کیا۔ تمام مفتوح ممالک میں تعلیم قرآن کیلئے مکاتب قائم کئے۔ اور تعلیم القرآن کا انتظام کیا۔ چنانچہ ایک شخص جس کا نام ابوسفیان تھا خاص طور پر اس کام پر مامور کیا کہ بدوؤں کے قبائل میں دورہ کر کے ہر شخص کا امتحان لے اور جس کو قرآن مجید یاد نہ ہو اس کو سزا دے۔

(اصابہ تذکرہ اوس بن خالد)

حضرت عمرؓ نے حضرت عبادہ کو شام میں تعلیم

القرآن کے لئے منتخب فرمایا۔ اور انکے ساتھ حضرت معاذ اور حضرت ابو درداء کو بھی کر دیا۔ ان میں سے حضرت عبادہ بن صامتؓ نے حمص میں قیام کیا۔ حضرت ابو درداءؓ دمشق چلے گئے اور حضرت معاذؓ نے فلسطین میں ذمہ داریاں ادا کیں۔ بصرہ میں حضرت عمران بن حصینؓ کو فقہ اور قرآن کریم کی تعلیم کیلئے مقرر فرمایا۔

(فتوح البلدان ص 384)

تعلیم قرآن کیلئے حکم دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ مندرجہ ذیل سورتیں مسلمانوں کیلئے سیکھنا لازمی ہیں۔

البقرہ۔ نساء۔ مائدہ۔ حج اور نور۔ کیونکہ ان میں احکام اور فرائض ہیں۔

(کنز العمال جلد نمبر ا ص 224)

عمال کو لکھا کہ جو قرآن مجید پڑھ جائیں انکی تنخواہیں مقرر کر دی جائیں۔

(کنز العمال جلد نمبر ا ص 217)

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی خیال رکھا۔ ہر جگہ تاکیدی حکم بھیجا کہ صحت اعراب کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دی جائے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ جو شخص علم لغت کا ماہر نہ ہو وہ قرآن مجید نہ پڑھائے۔

(کنز العمال جلد نمبر ا ص 228)

حضرت عثمانؓ کے دور میں آذربائیجان فتح ہوا تو کچھ لوگ اشاعت دین حق کیلئے وہاں آباد کر دیئے گئے۔ انکی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت علیؓ کے زمانہ تک یہ لوگ قرآن مجید پڑھ چکے تھے۔

(فتوح البلدان ص 336)

حضرت علیؓ کی نسبت یہ روایت بھی ملتی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے طلبہ کیلئے دو دو ہزار کے وظیفے مقرر فرمائے تھے۔

(کنز العمال جلد نمبر 1)

حضرت امیر معاویہ نے جزیرہ قبرص فتح کیا تو مجاہدین کو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے متعین کیا۔

(فتوح البلدان ص 244)

عمل بالقرآن

یہ نہیں ہوتا تھا کہ صحابہ کرامؓ خالی خولی الفاظ کی تلاوت کرتے۔ یا رٹا لگا کر حفظ کر لیتے اور پھر اسے دہراتے رہتے۔ وہ قرآن مجید کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ اور اصل مغز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ خود بھی غور و خوض کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی استفسار کرتے رہتے۔ بعض دفعہ خود نبی کریمؐ بھی یہ جاننے کیلئے کہ صحابہؓ نے کتنا تفقہ فی القرآن حاصل کیا ہے ان سے سوال کرتے۔

جب قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی ولم یلبسوا ایمانھم بظلم یعنی جن لوگوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ تو صحابہ نے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ ہم میں سے وہ کون ہے جس نے ظلم نہیں کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الشرک لظلم عظیم تو معلوم ہو گیا کہ مذکورہ بالا آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

ایک بار ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اس آیت کے بارہ میں تفصیل چاہی۔ من یعمل سوء یجزبہ جو شخص کوئی برائی کرے گا اسکا بدلہ پائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اس بدلے سے مراد وہ مصیبتیں ہیں جو بندوں کو لاحق ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ اس کے لئے پریشان ہو تو وہ بھی اس میں شامل ہے۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورۃ بقرہ)

آنحضرتؐ کا صحابہؓ سے استفسار

بعض اوقات سرکار دو عالمؐ بھی صحابہ سے قرآنی علوم کے بارہ میں سوال کرتے۔ اور آیات کا حل پوچھتے۔ ایک دفعہ جب صحابہ کرام آپ کے پاس تشریف فرما تھے آپؐ نے پوچھا۔ بتایئے وہ کونسا درخت ہے جس کی جڑ ثابت ہے۔ اور اس کی شاخیں آسمان تک بلند ہیں۔ اور وہ ہمیشہ پھل دیتا رہتا ہے۔ تمام صحابہ خاموش رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ذہن میں اگرچہ جواب آیا مگر وہ بھی پاس ادب کیوجہ سے خاموش رہے۔ اسپر حضورؐ نے خود ہی بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

صحابہؓ کرام کا باہم تبادلہ خیال کرنا

راسخ فی العلم ہونے کیلئے ضروری ہے کہ علمی جگالی مسلسل جاری رہے۔ صحابہ کرام کا یہ طریق تھا کہ جب وہ باہم مل بیٹھتے تھے تو قرآنی نکات حل کرنے کی طرف ہی انکی توجہ رہتی۔ ایک دفعہ تمام کبار صحابہ جمع تھے۔ حضرت عمرؓ نے اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر پوچھی۔ سب نے کہا کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم کو اس آیت میں تسبیح و استغفار کا حکم ہے۔ حضرت عمرؓ خاموش رہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس کی طرف مخاطب ہو کر کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ جو تم سمجھتے ہو۔

(بخاری کتاب التفسیر)

صحابہ کرامؓ قرآن مجید کی دن رات تلاوت فرماتے۔ اسے سیکھتے دوسروں کو سکھاتے۔ اس میں تفقہ حاصل کرتے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی داے۔ درمے سخنے ہر طرح سے کوشش کرتے۔

شراب کے مٹکے توڑنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو عبیدہؓ ابو طلحہؓ اور ابی بن کعبؓ کو شراب پلا رہا تھا۔ کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ ابو طلحہؓ نے فوراً

کہا۔ انس اٹھو۔ شراب گرا دو۔

(بخاری کتاب الاشربہ باب نزول تحریم الخمر)

دوسری روایت میں ہے کہ میں ابو طلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا کہ اس حالت میں رسول اللہ ؐ نے حرمت شراب کی منادی کرادی۔ ابو طلحہ نے مجھ سے کہا۔ نکل کے دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ میں گھر سے نکلا۔ اور پلٹ کے کہا۔ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ ابو طلحہ نے مجھ سے کہا۔ شراب گرا دو۔ اور لوگوں نے اس کثرت سے شراب گرائی کہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔

(بخاری کتاب التفسیر)

درہم و دینار راہ خدا میں

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں ان پر عذاب ہوگا"۔

جب حضرت مالک ؓ نے یہ آیت سنی۔ تو ان پر غشی طاری ہو گئی۔ ہوش میں آئے تو سیدھے دربار رسالت میں پہنچے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ ہاں بولے۔ شام ہونے تک مالک کے پاس ایک درہم اور ایک دینار نہ ہوگا۔ چنانچہ شام ہونے سے پہلے پہلے انہوں نے اپنی کل دولت خیرات کر دی۔

(اسد الغابہ تذکرہ مالک بن ثعلبہ ؓ)

اسی طرح جب یہ آیت نازل ہوئی کہ۔ "تم لوگ جب تک اپنی محبوب ترین چیز راہ خدا میں خرچ نہیں کرو گے کامل نیکی کو ہرگز حاصل نہ کر سکو گے۔"

حضرت طلحہ ؓ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ خدا سارا مال مانگتا ہے۔ آپ گواہ رہئے۔ کہ بیرحاء میں میری جو زمین ہے میں اس کے نام پر وقف کرتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

قرآن نے شاعری چھڑادی

حضرت عمرؓ کو شعروں کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک علاقے کے گورنر کو لکھا کہ اس علاقہ کے بڑے بڑے شاعروں کے کلام بھجواؤ۔ اس علاقہ میں دو بڑے شاعر تھے۔ ایک کا نام لبید تھا۔ یہ عرب کے بہت بڑے شاعر تھے۔ اور بڑھاپے کی آخر عمر میں اسلام لائے۔ اور اسلام میں بھی بہت لمبی عمر پائی۔ اور دوسرا ایک اور شاعر تھا۔ گورنر نے انکو بلا کر کہا کہ قصیدے بنا کر دو۔ کچھ دنوں کے بعد ایک نے تو بنا کر دے دیا۔ مگر لبید جو بڑے اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے جب انکو کہا گیا کہ قصیدہ سناؤ تو انہوں نے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھنا شروع کر دیں۔ گورنر نے کہا یہ تو قرآن ہے۔ شعر سناؤ۔ انہوں نے پھر یہی آیات پڑھیں۔ تیسری بار کہا تو بھی یہی پڑھا۔ اور کہا جب سے یہ کلام آیا ہے میں شعر کہنا بھول گیا ہوں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 ص 326)

قرآن مجید کے مقابل اپنے خیالات چھوڑنا

صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خوبی اور ان کے عشق قرآن کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن مجید آجاتا تھا تو اپنی ساری منطقیں۔ اپنی ساری دلیلیں۔ اپنے سارے خیالات اپنی ساری فکریں اور سوچیں ایک طرف رکھتے ہوئے قرآن کریم کی اتباع اور پیروی کرتے تھے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو تمام صحابہؓ مضطرب اور بے چین تھے۔ حضرت عمرؓ کو تو آپ کے وصال کا یقین ہی نہ آتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جو شخص کہے گا کہ رسول اللہ ؐ فوت ہو گئے ہیں میں اسکی گردن اڑا دوں گا۔ لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ دیا۔ اور اس میں یہ آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھی تو تمام صحابہ حقیقت حال کو سمجھ گئے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے جب میں نے ابو بکرؓ سے اس آیت کو سنا تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور میں زمین پر گر پڑا۔

(بخاری باب مرض النبی ووفاتہ)

ایک بار عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حُر بن قیس کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ "آپ ہم کو عطیہ نہیں دیتے۔ ہمارے درمیان انصاف نہیں کرتے"۔ حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے اور ان کو سزا دینی چاہی اس پر حر بن قیس نے دست بستہ عرض کی۔ یا امیرالمومنین خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا خذ العفو........ یہ بھی ایک جاہل ہے۔ یہ آیت سنکر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے۔ کیونکہ وہ کان وقّافاً عند کتاب اللہ خدا کی کتاب کے سامنے اسی طرح رک جاتے تھے۔

معزز قارئین۔ صحابہ کرامؓ کا یہ عشق قرآن تھا۔ قرآنی تعلیم کا اعجاز تھا۔ قرآن کا پاس ادب تھا جس نے انہیں رضائے باری تعالیٰ کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔ اور وہ آسمان روحانیت کے ایسے روشن ستارے بن چکے کہ ابد تک نیند کے ماتے اور راہ سے بھٹکے مسافر انہیں سے روشنی حاصل کر کے منزل کا پتہ معلوم کر سکیں گے۔

اللہ کرے کہ ہمیں بھی ایسا عشق قرآن۔ ایسا تعلق اور ایسا پاس ادب عطا ہو جس کی روشنی میں ہم ساری دنیا کے اندھیروں کو اجالوں میں بدل دیں۔ (آمین)

انہوں نے حسنِ کردار سے غیروں کے دل فتح کئے

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال اور کامیاب دعوت الی اللہ کے نتائج

حکمتِ عملی، اعلیٰ اخلاق اور بے نظیر قربانیوں کا لائحہ عمل

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب - ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد - دعوت الی اللہ

ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بنی نوع انسان کی ہدایت اور فلاح وبہبود کے لئے جو عظیم الشان پیغام لائے اس کی تبلیغ کا حق نہ صرف آپ نے بلکہ آپ کے سچے غلاموں نے بھی خوب ادا کر کے دکھایا غیرت ایمانی اور عشق رسول کا بھی یہی تقاضا تھا کہ جب غلام اپنے آقا کے نام خدائے ذوالعرش کا یہ پیغام سنیں کہ "اگر تو نے تبلیغ نہ کی تو گویا حق رسالت ادا نہیں کیا۔" تو پھر اس پیغام کے پہنچانے کے لئے اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں۔ اس سچے پیغام سے وفا اور انسانیت سے ہمدردی کا بھی یہی تقاضا تھا کہ وہ پیغام اپنی ذات تک محدود نہ رکھا جائے۔ چنانچہ صحابہ رسول نے یہ حق ادا کیا۔ انہوں نے اپنے آقا سے اس تبلیغ حق کے سلیقے بھی خوب سیکھے اور سچائی اور روشنی کے اس پیغام سے محض زبانی ہی تاریک دنیا کو منور نہیں کیا بلکہ اپنے عمل اور کردار کے لحاظ سے بھی اس "سراج منیر" برگزیدہ رسول کے نور سے حصہ پا کر وہ خود بھی روشن ستارے بن گئے ایسے جگمگاتے ہوئے تارے کہ ان کے آقا نے ان پر نظر کر کے فرمایا ان میں سے جس ستارے کی روشنی میں بھی چلو گے وہ تمہیں منزل مقصود کی طرف ہی لے جائے گی یعنی بھٹکنے نہ دے گی۔

سلطان نصیر

ان روشن ستاروں میں سرفہرست حضرت ابوبکرؓ کا نام نامی ہے۔ جو قبول اسلام کے بعد اس کا نور پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ رسول کریم ﷺ کی دعاؤں کا پھل تھے۔ آپ کی دعوت الی اللہ بھی کمال حکمت پر مبنی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے پیغام اسلام پہنچانے کے لئے دانش مندی سے ایک منصوبہ تیار کر کے قریش کے چند سعادت مند اور باشعور نوجوانوں کا انتخاب کیا۔ جو ذاتی نجابت وشرافت کے باعث حق بات سننے کا حوصلہ بھی رکھتے تھے اور فہم و فراست کی وجہ سے حق وباطل کی تمیز کا ملکہ بھی۔ اور سب سے بڑھ کر حق قبول کرنے کی انہیں جرأت بھی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کی یہ سکیم کامیاب ہوئی اور آپ کی تبلیغی کاوشوں کے نتیجہ میں مکہ کے مایہ ناز فرزند اسلام کی آغوش میں آ گئے جن میں حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف شامل ہیں۔

نئے داعیان کی تیاری

اسلام کے ابتلاء ومصائب کے ابتدائی دور میں عظیم داعی الی اللہ صدیق اکبر کے ذریعہ حاصل ہونے والے شیریں ثمار کے بیان میں سیرت صدیقی کا یہ پہلو بھی کھل کر سامنے آتا ہے کہ آپ نے اپنے ذریعہ ہدایت پانے والے ان نوجوانوں کی کماحقہ اعلیٰ تربیت کی توفیق پائی آپ نے ایک طرف انہیں رسول اللہ کے دامن صحبت سے وابستہ کیا تو دوسری طرف ان کی دینی وعلمی اور روحانی ترقی کے لئے کمربستہ ہو گئے اور ان نوجوانوں کو بہترین داعی الی اللہ بنا کر ہی دم لیا۔ ان سعادت مند نومبایعین کی قسمت پر رشک آتا ہے جو سب کے سب عشرہ مبشرہ میں شامل تھے۔ یعنی ان دس خوش نصیب اصحاب میں جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

اعلان توحید

اسلام کے ابتدائی دور میں خدائے واحد کی توحید کا اقرار واظہار اور لا الہ الا اللہ کے کلمہ کا نعرہ بلند کرنا ہی سب سے بڑا جرم تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اعلان توحید کے لئے رسول اللہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے۔ ایک دفعہ کفار مکہ نے رسول اللہ کے گلے میں پٹکا ڈال کر سانس روکنے کی کوشش کی تو حضرت ابوبکر موقع پر پہنچ گئے اور اس ظالم کافر کو یہ کہہ کر پیچھے ہٹایا کہ

اس مرد حق کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ یہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

یعنی اعلان توحید کے سوا ان کا کیا قصور ہے۔

اس طرح حضرت ابوبکرؓ نہ صرف رسول اللہ کے آگے سینہ سپر ہو گئے بلکہ اعلان توحید کے جرم میں جو غلام تختہ مشق ستم بنتے تھے انہیں بھی اس ظلم سے نجات دلانے کا موجب ہوئے۔ اور اس راہ میں اپنے قیمتی اموال خرچ کرنے میں کوئی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ رسول اللہ کی خواہش پر بلالؓ کو آپ نے ہی خرید کر آزاد کروایا تھا۔ اسی طرح عامر بن فہیرہ اور جاریہ بن نوفل کے علاوہ بیسیوں غلاموں کی آزادی میں آپ نے بے دریغ خرچ کیا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جز4 ص102 بیروت لبنان)

اعلانیہ عبادت

خدائے واحد کی اعلانیہ عبادت بھی ایسا جرم تھا جس سے کفار مکہ مسلمانوں کو روکتے تھے۔ نماز کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی پشت پر اونٹنی کی بچہ دانی کی غلاظت رکھنے سے بھی انہوں نے دریغ نہ کیا۔ مگر مسلمان خدائے واحد کی عبادت کا یہ جائز حق چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ مگر اس کی خاطر ہر قربانی کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ ان کا یہی کردار تبلیغ کا ایک اثر انگیز ذریعہ بن گیا کہ آخر ان لوگوں کو اپنے خدا اور دین کی صداقت پر اتنا یقین ہے تبھی اس کی خاطر سب کچھ فدا کرنے اور لٹانے پر تیار ہیں۔

یہ جذبہ شوق اور جوش وولولہ حضرت ابوبکرؓ میں سب سے بڑھا تھا آپ نے ایک دفعہ نبی کریمؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ صحن کعبہ میں جا کر عبادت کی جائے۔ رسول اللہ نے یہ تجویز قبول فرمائی۔ کفار نے عبادت کرتے دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کو خوب پیٹا۔ یہاں تک کہ مدہوشی میں آپ کو اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو پہلا سوال یہ تھا کہ میرے آقا کا کیا حال ہے۔ رسول اللہ کو تو کوئی گزند نہیں پہنچی؟ آفرین اے صدیق اکبر کہ عالم کرب میں بھی اپنے سے بڑھ کر اپنے آقا ومولیٰ کا خیال ہے۔

جہاد بالقرآن

درحقیقت سب سے مؤثر اور بڑا ذریعہ تبلیغ قرآن شریف ہی ہے۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (الفرقان:53)

یعنی قرآن شریف کے روحانی ہتھیار اور دلائل و براہین کے ساتھ ان کفار سے ایک بڑا جہاد کرو۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں مدمقابل کفار سے بھی بار بار دلائل کا مطالبہ یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی تائید میں دلیل پیش کرو۔

پُراثر قرآنی دلائل کی عظمت یہ ہے کہ وہ خود خدائے ذوالجلال نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے سکھائے ہیں۔ جن سے بڑھ کر کوئی مؤثر دلیل نہیں ہو سکتی۔

اس میدان تبلیغ میں بھی حضرت ابوبکرؓ کسی سے پیچھے نہ تھے۔

جب مکہ میں تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں تو حضرت ابوبکرؓ کو دربار نبویؐ سے ہجرت حبشہ کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ابھی آپ مکہ سے باہر ہی نکلے تھے کہ ایک کافر ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔

اس کے پوچھنے پر اسے سارا قصہ سنایا۔ اس نے کہا انک لتحمل الکل کہ آپ تو دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایسا مرنجاں مرنج انسان ہم مکہ سے کیسے جانے دیں یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امان دے کر واپس لایا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ صبح کے وقت قرآن شریف کی تلاوت بڑے درد وسوز اور خوش الحانی سے کرتے تو بچے بوڑھے سب جمع ہو جاتے۔ جب اہل مکہ نے پُرتاثیر کلام کا اثر دیکھا تو ابن الدغنہ کے واسطہ سے آپ کو بلند آواز سے روکنا چاہا۔ آپ نے انکار فرمایا اور کہا کہ "ابن الدغنہ تم اپنی امان واپس لے لو میں قرآن کریم بلند آواز سے ہی پڑھوں گا۔"

(بخاری باب ہجرۃ النبیؐ)

قرآن کے ذریعہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا نمونہ دیکھ کر دیگر صحابہ کو بھی یہ شوق ہوتا کہ وہ بھی پیغام قرآن لوگوں تک پہنچائیں۔ چنانچہ ایسے پُرجوش داعیان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں جن کو مکہ میں مخالفت کے ابتدائی زمانے میں سرداران قریش کو قرآن شریف کی تلاوت باآواز بلند سنانے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ شرف وسعادت اخلاص وقربانی کے جس جذبے سے ان کے حصے میں آئی اس کا واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ ہوا یوں کہ چند صحابہؓ رسول جمع ہوئے اور دعوت الی اللہ کے حوالہ سے ذکر یہ چلا کہ ابھی تک ہم نے مخالفین کو قرآن شریف بلند آواز سے کبھی نہیں سنایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بڑے شوق سے یہ پیشکش کی کہ وہ بذات خود اس خدمت کے لئے تیار ہیں۔ دیگر صحابہؓ کی یہ رائے تھی کہ اگر کوئی ایسا شخص یہ کام اپنے ذمہ لے جس کا قبیلہ دعوت الی اللہ کے اس متوقع مخالفانہ رد عمل کی صورت میں اس کا دفاع بھی کر سکے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعود کے بارے میں انہیں زیادہ سخت رد عمل کا خدشہ تھا مگر عبداللہ بن مسعود فرمانے لگے کہ آپ لوگ اس کی فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا۔ اور دوسرے دن چاشت کے وقت اس بہادر اور نڈر داعی الی اللہ نے خانہ کعبہ میں جا کر قریش کی مجلس کے قریب مقام ابراہیم پر سورہ رحمان کی تلاوت شروع کر دی۔ پہلے تو وہ لوگ غور سے سنتے رہے پھر جب پتہ چلا کہ کلام پاک ان کو سنایا جا رہا ہے تو وہ اٹھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو آن دبوچا اور خوب ان کی پٹائی کی۔ مگر ابن مسعود ایک عجیب خداداد استقامت کے ساتھ تلاوت کرتے چلے گئے یہاں تک کہ سورہ رحمان کی

تلاوت مکمل کر کے ہی واپس آئے صحابہؓ نے کہا کہ ہمیں اس مار پٹائی کا اندیشہ تھا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ بولے خدا کی قسم جب میں قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا تو دشمن مجھے سخت بے حقیقت معلوم ہوتے تھے اور اگر کہو تو کل پھر سرداران قریش کے مجمع میں جا کر قرآن شریف کی تلاوت باآواز بلند سناؤں صحابہؓ نے کہا نہیں بس یہی کافی ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد نمبر 3 ص 257 مکتبہ اسلامیہ ریاض)

تبھی تو کفار مکہ کو تبلیغ اسلام پر پابندی کی یہ راہ سوجھی تھی کہ جب یہ لوگ قرآن پڑھیں تو اسے مت سنو اور تلاوت قرآن کے دوران شور مچا دیا کرو۔ شاید اس طرح تم غالب آجاؤ۔ (حم السجدہ: 27)

کم سن داعی الی اللہ

ابتدائی دور کے ان داعیان الی اللہ میں ایک اور ناقابل فراموش نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جنہوں نے 13 سال کی کم سنی کی عمر میں دعوت الی اللہ کا بیڑا اٹھایا اور بچوں کے لئے یہ نمونہ قائم کیا۔ کہ تلوار کے جہاد کی طرح یہاں عمر و صحت کی قید نہیں۔

جرأت ایمانی شوق خدمت دین اور جذبہ قربانی شرط ہے مگر در حقیقت یہ سب فیض رسانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جن کے زیر کفالت حضرت علی تربیت پا رہے تھے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار اور بیدار کر (الحجر: 95) تو آپ نے قریش کو جمع کر کے پیغام حق پہنچایا لیکن وہ برا بھلا کہتے ہوئے رخصت ہوئے۔

رشتہ داروں کو تبلیغ کے لئے دعوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک دعوت کے انتظام کا ارشاد فرمایا اور اپنے خاندان بنو مطلب کے چالیس کے قریب عزیز و اقارب کو اس میں آنے کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد حضورؐ نے کچھ تقریر فرمانا چاہی تو ابولہب نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے لوگ منتشر ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ایک اور دعوت کا اہتمام کرنے کے لئے ہدایت فرمائی' اس دفعہ کھانے سے قبل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مطلب کو نصیحت فرمائی کہ میں تمہیں خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں اگر تم اسے قبول کرو تو دین و دنیا کی نعمتوں کے وارث ہو گے۔ اب بتاؤ اس کام میں کون میرا مددگار ہو گا۔ ہر طرف خاموشی تھی اس وقت ایک کم سن تیرہ سالہ بچہ کھڑا ہوا اور بولا کہ بے شک میں سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ کم سن نوجوان حضرت علیؓ تھے جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور کچھ نہیں تو اس بچے کی ہی بات سنو اور مانو۔ بنو مطلب نے تو اس نصیحت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا مگر حضرت علیؓ نے کم سنی میں ہی نبی کریمؐ کی اعانت و نصرت کا نعرہ بلند کرنے کی جرأت دکھائی اور عملاً دعوت کا انتظام کر کے ایک بہترین مثال قائم کر دی۔ اس واقعہ سے جہاں دعوت الی اللہ کا یہ عمدہ اسلوب سامنے آتا ہے کہ رشتہ داروں میں پیغام پہنچانا بھی ضروری ہے وہاں تبلیغ کے لئے ضیافت اور دعوت کا اہتمام کرنے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

تبلیغی مرکز کے لئے مکان کی قربانی

اسلام کے ابتدائی زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک تبلیغی مرکز کی ضرورت محسوس کی تو ایک نو مسلم ارقم بن ارقم نے اپنا مکان اس خدمت کے لئے پیش کر دیا جو ایک مرکزی جگہ کوہ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ اور دار ارقم یا دار السلام کے نام سے معروف تھا۔ یہ پہلا نماز سنٹر بھی تھا۔

جہاں مسلمانوں کو تین سال تک تبلیغی مساعی جمیلہ کی توفیق ملتی رہی اس مرکز تبلیغ میں اول مصعب بن عمیر نے اسلام قبول کیا جو اسلام کے پہلے بیرونی مبلغ بنے اور آخر میں حضرت عمر کو قبول اسلام کی سعادت ملی۔ جس کے بعد مسلمان دار ارقم کے باہر نکل کر برملا بھی پیغام پہنچانے لگے۔ لیکن اسلام کے آغاز میں حضرت ارقم بن ارقم کی یہ قربانی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی جنہوں نے پہلے مرکز تبلیغ کے لئے اپنا گھر وقف کر دیا تھا۔

(زرقانی خمیس)

تبلیغ کے لئے حکمت عملی

تبلیغ کے لئے بہترین اصول مناسب حال حکمت عملی اختیار کرنا ہے۔ اس اصول پر عمل کرنے کی صورت میں تبلیغ کی راہ میں حائل ہونے والی ہر روک دور کی جا سکتی ہے۔ صحابہ رسول کی تبلیغ کے پاکیزہ نمونوں سے ہمیں عمدہ حکمتوں کے درس بھی ملتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ غفاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ کے دعویٰ کی خبر سن کر تحقیق حق کے لئے اپنے بھائی کو مکہ روانہ کیا۔ بھائی نے واپس آکر بتایا کہ وہ نبی بہت اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔

اور اس کا کلام محض شعر و شاعری قرار نہیں دیا جا سکتا ابوذرؓ کو خود جا کر تحقیق کرنے کا شوق ہوا۔ وہ مکہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی مگر کسی سے پوچھنا بھی گوارا نہ کیا۔ شام گئے حضرت علیؓ نے اس اجنبی کو دیکھا تو اس کے پیچھے ہو لئے مگر ابوذرؓ نے ان سے کچھ پوچھنا پسند نہ کیا' حضرت علیؓ نے دوسرے روز بھی خانہ کعبہ کے آس پاس ابوذر کو دیکھا اور راہ و رسم بڑھانے کی کوشش کی مگر ابوذر بھی اپنی دھن کے پکے نکلے اور اپنا مقصد مخفی رکھا تیسرے روز انہوں نے

پختہ وعدہ لے کر اپنی آمد کا مقصد بتایا کہ آپ مجھے درست رہنمائی کرو گے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اسلام کی حقانیت کھول کر بتائی۔

اگلا مرحلہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنے کا تھا اور اسلام کے اس ابتدائی دور میں کسی اجنبی کی سرعام آنحضورؐ سے ملاقات خطرہ سے خالی نہ تھی۔ حضرت علیؓ نے اس کے لئے کیسی عمدہ حکمت عملی ترتیب دی کہ ابوذرؓ سے کہا رات آپ یہیں بسیرا کریں علی الصبح (جب لوگ خواب غفلت میں ہوں گے) میں آؤں گا اور آپ کو نبی کریمؐ کے پاس لے چلوں گا مگر اس حسن تدبیر کے ساتھ کہ میں آپ سے چند قدم آگے ہوں گا۔ اگر کہیں کوئی خطرہ درپیش ہوا تو کسی بہانے میں رک جاؤں گا اور آپ واپس لوٹ جانا) اور اگر میں چلتا جاؤں تو میرے پیچھے اس جگہ آجانا جہاں نبی کریمؐ تشریف فرما ہوں گے چنانچہ اس طرح کمال دانش مندی سے حضرت علیؓ ایک نووارد اجنبی کے قبول حق کا موجب ہوئے۔

(بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی ذر)

اسلام کے پہلے مرکز کے ماحول میں تبلیغ

نبی کریمؐ نے مکہ میں تبلیغ کے علاوہ اردگرد بھی تبلیغی وفود کا سلسلہ جاری فرمایا۔ بعض وفود کی قیادت آپ خود فرماتے تھے، کبھی آزاد کردہ غلام بلال بن رباح آپ کے ساتھ ہوتے۔ اور کئی دن کے دورے میں محض چند کھجوروں کی معمولی سی زاد راہ پاس ہوتی جسے بلال بغل میں اٹھائے ساتھ لئے پھرتے اور یوں نواح مکہ میں قوم قوم اور قبیلہ قبیلہ تک پہنچ کر پیغام اسلام پہنچانے کی سعی کرتے۔ کبھی حضرت خدیجہؓ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ نبی کریمؐ کے ساتھ ہوتے۔ جیسا کہ طائف کے سفر میں ان تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں اسلام مکہ کے ماحول میں متعارف ہوا۔

یثرب میں اسلام کے پہلے مبلغ

ماحول مکہ میں تبلیغ اسلام کی کوششوں کا ایک ثمر اہل یثرب کے وفد سے تعارف تھا۔ جن کے مطالبے پر وہاں اسلام کے پہلے مبلغ اور مربی حضرت مصعبؓ بن عمیر کو روانہ کیا گیا جو وہاں جاکر استاذ اور مقری کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ آپ کا کام قرآن کریم کی تعلیم اور تبلیغ تھا۔

حضرت مصعبؓ نے اسلام کے پہلے مبلغ کے طور پر تبلیغ کا حق خوب ادا کیا۔ آپ نے دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر کمال محنت، اخلاص اور حکمت و محبت کے ساتھ مدینہ کے اجنبی لوگوں سے رابطہ اور اثر و رسوخ پیدا کر کے انہیں اسلام سے روشناس کرایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا بیج بو دیا۔ ایک کامیاب داعی الی اللہ کے طور پر ان کا کردار یقیناً آج بھی ہمارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔

نئے رابطے

آپ نے بالکل اجنبی شہر مدینہ میں تبلیغ کا آغاز اس طرح کیا کہ اپنے میزبان اسعد بن زرارہؓ کو ساتھ لے کر انصار کے مختلف محلوں میں جانے لگے۔ وہاں وہ مسلمانوں اور ان کے عزیزوں کے ساتھ مجلس کرتے انہیں تعلیم دین دیتے اور وہاں آنے والوں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے۔

سردار قبیلہ کے ذریعہ تبلیغ

جب لوگوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تو ایک محلہ کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ نے ان دونوں داعیان الی اللہ کو اس نئے دین سے باز رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے بعد اسید بن حضیر مصعبؓ کی مجلس میں نیزہ تھامے داخل ہوئے۔ اسعد بن زرارہؓ نے یہ دیکھتے ہی مصعبؓ سے سرگوشی کی کہ یہ اپنی قوم کا سردار آتا ہے اسے آج خوب تبلیغ کرنا۔ مصعبؓ بولے کہ اگر یہ چند لمحے بیٹھ کر بات سننے پر آمادہ ہو جائے تو میں ضرور اس سے بات کروں گا۔ ادھر اسید بن حضیرؓ سخت کلامی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا کہ جان کی امان چاہتے ہو تو آئندہ سے ہمارے کمزوروں کو آکر بے وقوف بنانے کا یہ طریقہ واردات ختم کرو۔

مصعبؓ نے نہایت محبت سے کہا کیا آپ ذرا بیٹھ کر ہماری بات سنیں گے؟ اگر تو آپ کو بات بھلی لگے تو مان لیجئے اور بری لگے تو بے شک اس سے گریز کریں۔ اسید منصف مزاج آدمی تھے۔ بولے بات تو تمہاری درست ہے۔ اور پھر نیزہ وہیں گاڑ کر بیٹھ گئے۔ مصعبؓ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور ان تک پیغام حق پہنچایا۔ تو یہ سچی تعلیم سن کر اُسید بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ کیسا خوبصورت کلام ہے! اچھا یہ بتاؤ اس دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے؟ اسعد بن زرارہؓ اور مصعبؓ نے انہیں بتایا کہ نہا دھو کر اور صاف لباس پہن کر حق کی گواہی دو پھر نماز پڑھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُسید خود ہی کہنے لگے کہ میرا ایک اور بھی ساتھی ہے یعنی سعد بن معاذ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی ساری قوم سے ایک شخص بھی اسلام سے پیچھے نہیں رہے گا۔ اور میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اور انہوں نے سعد کو نہایت حکمت کے ساتھ مصعبؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے ان کو بھی نہایت محبت اور شیریں گفتگو سے رام کر لیا انہیں قرآن سنایا اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ بلاشبہ یہ دن مدینہ میں اسلام کی فتح کی بنیاد رکھنے والا دن تھا۔ جس روز ایسے عظیم الشان بااثر سردار نے اسلام قبول کیا جنہوں نے اپنی قوم کو یہ کہہ دیا میرا کلام کرنا تم سے حرام ہے، جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ۔ اس طرح عبدالاشہل کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اور یوں مدینہ کے گھرانوں میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 3 ص 153- دار المعرفۃ بیروت)

(مسلسل ص 48 پر)

غلامان محمدؐ

محمدؐ مصطفیٰ ہے مجتبیٰ ہے
محمدؐ پیشوا ہے رہنما ہے
محمدؐ کی ادا صدیقؓ میں ہے
عمرؓ میں بھی وہی فرمانروا ہے
غنیؓ عثمان کو اسؐ سے ملی ہے
علیؓ شیرِ خدا اسؐ سے بنا ہے
بنا خالدؓ بھی سیف اللہ اسیؐ سے
انوکھا جس کا رعب و دبدبہ ہے
اسی سے نغمۂ حسانؓ زندہ
اسی سے عشق کا ہر زمزمہ ہے
اسی سے عقل سلمانؓ فقر بوذرؓ
خبیبؓ باوفا جس پر فدا ہے
اسی سے بوہریرہؓ میں ہے مستی
بلالؓ اس کے لئے رنگیں نوا ہے
اسیؐ سے سب کمالاتِ صحابہؓ
اسی سے شانِ نسلِ سیدہؓ ہے
حسنؓ نے اس کی خاطر تخت چھوڑا
حسینؓ اس کے لئے رنگیں قبا ہے
اسی سے عبدِ قادرؒ غوث اعظم
نظام الدینؒ رشکِ اولیاء ہے
علیؒ نے گنج بخشی اسؐ سے پائی
وہی باہوؒ کی ہُو حق میں بسا ہے
معین الدینؒ اسی کے دم سے خواجہ
حسن بصریؒ بھی قطب الاولیا ہے
یہ سب نورِ محمدؐ سے ہوئے ہیں
اسی کی ان کے پیکر میں ضیا ہے
اسی سورج سے ہیں یہ چاند تارے
کہ ان سب میں وہی جلوہ نما ہے

ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر

حضرت مصعبؓ نے ایک سال تک مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے خوب سرگرمی سے کام کیا اور دعوت الی اللہ کے شیریں پھل آپ کو عطا ہوئے۔ چنانچہ اگلے سال سن 12 نبوی میں حج کے موقع پر آپ مدینہ سے 75 انصار کا وفد لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ اسعد بن زرارہؓ بھی ساتھ تھے۔ اس وفد کی رسول اللہ سے ملاقات کا انتظام بھی عقبہ مقام پر کیا گیا۔ جہاں اس وفد نے آپ کی بیعت کی جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

بہترین سفیر قوم

نبی کریم ﷺ کے دعویٰ کی خبر سن کر قبیلہ بنی سعد نے اپنے ایک سردار ضمام بن ثعلبہ کو سفیر بنا کر تحقیق کے لئے بھجوایا انہوں نے آکر اپنے طبعی سعادت و رشد کی بدولت پہچان لیا کہ آپ نبی برحق ہیں مزید تسلی کے لئے انہوں نے قسم دے کر نبی کریم ﷺ سے آپ کی صداقت کی گواہی لی اور اس امر کی شہادت بھی کہ نماز روزہ وغیرہ کے احکام آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ ضمام نے اپنی قوم کے پاس واپس جا کر اعلان کیا کہ لات و عزیٰ سب لغو اور بیکار بت ہیں۔ قوم کے لوگوں نے کہا ضمام ایسا نہ کہو مبادا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ ضمام نے کہا یہ بت کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر اپنی کتاب اتاری ہے جو تمہیں ان خرافات سے نجات دلاتی ہے پھر ضمام نے توحید و رسالت کے اقرار کا اعلان کر کے اسلامی احکام کی تفصیل اپنی قوم کو بتائی۔ جسے سن کر ضمام کی قوم اسلام لے آئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم کا بہترین سفیر تھا۔ اس سے بہتر کوئی سفیر دیکھا نہ سنا۔ چنانچہ ضمام کی پر اثر تبلیغ سے نہ صرف ان کی قوم کے مرد و زن نے اسلام قبول کر لیا بلکہ مساجد کی بنیاد پڑی اور اذانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

(مستدرک جلد 3 ص 55 دار الکتب العلمیہ)

خادموں کو تبلیغ

گھر کے خادم اور نوکر چاکر بھی دراصل اہل خانہ میں ہی شامل ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ سچی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ انہیں بھی پیغام حق پہنچایا جائے۔ صحابہ کرام نے یہ ذریعہ تبلیغ بھی اختیار کیا۔ حضرت عمرؓ اپنے عیسائی خادم استق کو آخر وقت تک بڑی محبت سے اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ ساتھ ہی اس پر کھول دیا کہ اگر اسلام قبول نہیں کرو گے تو دین میں جبر نہیں ہے لیکن اگر مسلمان ہو جاتے ہو تو ان برکات سے حصہ پاؤ گے جو اہل اسلام کو نصیب ہوتی ہیں۔ استق کا دل نہ مانا تو وفات کے وقت حضرت عمرؓ نے اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اب جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد استق نے اسلام قبول کیا تو خود یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔

(کنزالعمال جلد 5 ص 50)

بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کا تعاقب

عرب سے باہر اسلام کا پیغام سب سے پہلے جس خوش قسمت سرزمین میں پہنچا وہ حبشہ کا ملک ہے۔ مگر اس کا باعث بھی بلاشبہ قریش کی شدید مخالفت اور ایذا رسانی تھی جس کے نتیجہ میں مکہ کے ابتدائی مسلمان اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے مگر انہوں نے تو سرزمین حبشہ میں بھی ان کا تعاقب کیا اور قریش کا وفد نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں تحائف لے کر حاضر ہوا اور اسے مسلمانوں سے بدظن کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ مگر اس عادل حکمران کے انصاف کی داد دیجئے جس نے یہ منصفانہ فیصلہ کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ جو میرے ملک میں آکر پناہ گزیں ہوئے اور میری پناہ حاصل کرنے کے لئے آئے میں ان کی بات سنے بغیر کیسے انہیں ان کے حوالے کر دوں۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان سخت مضطرب اور پریشان تھے کہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ مگر خدا تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے وہ شاہی دربار میں پیش ہوئے۔ نجاشی کے درباری پادری اپنے صحائف کے ساتھ موجود تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے اپنی قوم کا دین بھی چھوڑ دیا اور نہ ہی پہلی کسی امت کا دین اختیار کیا نہ ہمارا دین۔

شاہی دربار میں کلمۂ حق اور اسلام کا مختصر تعارف

اس موقع پر بادشاہ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے ان کی نمائندگی کا حق حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے خوب ادا کیا۔ انہوں نے اس موقع پر نہایت مدلل عمدہ اور خوبصورت تقریر کی اور کہا کہ اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے اور مردار کھاتے تھے۔ بدکاری اور رشتہ داروں سے بدسلوکی ہمارا معمول تھا۔ ہم میں سے طاقتور کمزور کو دبا لیتا تھا۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف مبعوث فرمایا جس کی خاندانی شرافت اور صدق و امانت اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں خدا کی توحید اور عبادت کی طرف بلایا اور یہ تعلیم دی کہ اس کے ساتھ ہم کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی پتھروں اور بتوں کی پرستش کریں اور اس نے ہمیں صدق و امانت، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے حسن سلوک اور کشت و خون سے بچنے کی تعلیم دی اور بے حیائیوں اور

جھوٹ اور یتیم کا مال کھانے اور پاکدامنوں پر الزام لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور ہمیں نماز روزہ اور زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اس طرح حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے سامنے اسلامی تعلیم کا خلاصہ نہایت عمدہ اور خوبصورت رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ ہم اس نبی پر ایمان لائے ہیں اور اس کی تصدیق کی ہے اور اس کی تعلیم کو مانا اور قبول کیا ہے اور ہم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور جن چیزوں سے اس نے روکا اس سے رکتے ہیں اور جو چیزیں اس نے ہمارے لئے جائز قرار دی ہیں ان کو جائز سمجھتے ہیں۔ بس ہمارا یہی جرم ہے جس کی بناء پر ہماری قوم نے ہم پر زیادتیاں کیں اور ہمیں سخت اذیتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر کے ہمارے دین سے برگشتہ کرنا چاہا تاکہ ہم خدائے واحد کی عبادت کی بجائے بتوں کی پوجا کریں اور حسب سابق گندی اور ناپاک چیزوں کو حلال جانیں۔ جب ان کے ظلم اور زیادتیاں انتہاء کو پہنچ گئیں انہوں نے ہمیں اپنے دین پر آزادی سے عمل کرنے سے روک دیا تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے ملک میں پناہ لینے چلے آئے اور ہم نے آپ کے عدل و انصاف کی وجہ سے کسی اور کی بجائے آپ کو چنا اور آپ کی پناہ حاصل کرنے کی امید پر چلے آئے۔ اے بادشاہ! ہمیں پوری امید ہے کہ تیرے ملک میں ہم پر کوئی ظلم یا زیادتی روا نہیں رکھی جائے گی۔

حضرت جعفرؓ کی تقریر کا اثر

نجاشی حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کلام لے کر آیا ہے اس میں سے کچھ تمہارے پاس موجود ہے؟ حضرت جعفرؓ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ اچھا مجھے اس میں سے کچھ کلام پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفرؓ کی ذہانت وفطانت پر رشک آتا ہے کہ انہوں نے فوری طور پر عین موقع کے محل اور مناسبت سے سورۃ مریم کی آیات کی تلاوت ایسی دلآویزی اور خوش الحانی سے کی کہ خدا ترس نجاشی بے اختیار رونے لگا اور اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور ساری محفل پر قرآن شریف کے اس پاکیزہ اور برحق کلام کا ایسا اثر ہوا کہ درباری پادری بھی رونے لگے یہاں تک کہ ان کے صحیفے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ نجاشی یہ کلام الٰہی سن کر بے اختیار یہ کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام اور موسیٰ کا کلام ایک ہی منبع اور سرچشمہ سے پھوٹے ہیں۔ پھر وہ منصف مزاج بادشاہ یوں گویا ہوا کہ اے مکہ کے سفیرو! تم واپس لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔

مسلمانوں پر الزام اور اس کا رد

مکہ کے ان سفراء نے مزید مشورے کئے اور کہا کہ وہ بادشاہ کے سامنے ان کے خراب عقائد اور عیوب بیان کر کے اس نیک اثر کو زائل کر کے ہی دم لیں گے اور اسے بتائیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ عیسائیوں کے اعتقاد کے برخلاف محض ایک انسان مانتے ہیں۔ چنانچہ اگلے روز انہوں نے بادشاہ کے سامنے یہ موقف رکھا تو بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلوا بھیجا۔ مسلمانوں کے لئے بلاشبہ یہ سخت پریشانی کی بات تھی۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ اس نئی مصیبت سے ہم بہت فکرمند ہوئے کہ ایسی مصیبت سے اس سے پہلے واسطہ نہ پڑا تھا۔ تب مسلمانوں نے باہم اکٹھے ہو کر مشورے کئے اور کہا کہ اگر بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کے بارہ میں دریافت کیا تو ہم وہی بیان کریں گے جیساکہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ چنانچہ جب بادشاہ نے سوال کیا کہ عیسیٰ بن مریم کے بارہ میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ تو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ اس بارہ میں ہمارے نبی پر یہ کلام اترا ہے کہ عیسیٰ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے کنواری مریم کو عطا فرمایا۔ اس پر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور وہاں سے ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ کا مقام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں جو آپ نے بیان کیا ہے۔ اس پر اس کے سردار اور جرنیل بڑبڑائے۔ مگر نجاشی نے کمال جلالت اور شان کے ساتھ یہ عادلانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ جاؤ اے مسلمانو! تمہیں میری سرزمین میں مکمل امان ہے اگر تمہیں کوئی برا بھلا کہے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔ مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ مال و دولت کے عوض میں تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچاؤں۔ پھر نجاشی نے حکم دیا کہ عرب سفراء کے تحائف واپس لوٹا دیئے جائیں۔ ان کی ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ خدا کی قسم جب اللہ نے میرا ملک مجھے عطا فرمایا تو اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جو میں عدل و انصاف کے قیام کے لئے رشوت لوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 ص 290 تا 292)

الغرض اس طرح اسلام کا بیج سرزمین عرب سے نکل کر بیرونی ممالک میں بویا گیا اور رفتہ رفتہ ایک سایہ دار درخت کی صورت اختیار کرنے لگا۔ مگر اس درخت کی آبیاری کے لئے مسلمانوں نے مال جان وقت ہر نوع کی قربانیاں دیں۔ اس لئے اس جگہ ان ستر داعیان الی اللہ کی میدان تبلیغ میں جان کی قربانی کے ذکر کے بغیر یہ مضمون نامکمل رہے گا۔ جنہوں نے تبلیغ کی راہ میں اپنی جان فدا کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

ستر مبلغین کی شہادت

واقعہ یوں ہے کہ رعل' ذکوان اور عصیہ و بنی لحیان کے قبائل نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں دشمن سے خطرہ ہے کچھ مدد بھجوائیں اور آپ کے یہ لوگ ہمارے قبائل میں اسلام کا پیغام بھی پہنچائیں گے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ستر حفاظ کو اس مہم پر روانہ فرمایا۔ یہ مسکین اور عبادت گزار لوگ تھے جو دن کو جنگلوں سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے کھانے دانے کا انتظام کرتے اور راتیں عبادت میں گزارتے تھے۔ جب یہ صحابہ بئر معونہ پہنچے تو ان قبائل نے جنہوں نے دعوت دے کر صحابہؓ کو بلوایا تھا بدعہدی کرتے ہوئے ان تمام صحابہؓ کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا۔

بئر معونہ کے اس واقعہ میں شہید ہونے والے ستر صحابہ کے سردار حضرت حرام بن ملحان انصاریؓ تھے۔ ان کی شہادت کا واقعہ شجاعت و بہادری کی ایک عجیب مثال ہے چنانچہ آپ تبلیغ کرتے ہوئے کفار کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر رہے تھے کہ دشمنوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا کہ ان پر حملہ کر دو۔ وہ دشمن پیچھے سے آیا اور بڑے زور کے ساتھ نیزہ حضرت حرامؓ کی گردن میں مارا۔ نیزہ کا لگنا تھا کہ حضرت حرامؓ نے پوری قوت کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نیزہ شہ رگ میں لگا تھا کیونکہ خون کا ایک فوارہ گلے سے بہہ نکلا۔ حضرت حرامؓ نے اپنا اوک خون سے بھرا اسے اپنے منہ اور چہرے پر چھڑکا اور ایک اور نعرہ بلند کیا فزت و رب الکعبہ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

(بخاری کتاب المغازی)

اے ملحان کے بیٹے حرامؓ تجھ پر سلام ہو۔ تو نے سچ کہا' بے شک تو کامیاب ہو گیا کہ دائمی اور ابدی جنتوں کو پا گیا۔ اور یقیناً تیرا یہ اسوہ تیرے تمام ساتھیوں کے لئے مشعل راہ بن گیا۔

اسلام پر تلوار سے پھیلانے کا الزام

اسلام پر تلوار اور جبر و تشدد سے پھیلانے کا الزام لگانے والوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے صرف یہی واقعہ ہی کافی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ معصوم مسلمان داعیان امن پر تلوار چلائی گئی اور وہ اشاعت اسلام کی راہ میں قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے مگر کمال استقامت دکھائی۔ اور ان کے آقا و مولیٰ بانیٔ اسلام ﷺ نے ان کو یہی تعلیم دی تھی' چنانچہ حضرت علیؓ کو جنگ خیبر کے موقع پر یہی نصیحت فرمائی تھی کہ اہل خیبر کے قریب اتر کر پہلے ان کو اسلام کی طرف دعوت کرنا اور بتانا کہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں ان پر کیا حقوق واجب ہوتے ہیں۔ خدا کی قسم! تیرے ذریعہ سے ایک آدمی کا راہ راست پر آنا تیرے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ خیبر)

یہی وجہ تھی کہ مسلمان جب تلوار سے اپنا دفاع کرنے پر مجبور کر دیئے گئے تو انہوں نے میدان جنگ میں بھی فریضہ تبلیغ کی بجا آوری کو اولیت دی ہے۔

میدان جہاد میں تبلیغ

اس کی مثال معرکہ یرموک میں نظر آتی ہے جب اسلامی فوجیں رومی سپاہ سے برسرپیکار تھیں اس دوران پہلے فریقین میں سفارتوں کا تبادلہ ہوا تو جارج نامی رومی قاصد نے اسلامی لشکر گاہ میں آ کر انہیں باجماعت نماز ادا کرتے دیکھا تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا پھر جب حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلام کا پیغام اسے پہنچایا اور حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں سورہ نساء کی وہ آیات سنائیں جن میں آپ کو خدا کا رسول اور کلمۃ اللہ کہا گیا ہے تو جارج نے حق و صداقت کی گواہی دیتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور واپس جانے سے انکار کر دیا مگر امین الامت نے باصرار اسے اسلامی سفیر حضرت خالدؓ کے ساتھ واپس جانے پر مجبور کیا اور یوں سفارت کے حق امانت پر بھی کوئی آنچ نہ آنے دی۔

(فتوح البلدان للبلاذری ص 141)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہمدردی محبت بنی نوع انسان' خدمت خلق اور عدل و احسان جیسے اخلاق فاضلہ کے نتیجہ میں پھیلا ہے۔

خلق مہمان نوازی

آخر میں ان خدمات مہمان نوازی کا تذکرہ بھی لازم ہے جس کے ذریعہ اغیار کے دل جیتے گئے اور جس میں زیادہ حصہ صحابیات کا ہے۔

جب مدینہ میں نووارد مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہوا تو یہ لوگ سب سے زیادہ مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہوتے تھے۔ یمن سے آنے والے قافلہ عبدالقیس کے ارکان وفد بیان کرتے تھے کہ مدینہ میں ہمیں جن مسلمان میزبانوں کے ہاں ٹھہرایا گیا انہوں نے خوب ہماری خاطر تواضع کی اس کے بعد جب ہم دربار نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ تمہارے بھائیوں نے تمہارا کیسا خیال رکھا اور کیسی مہمان نوازی کی ہم نے کہا کہ انہوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا نرم بستر اور عمدہ کھانے مہیا کئے اور صبح ہمیں دین کی باتیں سکھائیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 432 دار الفکر العربی)

یہ سن کر نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے کہ آپ کے خدام نے آنے والے مہمانوں کے دل جیت لئے ہیں۔

کیونکہ یہی آپؐ کی دلی تمنا تھی کہ محبت والفت سے دنیا کو فتح کیا جائے۔

مہمان نوازی کے ایسے ہی خوبصورت واقعات سے صحابہ رسول اور صحابیات کی پاکیزہ زندگیاں عبارت ہیں۔ بالخصوص مہمان نوازی کے ذریعہ تبلیغ کے میدان میں بے لوث خدمات کا جو حق پس پردہ رہ کر خواتین صحابیات نے انجام دیا وہ لائق تحسین و آفرین ہے ان خواتین میں کہیں ہمیں

باقی ص 35 پر

صحابہؓ کی مالی قربانیوں کے حیرت انگیز نمونے

وہ پاک نظر ان کے وجودوں پر ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے وجودوں سے کھوئے گئے

اپنے محبوب اموال اللہ اور رسول کی خاطر پیش کرنے کے ایمان افروز واقعات

عبدالسمیع خان - ایڈیٹر الفضل ربوہ

بہت کچھ پانے کے لئے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔ منزل جس قدر عظیم اور جانفزا ہو راستہ اسی قدر طویل، پُر پیچ اور خاردار ہوتا ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی رفعت کا راز کیا تھا؟ یہی کہ آپؐ نے اپنا سب کچھ اس خدا کے حوالے کر دیا تھا جو مالک دو جہاں ہے۔ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تمام انبیاء سے اعلیٰ و ارفع تجلی کے ساتھ آپؐ پر نازل ہوا۔ قرآن کریم آپؐ کی زبان مبارک سے فرماتا ہے۔

کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (انعام:163)

آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کے سارے رنگ بھی تو آپؐ ہی کے رنگ تھے۔ ان کا ہر حسن، حسن محمدؐ ہی کا پرتو تھا۔ ان کے اخلاق کی چمک دمک اور نورانیت نور محمدیؐ سے مستعار تھی۔ خلق عظیم کی تجلی نے ہر پہلو سے ان کا احاطہ کر رکھا تھا۔ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں رنگین ہوئے۔ وہ آپؐ کے پیچھے قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ بڑھتے رہے اور وصال الٰہی کی ارفع و اعلیٰ منزل سے شادکام ہوئے۔ دین کی خاطر ان کی قربانیاں زندگی کے ہر پہلو اور گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں مگر اس مضمون میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صرف مالی قربانیوں کے عظیم الشان نمونے دکھانا مقصود ہیں۔ جو اس آیت کریمہ کی منہ بولتی تصویر ہیں:۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ○

(آل عمران : 73)

یعنی تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خدا کے لئے خرچ نہ کرو۔

اس جگہ مما تحبون میں گو ہر قسم کی قربانیاں مذکور ہیں مگر ان کا ایک بہت جلی عنوان جانی قربانی کے بعد "انفاق فی سبیل اللہ" کا ہے۔

ایثار ضروری ہے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اسی واسطے علم تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے جگر نکال کر کسی کو دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقا اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا (۔) حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ تم عزیز ترین چیز خرچ نہ کرو گے کیونکہ مخلوق الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوق الٰہی کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شئے ہے اور اس آیت (۔) میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔"

(ملفوظات جلد نمبر ا ص 367)

لیکن محض انفاق مال کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ بلکہ قرآن کریم کی دوسری متعدد آیات بھی صراحت کے ساتھ یہ بیان کرتی ہیں کہ اس کے ساتھ بہترین اور پسندیدہ مال کی شرط لگائی گئی ہے مثلاً فرمایا:۔

کون ہے جو اپنے مال کا ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر اللہ کے حضور پیش کرتا ہے۔ (البقرہ 246)

دوسری جگہ فرمایا:۔

ناکارہ چیز کو جس میں سے تم خرچ تو کرتے ہو مگر تم خود سوائے اس کے کہ اس کے قبول کرنے میں چشم پوشی سے کام لو۔ اسے ہرگز قبول نہیں کرتے صدقہ کے لئے بالارادہ نہ چنا کرو۔ (البقرہ۔268)

حقیقی نیکی

حضرت مسیح موعود اس مضمون کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ نصِ صریح ہے (۔) جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو۔"

(ملفوظات جلد اول ص 47)

یہ بنیادی اور اصولی معیار ہے جو انفاق فی سبیل اللہ کے لئے قرآن کریم مقرر کرتا ہے۔

اس معیار پر صحابہ کرامؓ کو پرکھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسے ایسے حیرت انگیز مناظر نظر آتے ہیں کہ یقین کرتے نہیں بنتی۔ مگر ایسا ہو گزرا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تربیت یافتہ فدائیوں نے ایسی عالی شان مثالیں قائم کی ہیں جن کی مثال چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

انفاق فی سبیل اللہ کے دو حصے ہیں:۔

(1) فرض (2) نفل

آیئے پہلے فرض یعنی زکوٰۃ کے ضمن میں صحابہؓ کا اسوہ ملاحظہ ہو۔

زکوٰۃ مفروضہ میں حسن ادائیگی

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب پھل پک جاتے اور زکوٰۃ کا وقت آتا تو صحابہؓ جوق در جوق اپنے اموال کی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتے۔ کوئی اِدھر سے کھجوریں لے کر آرہا ہے کوئی اُدھر سے آرہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ڈھیر لگ جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب اخذ صدقۃ التمر)

مگر اسی پر بس نہیں بلکہ ہر ایک کو اپنا بہترین مال راہ خدا میں پیش کرنے کی آرزو ہوتی تھی۔

نصاب سے بڑھ کر

حضرت اُبَیّ بن کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں ایک صحابیؓ کے پاس آیا تو اس نے اپنا تمام مال حاضر کر دیا۔ مگر میں نے کہا کہ قواعد کے مطابق مجھے صرف ایک اونٹنی کا بچہ چاہئے تو وہ شخص بولا کہ وہ کس کام کا ہے نہ وہ سواری کے قابل ہے نہ ہی دودھ دیتا ہے اس کی بجائے یہ جوان فربہ اور مضبوط اونٹنی لے جاؤ۔ مگر میں نے کہا کہ جب تک حضورؐ اس کی اجازت نہ دیں میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ آپؐ قریب ہی ہیں اگر تم چاہو تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اونٹنی پیش کر دو۔ اگر حضورؐ نے منظور فرما لیا تو پھر میں لے لوں گا۔

چنانچہ ہم دونوں حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچے اس شخص نے عرض کیا کہ یا نبیؐ اللہ! میرے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آپؐ کا عامل آیا۔ اس سے پہلے حضورؐ کا کوئی عامل میرے پاس اس مقصد کے لئے نہیں آیا تھا۔ میں نے اپنا تمام مال اس کے سامنے پیش کر دیا تو اس نے کہا تم پر صرف ایک اونٹنی کا بچہ فرض ہے لیکن وہ نہ دودھ دیتا ہے نہ سواری کے قابل ہے۔ اس لئے میں اس کو جوان اور فربہ اونٹنی دیتا ہوں مگر یہ انکار کرتا ہے۔ اب میں یہ اونٹنی آپؐ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضورؐ نے فرمایا۔ فرض تو وہی ہے جو اُبَیّ نے بیان کیا ہے لیکن اگر تم اس سے زیادہ دو تو وہ صدقہ ہوگا اور ہم اس کو قبول کر لیں گے۔

پھر حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کے مال میں برکت کے لئے دعا کی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی الزکوۃ السائمۃ)

بہترین مال لے جاؤ

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ جب ہمیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتے تھے تو فرماتے کہ دودھ دینے والی اونٹنی زکوٰۃ میں نہیں لینی۔

ایک جگہ میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے گیا تو ایک شخص ایک نہایت خوبصورت، جسیم اور بہت بڑے قد کی اونٹنی لے آیا۔ مگر میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ لیکن اس نے اصرار کیا کہ میرے مال میں سے بہترین اونٹنی لے جاؤ۔ مگر میں نے قبول نہ کیا۔ اس پر وہ پہلی سے نسبتاً کم قیمت کی اونٹنی لے آیا۔ مگر میں نے اسے بھی قبول نہ کیا۔ اس پر وہ اس سے بھی نسبتاً تھوڑی قیمت والی اونٹنی لے آیا تو میں نے کہا کہ میں اسے قبول تو کر لیتا ہوں مگر اس بات سے ڈرتا ہوں کہ حضورؐ کہیں مجھ پر ناراض نہ ہوں۔

(نسائی کتاب الزکوۃ باب الجمع بین المتفرق)

قیمتی بکری

ایک دن ایک صحابیؓ پہاڑی درّے میں بکریاں چرا رہے تھے کہ دو زکوٰۃ وصول کرنے والے آ گئے اور بتایا کہ ہمیں حضور ﷺ نے زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس صحابیؓ نے پوچھا کہ مجھے کیا دینا پڑے گا۔ انہوں نے کہا۔ ایک بکری۔

اس پر وہ صحابیؓ ایک نہایت عمدہ فربہ گابھن بکری لے آئے۔ مگر لینے والوں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ ذرا کم قیمت بکری لے کر آئے تو محصّلین زکوٰۃ نے وہ بکری قبول کر لی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی الزکوۃ السائمۃ)

یہ واقعات حسن واحسان اور عدل پر مشتمل خوبصورت دینی تعلیم کے کیسے پیارے نقوش ہیں۔ ایک طرف لینے والے ہیں جو کم از کم حد سے زکوٰۃ مفروضہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تاکہ دینے والے مشقت اور تکلیف میں نہ پڑیں مگر دینے والوں کے دل میں قربانی کے جذبات گہرے سمندر کی طرح موجزن ہیں۔ جب کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا ان کے پاس آتا ہے تو وہ خوشی سے نہال ہو جاتے ہیں اور اپنی طرف سے بہترین چیز راہ خدا میں پیش کر دیتے ہیں۔

یہ کنگن خدا کے لئے ہیں

ایک صحابیہ ؓ اپنی لڑکی کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے۔ آنحضور ؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ بولیں نہیں۔ فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے تمہارے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے۔ انہوں نے یہ سنا تو فوراً کنگن آپ ؐ کے سامنے ڈال دیئے اور کہا کہ یہ خدا اور خدا کے رسول ؐ کے ہیں۔

(سنن ابو داؤد۔ کتاب الزکوٰۃ باب الکنز)

زکوٰۃ اور صدقہ کا کیا حسین امتزاج ہے۔ ایک لڑکی کسی وجہ سے غالباً عدم علم سے زکوٰۃ نہیں دے پائی مگر جب حضور ﷺ اس طرف متوجہ کرتے ہیں تو نہ صرف مقررہ زکوٰۃ دے دیتی ہے بلکہ پورے کا پورا زیور ہی پیش کر دیتی ہے۔

اس جگہ شاید یہ سوال پیدا ہو کہ ان واقعات میں کوئی بھی واقعہ کسی معروف صحابی ؓ سے منسوب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک معین نصاب پر پورا سال گزرنے پر واجب ہوتی ہے۔ صحابہ ؓ تو وہ لوگ تھے کہ صبح وشام راہ وفا میں اپنے اموال لٹاتے جاتے تھے پیسہ تو واقعتاً ان کے نزدیک ہاتھوں کی میل تھی وہ تو اس چھلنی کی مانند تھے کہ جب بھی اس میں کوئی چیز ڈالی جائے تو وہ فوراً نیچے گرنی شروع ہو جاتی ہے بلکہ اس چھلنی سے بھی زیادہ جلدی صحابہ کرام ؓ کو تقسیم اموال کے لئے ہوتی تھی۔ ان میں سے کس کے مال پر سال گزرا کہ وہ اس کی زکوٰۃ دیتا۔

تاہم جو اس نصاب کے حامل ہوئے انہوں نے زکوٰۃ کا حق ادا کر دیا۔

اب آیئے انفاق کے دوسرے حصے یعنی صدقات وخیرات کی جانب۔ اس بارہ میں بھی صحابہ ؓ کا نمونہ بہت ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ سوائے خدا والوں کے کوئی جماعت ایسا نمونہ پیش نہیں کر سکتی۔

صدقات کے میدان میں اعلیٰ نمونہ

صدقہ کا ذکر ہو تو نظر لامحالہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب اٹھتی ہے۔ وہ جو اللہ کی راہ میں اپنا تمام مال لٹا دینے کے لئے ضرب المثل ہیں اور یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ پیش آیا ہے۔

13 سنہ نبوت کا ذکر ہے۔ اکثر مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھ مکہ میں ہی روک رکھا ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ جلد ہی ہجرت کی توقع رکھتے ہیں اس مقصد کے لئے انہوں نے دو اونٹنیاں سفر کی خاطر تیار کرنی شروع کر دی ہیں۔

جب حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت ملی تو آپ ؐ نے حضرت ابوبکر ؓ کو تیاری کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول ؐ اللہ! ایک اونٹنی میں آپ ؐ کی خدمت میں تحفۃً پیش کرتا ہوں۔ مگر حضور ؐ نے اسے قیمت دیئے بغیر لینا منظور نہ فرمایا۔

اس کے بعد کا واقعہ حضرت اسماء ؓ یوں بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے اور حضرت ابوبکر ؓ نے ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر ؓ نے اپنا سارا مال 5 یا 6 ہزار درہم بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ تاکہ راستہ میں بھی اور بعد میں بھی راہ خدا میں پیش کر سکیں۔

ہم لوگوں کے پاس میرے دادا ابو قحافہ آئے۔ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور ابھی وہ اسلام نہیں لائے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ابوبکر ؓ تم سب لوگوں کو اپنے مال اور اپنی ذات سمیت مصیبت میں مبتلا کر گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان ہرگز ایسا نہیں وہ تو ہم لوگوں کے لئے خیر کثیر چھوڑ گئے ہیں۔ پھر میں نے کچھ پتھر لئے اور ان کو گھر کے بڑے گہرے طاق میں رکھ دیا جہاں حضرت ابوبکر ؓ اپنا مال رکھتے تھے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا۔

پھر میں نے دادا جان سے کہا اپنا ہاتھ اس پر رکھیئے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا کہ اب کوئی حرج نہیں جبکہ وہ تمہارے لئے یہ مال چھوڑ گئے ہیں۔ اس میں تم لوگوں کی گزر اوقات ہو جائے گی۔

حضرت اسماء ؓ فرماتی ہیں کہ میرا مقصد صرف ان کو تسلی دینا تھا۔

(البدایہ جلد 3 ص 179)

حضرت اسماء ؓ کی عمر اس وقت کچھ زیادہ نہ تھی مگر ان کی قوت ایمانی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اپنے دادا کو کس ترکیب سے مطمئن کیا ہے۔ اسماء ؓ عظیم الشان برکتیں اپنے باپ پر نازل ہونے کی توقع رکھتی تھیں کیونکہ خیر کے معنے مال کے بھی ہیں اور بھلائی اور برکت کے بھی۔ ابو قحافہ نے اس خیر سے مراد مال سمجھا اور اسماء ؓ کی نظر میں اس سے مراد خدا کی رحمت وبرکت تھی۔

مسابقت کی دوڑ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مالی قربانی کا دوسرا واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ یہ واقعہ ہزاروں دفعہ سنا اور پڑھا ہے مگر ہر دفعہ نیا لطف اور نئی لذت دے کر جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہم

صدقہ کریں اور حسن اتفاق سے آپؐ کے اس فرمان کے وقت میرے پاس مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں حضرت ابو بکرؓ سے کسی دن آگے بڑھ سکتا ہوں تو یہ آج کا دن ہے چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا۔ نصف مال۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ اپنا سب کچھ لے کر آ گئے۔ آنحضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا۔ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ انہوں نے کہا۔ میں نے تو ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو باقی چھوڑا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان پر کبھی کسی چیز میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(جامع ترمذی۔ کتاب المناقب۔ مناقب ابی بکرؓ)

قرآن کریم کی جب یہ آیت نازل ہوئی۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔

تو صحابہ کرامؓ نے اپنی مرغوب ترین اشیاء اور محبوب ترین اموال کی قربانی کے جو نمونے دکھلائے وہ ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے ہیں۔ ان میں سے چند ایک واقعات ملاحظہ ہوں۔

اپنا مرغوب ترین مال پیش کردیا

فتح خیبر کے بعد حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس سے اچھا مال مجھے اس سے پہلے کبھی نہیں ملا۔ آپؐ مجھے اس کے بارہ میں ارشاد فرمائیں۔

"حضورؐ نے فرمایا اگر چاہو تو اصل درخت اپنے قبضہ میں رکھو اور پھلوں کو خیرات کر دو۔" چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی شرط پر وہ زمین وقف کر دی۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا باب الوقف)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ وہ ان کے لئے ایک لونڈی موضع جلولاء کی گرفتار شدہ عورتوں میں سے خرید کر بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر جب یہ آیت اتری (۔) تو انہوں نے لونڈی کو بلایا۔ اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھ کر اس کو آزاد کر دیا۔

(کنز العمال جلد 3 ص 314)

محبوب باغ

انصار مدینہ میں سے سب سے زیادہ باغات حضرت ابو طلحہؓ کے پاس تھے اور انہیں اپنے تمام اموال میں سے بیرحاء نامی باغ سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ یہ باغ مسجد نبویؐ کے سامنے تھا۔ حضور ﷺ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیا کرتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی

تو حضرت ابو طلحہؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھے سب سے زیادہ بیرحاء پسند ہے اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور اللہ سے ثواب اور اجر کی امید رکھتا ہوں۔ آپؐ اس باغ کو منشاء الٰہی کے مطابق استعمال فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ مال بہت نفع مند ہے بہت عمدہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ زیر ایت هذا)

باغ اللہ کے حوالے ہے

حضرت عبد اللہ بن زید حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرا یہ باغ صدقہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے حوالے ہے۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ جلد 3 ص 336)

مقبول صدقہ

حضرت محمد بن منکدرؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری۔

تو حضرت زید بن حارثہؓ اپنا گھوڑا بطور صدقہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے جس کو شبلہ کہا جاتا تھا۔ انہیں اس سے زیادہ اور کوئی مال محبوب نہ تھا۔

آنحضور ﷺ نے وہ گھوڑا قبول فرمایا اور ان کے بیٹے اسامہؓ کو دے دیا۔ حضورؐ نے اس بات سے حضرت زیدؓ کے چہرہ پر کچھ اداسی محسوس کی (کہ باپ کی محبوب چیز بیٹے کو مل گئی) تو آپؐ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس صدقہ کو تمہاری جانب سے قبول فرما لیا ہے۔

(در منثور جلد 2 ص 50)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مجھے معلوم ہوئی۔ تو میں نے یاد کیا کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے مجھے سب سے زیادہ کونسا مال پسند ہے۔ تو میں نے کوئی چیز اپنی رومی لونڈی (جس کا نام رمیثہ تھا) سے زیادہ محبوب نہ پائی۔ اس پر میں نے اسے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

(مستدرک حاکم جلد 3 ص 561)

بہتر سودا

حضرت ابن عمرؓ کو اپنے غلام حضرت نافع سے بہت محبت تھی۔ کیونکہ وہ بہت قابل اور صاحب علم خادم تھے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو دس ہزار دینار پیش کئے اور کہا کہ نافع کو میرے پاس فروخت کر دیجئے۔ مگر ابن عمرؓ نے انکار کر دیا۔ اس پر عبد اللہؓ نے پوچھا کہ پھر آپ ہی قیمت بتایئے تو ابن عمرؓ بولے۔

کہ میں اس سے بہتر سودا کرنے والا ہوں میں اسے اللہ کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 296
تفسیر قرطبی جلد 4 ص 132)

شام کا وقت تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمدہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے جس کو انہوں نے بہت سے مال کے عوض خریدا تھا۔ حضرت ابن عمر کو اس کی چال پسند آئی۔ تو اس اونٹ کو اسی جگہ بٹھایا اس پر سے اترے اور اپنے غلام نافعؓ سے فرمایا:۔

ذرا غور سے دیکھو کہیں اس اونٹ کا کان وغیرہ تو کٹا ہوا نہیں ہے۔

جب جواب نفی میں ملا تو حضرت نافعؓ سے فرمایا۔ اس کی نکیل اور کجاوہ اتار لو اور اس پر جھول ڈال دو اور اسے شعار کرو (کوہان پر معمولی سا شگاف ڈالنا) اور پھر اسکو ان اونٹوں میں شامل کر دو جن کی حرم مکہ میں قربانی کی جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 294)

اللہ کے لئے دھوکا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب انہیں کوئی چیز اپنے مال سے زیادہ پسند ہوتی تو اسے اللہ کی راہ میں دے کر قرب الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ آپؓ کے غلاموں کو آپ کی اس عادت کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی غلام عبادت کے لئے خوب تیار ہو کر مسجد میں جا کر بیٹھ جاتا۔ حضرت ابن عمرؓ جب اس کو اس اچھی حالت میں دیکھ لیتے تو خوش ہو کر اسے آزاد کر دیتے۔ آپؓ کے ساتھی آپؓ سے کہتے تھے کہ آپؓ کے غلاموں میں عبادت کا شوق نہیں یہ تو صرف آپ کو دھوکا دیتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:۔

جو ہم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکا دے گا ہم ضرور اس کے دھوکے میں آئیں گے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول ص 294)

لہلہاتے باغ

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے پاس دو باغ ہیں۔ اگر میں ان میں سے ایک صدقہ کر دوں تو کیا مجھے جنت میں ویسا ہی باغ ملے گا؟ فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا میری بیوی اور بیٹا بھی میرے ساتھ ہوں گے؟ فرمایا ہاں۔ اس پر ابوالدحداحؓ نے کہا کہ میں اپنا بہترین باغ راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس گئے جو اسی باغ میں تھے۔ وہ باغ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اپنی بیوی کو یہ واقعہ بتایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے بہت اچھا سودا کیا ہے۔ پھر وہ سب اس باغ سے چلے گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ ابوالدحداح کے لئے جنت میں کتنے ہی لہلہاتے ہوئے باغات ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی۔

کیا کوئی ہے جو اللہ کو اپنے مال کا ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تاکہ وہ اس کے لئے بہت بڑھائے۔ اور اللہ کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ بندہ کا مال لیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور آخر تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ (البقرہ 246)

(تفسیر کبیر رازی جلد 6 ص 166 زیر آیت مندرجہ بالا)

بیش بہا قربانیاں

حضرت عثمانؓ کی مالی قربانیوں کا تو شمار ہی ممکن نہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور جیش عسرہ کی ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں سو اونٹ مع ان کے پالان اور کجاوہ کے دوں گا۔ آنحضورؐ نے پھر دوبارہ ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانؓ نے مزید سو اونٹوں کا وعدہ کیا۔ حضورؐ نے پھر مزید توجہ دلائی تو حضرت عثمانؓ نے مزید سو اونٹوں کا وعدہ کیا۔ تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا کی۔

اے میرے اللہ عثمان کو بھول نہ جانا عثمان پر کوئی مؤاخذہ نہیں اگر آج کے بعد وہ کوئی عمل نہ کرے

غزوہ تبوک میں انہوں نے ایک ہزار سواریاں پیش کیں اور غزوہ کے کل خرچ کا ایک تہائی پیش کر دیا یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ لشکر والوں کی کوئی حاجت باقی نہیں رہی جو انہوں نے پوری نہ کر دی ہو۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 59)

قیمتی جانور

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ بھی خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ صف اول کی قربانی کرنے والوں میں تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے سات سو اونٹ مع سامان تجارت کے صدقہ کئے ایک بار چار ہزار درہم پھر چالیس ہزار درہم پھر چالیس ہزار دینار' پھر پانچ سو اونٹ' پھر ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں صدقہ کیں۔ کئی سو گھوڑے جہاد کے لئے پیش کئے اور یہ سارا مال وہ تجارت سے حاصل کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 98 تا 99)

توبہ کی قبولیت پر شکرانہ

حضرت ابولبابہ سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس مکان کو چھوڑتا ہوں جہاں مجھ سے گناہ سرزد ہوا اور اپنے تمام مال کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا اے ابولبابہ تمہاری طرف سے تہائی مال کا صدقہ کافی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تہائی مال صدقہ کر دیا۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ جلد 3 ص 632)

جب حضرت کعبؓ بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس شکرانے میں اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں۔ مگر آنحضورﷺ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس رکھ لو۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی)

تمام وظیفہ

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے۔ ان کا وظیفہ پانچ ہزار دینار تھا۔ مگر جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تو وہ ساری صدقات میں دے دیتے اور خود چٹائیاں بن کر وجہ معاش پیدا کرتے۔

(الاستیعاب جلد 2 ص 572)

حضرت زبیرؓ بن العوام کے ایک ہزار غلام تھے۔ وہ روزانہ جو کچھ کمالاتے صدقہ کر دیتے اپنے گھر میں ایک پیسہ بھی نہ آنے دیتے۔

(اصابہ بحوالہ سیر المہاجرین حصہ اول ص 26)

ایک بار قبیلہ مضر کے لوگ آئے وہ بہت فاقہ زدہ اور بدحال تھے آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور ان کے لئے صدقہ کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے کپڑوں اور غلّے کا ڈھیر لگا دیا۔

(سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ)

بہترین صدقہ

ایک بار ایک صحابیؓ انڈے کے برابر سونا لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ سونا مجھے ایک کان سے ملا ہے اور اسے میری طرف سے بطور صدقہ قبول فرمائیے اس کے سوا میرے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر حضورؐ نے اعراض فرمایا۔ پھر وہ صحابیؓ دائیں طرف سے آئے اور یہی عرض کیا مگر حضورؐ نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ تیسری بار پھر یہی ہوا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہ سونا لے کر اس کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ میں دے دیتے ہو اور پھر بھیک مانگنے لگتے ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہ جائے۔

(سنن ابوداؤد۔ کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ)

حضرت اسماء کے پاس ایک ہی لونڈی تھی۔ اسے فروخت کر کے رقم صدقہ کر دی۔

(مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ)

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ سے زیادہ کسی کو سخی نہیں دیکھا۔ ان دونوں کی سخاوت کے طریقے مختلف تھے حضرت عائشہؓ تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کرتیں۔ اور جب کچھ مال جمع ہوتا تو تقسیم کر دیتیں۔ مگر حضرت اسماءؓ تو کوئی چیز پاس رکھتی ہی نہیں تھیں۔

(الادب المفرد۔ باب السخاوۃ)

لمبے ہاتھوں والی

حضرت زینب بنت جحش ام المومنینؓ کو آنحضرت ﷺ نے "لمبے ہاتھوں والی" قرار دیا تھا یعنی بہت صدقہ و خیرات کرنے والی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ کا سالانہ نفقہ آپ کی خدمت میں بھیجا تو اس پر کپڑا ڈال دیا پھر حضرت زینبؓ نے بزرہ بنت رافع کو حکم دیا کہ یہ سارا مال میرے رشتہ داروں اور مساکین میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب تھوڑا سا مال رہ گیا تو بزرہ نے کہا کیا اس میں میرا کوئی حق نہیں۔ فرمایا کپڑے کے نیچے دیکھو۔ اس وقت صرف پچاسی درہم رہ گئے تھے کہا یہ تم لے لو۔ اور پھر دعا کی کہ اے خدا اس سال کے بعد میں عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں دعا قبول ہوئی اور اسی سال حضرت زینبؓ کا انتقال ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 68)

حضرت سودہؓ کی خدمت میں حضرت عمرؓ نے ایک تھیلی بھیجی۔ انہوں نے لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے۔ بولا درہم ہیں فرمایا کیا تھیلیوں میں کھجوروں کی طرح درہم بھی بھیجے جاتے ہیں اور اسی وقت سارا مال تقسیم کر دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 38)

زیورات پیش کر دیئے

عورتوں کو زیورات سے زیادہ کون سی چیز پیاری ہوتی ہے۔ مگر صحابیاتؓ رسولؐ نے خدا کے لئے ان زیورات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔

ایک بار آنحضرت ﷺ نے خطبہ عید میں صدقہ و خیرات کی ترغیب دی صحابیاتؓ کا مجمع تھا۔ حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے۔ اور صحابیاتؓ اپنے کانوں کی بالیاں، گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک اتار کر پھینکتی جاتی تھیں۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید)

ایک بار آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کی طرف توجہ دلائی۔ ابھی آپؐ واپس گھر نہیں پہنچے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی آ گئیں اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ آج آپؐ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ میرے پاس یہ کچھ زیورات ہیں جو میں بطور صدقہ پیش کرتی ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب)

قابل رشک تکلف

بعض صحابہ تکلف کے ساتھ یہ کوشش کرتے تھے کہ اپنی بہترین اور پسندیدہ اشیاء اپنے مولیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔

حضرت ربیع بن خیثمؓ کی بیوی روایت کرتی ہیں

کہ جب بھی ہمارے دروازے پر کوئی سائل آتا تو ربیع مجھے کہتے کہ اس سائل کو شکر دے دو کیونکہ مجھے شکر پسند ہے۔

(تفسیر قرطبی جلد 4 ص 132)

حضرت ابن عمر شکر کی بوریاں خرید کر خیرات کیا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان کی قیمت کو صدقہ کیوں نہیں کر دیتے۔ انہوں نے فرمایا مجھے شکر پسند ہے اور میں اپنی پسندیدہ چیز ہی خدا کی راہ میں خرچ کروں گا۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص 51)

مسکین کی خدمت

حضرت واثلہ بن الاسقعؓ کے گھر ایک سائل آیا۔ انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اس پر کچھ نقدی رکھی اور سائل کے ہاتھ میں جا کر دے آئے۔ ایک شخص نے کہا کیا آپ کے گھر میں کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ کی طرف سے یہ کام سر انجام دیتا۔ فرمایا کیوں نہیں لیکن بات یہ ہے کہ جو آدمی مسکین کے پاس صدقہ لے کر جاتا ہے۔ ہر قدم پر اس کی ایک خطا معاف ہوتی ہے۔ اور جب وہ اس کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیتا ہے تو ہر قدم کے عوض اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی۔

(کنز العمال جلد3 ص315 کتاب الزکوٰۃ فصل فی اداء الصدقہ)

حکیم بن حزام کا نمونہ

مدینہ میں ایک دفعہ دو اعرابی آئے جو اس بات کا سوال کر رہے تھے کہ کون اللہ کی راہ میں سواری دیتا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ حکیم بن حزامؓ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں ان کے پاس گئے اور سوال کیا۔

حضرت حکیم بن حزام انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ اور بظاہر ناقابل استعمال چیزوں کو بھی سنبھال کر رکھتے تھے کہ خدا کی راہ میں کام آجائیں گی۔

حضرت حکیم بن حزام ان کو لے کر بازار گئے۔ دو بڑی بڑی قیمتی اونٹنیاں خریدیں۔ ان کا سامان خریدا۔ پھر ان کو غلہ اور گیہوں سے لادا۔ ان دونوں کو خرچ بھی دیا اور اونٹنیاں ان کے حوالے کر دیں۔ ایک اعرابی کہنے لگا اس شخص سے زیادہ بہتر آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ کتاب المناقب باب حکیم بن حزام جلد9 ص642)

ایثار کی تابناک مثالیں

صحابہؓ کی مالی قربانیوں کے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ شدید خواہش اور ضرورت کے وقت کسی سائل نے آکر سوال کیا تو کل پونجی اٹھا کر اسے دے دی۔

ایک بار حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً اٹھے گھر پہنچے ان کے بیٹے عبدالرحمان کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ وہ لے کر مسجد گئے اور وہاں ایک سائل ملا تو روٹی کا ٹکڑا اسے دے دیا۔

(سنن ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب المسئلۃ فی المسجد)

440 آدمی

حضرت دکینؓ بن سعید فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم 440 آدمی تھے اور ہم نے حضورؐ سے غلّہ کا سوال کیا۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اٹھو اور انہیں دو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسولؐ اللہ میرے پاس تو صرف اتنا ہے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے گرمی کے موسم میں کفایت کرے۔ آپؐ نے فرمایا اٹھو اور دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ کمرہ کھولا تو وہاں کھجوروں کا چھوٹا سا ڈھیر تھا۔ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ اس ڈھیر میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 365)

حضرت علیؓ کے پاس کسی سائل نے آکر سوال کیا۔ تو آپ نے حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی ماں سے جا کر کہو کہ میں ان کے پاس چھ درہم چھوڑ آیا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم دے دیں۔

چنانچہ وہ صاحبزادے گئے اور واپس آکر کہا کہ اماں جان کہتی ہیں کہ آپ نے آٹا خریدنے کے لئے وہ چھ درہم چھوڑے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ بندہ کو اس چیز پر جو اللہ کے قبضہ میں ہو۔ زیادہ اعتماد نہ ہو۔ بہ نسبت اس چیز کے جو بندہ کے قبضہ میں ہو۔ جا کر اپنی ماں سے وہ چھ درہم لے آؤ۔

حضرت فاطمہؓ نے وہ رقم بھیجی۔ اور حضرت علیؓ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔

(کنز العمال جلد 3 ص 310)

محبوب مچھلی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جحفہ کے مقام پر ٹھہرے اس حال میں کہ آپ بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لوگوں نے آپ کے لئے مچھلیاں تلاش کیں۔ بڑی تلاش کے بعد صرف ایک مچھلی ملی۔ اس مچھلی کو ان کی بیوی حضرت صفیہؓ بنت عبید نے کھانے کے لئے

تیار کر دیا اور حضرت عبداللہؓ بن عمر کے سامنے پیش کیا۔ اتنے میں ایک مسکین آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے وہ مچھلی اٹھا کر اسے دے دی۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمیں اس مچھلی کی تلاش میں تھکا دیا۔ ہم مسکین کو درہم دے دیتے ہیں وہ درہم اس کے لئے مچھلی سے زیادہ مفید ہو گا۔ آپ مچھلی کھا کر اپنی خواہش پوری کیجئے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے نزدیک یہی مچھلی محبوب ہے اور اسے ہی صدقہ کروں گا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 297)

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کا ایک اور واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے تو آپ کے لئے انگوروں کا ایک خوشہ ایک درہم میں خریدا گیا۔ اتنے میں ایک مسکین آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ خوشہ اسے دے دو۔ ایک آدمی اس سائل کے پیچھے چلا گیا اور وہ خوشہ اس سے ایک درہم میں خرید کر واپس لے آیا۔ اتنے میں وہی مسکین دوبارہ آگیا اور پھر سوال کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا خوشہ اسے دے دو۔ سائل چلا تو ایک آدمی پھر اس کے پیچھے جا کر وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لایا۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ وہ سائل کئی مرتبہ لوٹ کر آیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ ہر مرتبہ وہ خوشہ اسے دینے کا حکم دیتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے سائل کو شرم دلائی اس سے خوشہ ایک درہم میں خریدا تب حضرت ابن عمرؓ نے اسے کھایا۔

(حلیہ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 297)

واحد روٹی

ایک مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کچھ مانگا اس دن آپ روزہ سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک چپاتی کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا یہ روٹی سائل کو دے دو۔ خادمہ نے کہا کہ پھر آپ کس چیز سے روزہ افطار کریں گی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ روٹی ضرور اس سائل کو دے دی جائے۔

انگور کا خوشہ

ایک دفعہ کسی مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کھانا طلب کیا۔ ان کے سامنے انگور کا ایک خوشہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک آدمی سے کہا کہ یہ خوشہ اٹھا کر سائل کو دے دو۔ اس آدمی نے تعجب کیا مگر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ

اگر کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا تو اس کا بدلہ پائے گا۔

(مؤطا امام مالک۔ کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقۃ)

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ شام ہونے تک آپ نے سب کے سب تقسیم کر دیئے۔ اس دن آپ کا روزہ بھی تھا۔ افطاری کا وقت آیا تو لونڈی نے کہا کہ گھر میں آج افطاری کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

(مستدرک حاکم جلد 4 ص 13)

اللہ کو بہت پسند آیا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت زیادہ مبتلائے مشقت ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا آج کی رات اسے کون مہمان کے طور پر ٹھہرائے گا۔ حضرت ابو طلحہؓ انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں۔ چنانچہ وہ اسے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کے لئے ہے اس نے کہا سوائے بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہیں۔ انہوں نے بیوی سے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دے اور جب وہ شام کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دے۔ اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا۔ (پردہ کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے) چنانچہ انہوں نے مہمان کی آمد پر چراغ گل کر دیا اور بچوں کو سلا دیا اور خود دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ بیٹھ کر اندھیرے میں منہ ہلاتے رہے گویا کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح گھر کے سب لوگ فاقہ سے رہے اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس واقعہ کی خبر دی۔ حضورؐ نے صبح حضرت ابو طلحہؓ کو بلایا اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ رات تم نے مہمان کے ساتھ کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو تم دونوں کی یہ بات بہت پسند آئی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف)

بہتر تجارت

حضرت سعید بن عامرؓ ایک دفعہ شدید مالی مشکلات کا شکار ہو گئے حضرت عمرؓ کا دور خلافت تھا جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت سعیدؓ کو بھجوا دیئے۔ وہ یہ دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور واقعہ بتایا۔ بیوی نے کہا آپ اس رقم سے کچھ کھانے پینے کا سامان اور غلہ خرید لیں۔ فرمانے لگے کیا میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ ہم اپنا مال اس کو دیتے ہیں جو ہمارے لئے تجارت کرے اور ہم اس کی آمدنی سے کھاتے رہیں اور اس مال کی ضمانت بھی اس کے اوپر رہے بیوی نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت سعیدؓ بن عامر نے وہ تمام دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دیئے اور تنگی اور ترشی میں گزارہ کرتے رہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 244)

قرض لے کر انفاق فی

سبیل اللہ

صحابہؓ کو انفاق فی سبیل اللہ کا ایسا چسکہ پڑ گیا تھا کہ جب اپنا کل مال ومتاع خدا کی راہ میں لٹا بیٹھتے تو پھر قرض لے کر صدقات دیتے۔

حضرت سعید بن عاص کے انفاق فی سبیل اللہ کا یہ حال تھا کہ اگر ان سے کوئی سائل سوال کرتا اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اسے دستاویز لکھ دیتے کہ جب ہوگا تو دیا جائے گا۔ چنانچہ وفات کے وقت ان پر اسی ہزار اشرفیوں کا قرض تھا۔ بیٹے نے پوچھا یہ قرض کیسے ہوا؟ فرمایا۔ کسی شریف کی حاجت روائی کی۔ کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی دے دیا اسی کام میں یہ قرض چڑھ گیا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 ص 310)

حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی قوم کے مخیر نوجوانوں میں سے بہت خوبصورت اور سخی نوجوان تھے۔ ان سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا جاتا فوراً اسے دے دیتے اور اس بنا پر اتنے مقروض ہو گئے کہ ان کا تمام مال قرضہ میں گھر گیا۔

(مستدرک حاکم جلد 3 ص 273)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک بار بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے۔ انہوں نے اس مال کو اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو دے دیا۔ یہاں تک کہ جب کل خرچ ہو چکا۔ تو ایک شخص کو انہی میں سے قرض لے کر دے دیا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 297)

روکا نہ جائے

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے۔ غزوات میں انصار کا علم انہی کے ہاتھ میں رہتا تھا اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے۔

ایک غزوہ میں وہ قرض لے کر فوج کو کھانا کھلاتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج میں شریک تھے۔ دونوں بزرگوں نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کر دیں گے۔ سو انہوں نے ان کو روکنا چاہا۔ حضرت سعدؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے ابن قحافہؓ اور ابن خطابؓ سے کون بچائے گا۔ یہ میرے بیٹے کو بخیل بنانا چاہتے ہیں۔

(اسد الغابہ جلد 4 ص 215)

حضرت طلحہؓ کی بیوی سعدیؓ فرماتی ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے ایک دن ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔ پھر قلاشی نے انہیں مسجد جانے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو (ستر چھپانے کے لئے) ملا کر سی دیا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 1 ص 88)

مزدوری کر کے صدقات دینا

بعض صحابہؓ ایسے تھے جن کے پاس خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہوتا تھا وہ محنت اور کوشش کے ساتھ مال کماتے اس خواہش کے ساتھ کہ خدا کی راہ میں اپنا مال پیش کر سکیں۔

حضرت ابو مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم مزدوری کے لئے چلے جاتے تھے۔ اور کچھ مال کما کر خدا کی راہ میں پیش کرتے تھے۔ اور جس کو جتنا کچھ میسر آتا وہ اسے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار)

ایک صحابی ابو نہیکؓ ساری رات مزدوری کر کے ایک صاع کھجوریں لائے اور ان کو صدقہ میں دے دیا۔

(تفسیر در منثور جلد 3 ص 363)

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مجاہدین اسلام کے ایک لشکر کی تیاری میں حصہ لینے کے لئے ساری رات مزدوری کرتے رہے۔ اور دو صاع (قریباً سات سیر) کھجوریں حاصل کیں ان میں سے ایک صاع تو گھر والوں کے لئے رکھا اور دوسرا نصف آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ تقرب الی اللہ کے لئے اسے صدقہ کرتا ہوں۔ اس مجمع میں منافقین بھی تھے انہوں نے اس بات پر حضرت ابو عقیلؓ کا مذاق اڑایا کہ ایک صاع کھجور دے کر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اس دکھی دل کو تسلی دینے کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں اور منافقین کو خوب انذار کیا۔

یہ منافق ہی ہیں جو مومنوں میں سے خوشی سے بڑھ بڑھ کر صدقات دینے والوں پر طنز کرتے ہیں اور ان پر بھی جو کہ سوائے اپنی محنت کی کمائی کے کوئی طاقت نہیں رکھتے سو باوجود اس قربانی کے یہ منافق ان پر ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ ان کو ہنسی کی سزا دے گا اور ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ (توبہ 79)

(تفسیر در منثور جلد 3 ص 262)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرم محترم حضرت زینبؓ بنت جحش کاریگر تھیں۔ وہ چمڑے کو رنگتی تھیں اور سی لیا کرتی تھیں اور اس کسب کے ذریعے اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ سوت کاتتی تھیں اور مجاہدین کی مدد کیا کرتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 77)

ام المومنین حضرت سودہؓ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور ان سے ہونے والی آمدنی مکمل طور پر صدقہ وخیرات میں صرف کرتی تھیں۔

(اصابہ بحوالہ سیر الصحابیات ص 17)

تین درہم

حضرت نعمان بن حمید کہتے ہیں کہ میں اپنے ماموں حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس مدائن میں گیا۔ وہ مدائن کے گورنر تھے۔ اور کھجور کے پتے بٹ رہے تھے انہوں نے فرمایا۔

میں کھجور کے پتے ایک درہم کے خریدتا ہوں۔ اور ان کے ساتھ محنت کر کے تین درہم میں بیچتا ہوں۔ ایک درہم تو اسی کام کے لئے رکھ لیتا ہوں۔ ایک درھم اہل وعیال پر خرچ کرتا

ہوں اور ایک درہم صدقہ کر دیتا ہوں۔ کوئی بھی مجھے اس کام سے روکے تو میں نہیں رکوں گا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص 89 دار صادر بیروت 1957ء)

انہوں نے آسمان پر خزانے جمع کئے

الغرض تمام صحابہؓ اور صحابیاتؓ ہر رنگ میں اپنے عزیز ترین اموال اپنے مولیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بے تاب اور بے کل رہتے تھے جیساکہ راہ خدا میں جانی قربانی میں ان کی کوئی مثل اور نظیر نہیں اسی طرح مالی قربانی کے میدان میں بھی دنیا کی کوئی قوم ان کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔

انہوں نے زمین پر اپنے خزانے جمع نہیں کئے بلکہ آسمان پر اپنے اموال جمع کرتے رہے اور اس کائنات کی سب سے بڑی دولت کو پالیا جسے پانے کے بعد اور کسی چیز کی تمنا نہیں رہتی۔ لیکن یہ سفر بہت کٹھن اور دل ہلا دینے والا سفر ہے۔ اور یہ گوہر مقصود بڑی مشقتوں کے مراحل کے بعد ہاتھ آتا ہے۔

اس سفر کو صحابہؓ نے کس جانفشانی سے طے کیا؟ سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کیا صحابہ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کے لئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جاکر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہوتی ملتا ہے۔ پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولا کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟ بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد ملتی ہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء ص 79)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ

مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ سارا کمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جن کے انقلاب انگیز وجود نے انہیں یکسر تبدیل کرکے رکھ دیا تھا وہ جو معمولی معمولی باتوں پر سالوں دست وگریباں رہتے تھے وہ جو دنیا پرست تھے وہ جو زر و مال پر فریفتہ تھے انہیں کیسے اپنے مولیٰ کا عاشق بنایا اور ہر عزیز سے عزیز چیز قربان کر دینے کا حوصلہ بخشا سچ ہے کہ وہ موت کے گڑھے سے نکل کر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی منصف غور کرے کہ جزیرہ عرب کے لوگ اول کیا تھے اور پھر اس رسولؐ کی پیروی کے بعد کیا ہو گئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلیٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی۔ اور کس صدق وصفا سے انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے خونوں کے بہانے سے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے اور اپنے عزیزوں کو چھوڑنے اور اپنے مالوں اور عزتوں اور آراموں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں لگانے سے ثابت کر دکھلایا تو بلاشبہ ان کی ثابت قدمی اور ان کا صدق اور اپنے پیارے رسولؐ کی راہ میں ان کی جانفشانی ایک طرح اعلیٰ درجہ کی کرامت کے رنگ میں اس کو نظر آئے گی وہ پاک نظر ان کے وجودوں پر کچھ ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے اور انہوں نے فنافی اللہ ہو کر صدق اور راست بازی کے وہ کام دکھلائے جس کی نظیر کسی قوم میں ملنا مشکل ہے۔"

(روحانی خزائن جلد نمبر 5 ص 183 تا 184)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے صحابہ کی امداد کیلئے نازل فرمائے

اصحاب رسول اللہ ﷺ کا مثالی انقلاب، شاندار فتوحات اور عالمی اثرات

ہوئے وہ قیصر و کسریٰ کے کروفر برباد
یتیم مکہ کے جب بوریا نشین گئے (حسن رہتاسی)

(محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت)

بصیرت کی آنکھ سے مطالعہ کی ضرورت

کلام اللہ میں رسول اللہ ﷺ سے عارفانہ خطاب ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ (دوسرے لوگ یعنی کفار) گویا آپ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ ہرگز نہیں دیکھ رہے (الاعراف: 199) اسی لطیف امر کی طرف قطب عالم ولی کامل حضرت بایزید بسطامی (متوفی 15 مئی 875ء) نے سلطان محمود غزنوی کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو صحابہ کے سوا کسی نے نہیں دیکھا مطلب یہ ہے کہ ابوجہل اور ابولہب نے محمد بن عبداللہ کو دیکھا محمد رسول اللہ کی زیارت انہیں کب نصیب ہوئی۔ (تذکرۃ اولیاء حالات ابوالحسن خرقانی مولفہ حضرت فریدالدین عطارؒ)

انوار محمدی کے مہبط

بالکل یہی صورت حال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہے۔ یہ عشاق رسول عربی ﷺ بھی دنیا کی آنکھوں سے آج تک پوشیدہ ہی ہیں۔ ان کو صرف وہی پہچانتے ہیں جو بصیرت کی آنکھ رکھتے ہیں اور اسی سے ان کی پاک اور مقدس سوانح اور کارناموں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سیدنا مسیح موعود نے اپنے دعویٰ مسیحیت کی پہلی تصنیف میں نہایت پرشوکت الفاظ میں اصحاب رسولؐ کی نسبت تحریر فرمایا:۔

"ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت ﷺ کی عکسی تصویریں تھیں" (روحانی خزائن جلد سوم ص 21)

اعجاز نبوت کا لاثانی شاہکار

ہر صحابی رسول آنحضرتؐ کی قوت قدسی، اعجاز نبوت اور تربیت کا لاثانی شاہکار ہے چنانچہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی قوت قدسی کے کامل اور سب سے بڑھ کر ہونے کا ایک اور ثبوت ہے کہ آپؐ کے تربیت یافتہ گروہ میں وہ استقلال اور رسوخ تھا کہ وہ آپؐ کے لئے اپنی جان مال تک دینے سے دریغ نہ کرنے والے میدان میں ثابت ہوئے۔......

غرض رسول اللہ ﷺ کی رحیمیت کا اثر تھا کہ صحابہؓ میں ثبات قدم اور استقلال تھا۔ پھر

مالک یوم الدین کا عملی ظہور صحابہؓ کی زندگی میں یہ ہوا کہ خدا نے ان میں اور ان کے غیروں میں فرقان رکھ دیا۔"

(ملفوظات جلد اول ص 431 طبع دوم ربوہ)

"صحابہ نے دنیا کا انتظام کرکے دکھا دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر اور عمر کے والدین نے حکومت اور سلطنت کی اور اس لئے وہ انتظام ملک داری اور قوانین سیاست سے آگاہ تھے نہیں ہرگز نہیں یہ صرف نبی کریم ﷺ کی تربیت اور قرآن شریف کی کامل تعلیم کا نتیجہ تھا کہ

ایک طرف اس نے ان کو فرشتہ بنا دیا اور دوسری طرف وہ عقل مجسم ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص 116)

پھر فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب ہی مسلوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے وہ نہایت سرگرمی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک ان میں سے ابراہیم تھا۔

انہوں نے کامل اخلاص سے خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے وہ کام کئے جس کی نظیر بعد اس کے کبھی پیدا نہیں ہوئی اور خوشی سے دین کی راہ میں ذبح ہونا قبول کیا۔"

(ملفوظات جلد سوم ص 428)

ایک سربستہ راز کا انکشاف

حضرت اقدس نے صدائے ربانی بن کر اس سربستہ راز کو نہایت درجہ شوکت بھرے الفاظ میں بے نقاب فرمایا کہ صحابہ کرام کی قوت ایمانی فنافی الرسول کے اس انتہائی مقام پر پہنچی جس کا تصور ظاہر بین آنکھ نہیں کر سکتی اسی لئے ان سے ایسے عظیم الشان کرشموں کا ظہور ہوا کہ دنیا آج تک انگشت بدنداں ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ایمان ایک قوت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئے۔ ... کون سی بات تھی کہ اس طرح پر ایک بیکس ناتواں انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو کوئی ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اسی طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے۔ مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مرجانا اس کی نگاہ میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ اس نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دور تھا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے۔ جس کو ناتواں اور بیکس کہتے تھے۔ اس نے اس ایمان کے ذریعہ ان کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا، پھر ایسا آشکارا ہوا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت

وہ جماعت صحابہؓ کی نہ تھکی اور نہ ماندہ ہوئی۔ بلکہ قوت ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم الشان کام کر دکھائے۔ اور پھر بھی کہا تو یہی کہا کہ جو حق کرنے کا تھا نہیں کیا۔"

(ملفوظات جلد اول ص 406)

اس پس منظر میں آنحضور ﷺ کے ان فدائیوں اور شیدائیوں کے پیدا کردہ انقلاب اور فتوحات کی ایک معمولی اور ادنیٰ سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

مثالی انقلاب

صحابہ نبویؐ کی بدولت چشم فلک نے جو انقلاب عظیم مشاہدہ کیا وہ اپنی نظیر آپ تھا۔ جو صحابہ کے تقویٰ اور تزکیہ نفس کی بدولت لاکھوں دلوں کو فتح کرنے کے نتیجہ میں عالمی سطح پر برپا ہوا جس کے بے شمار گوشے تھے مگر بنیادی طور پر اس کو تین پہلوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (1) روحانی (2) اخلاقی (3) سیاسی۔

روحانی زاویہ نگاہ سے

روحانی انقلاب سے مراد یہ ہے کہ صحابہ رسولؐ نے نور مصطفوی سے منور اور فیضیاب ہونے کے بعد اس دور کے مشہور ممالک کے لاکھوں بلکہ کروڑوں سینوں کو توحید اور رسالت محمدیہ کا والہ و شیدا بنا دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اپنی کتاب "نجم الہدیٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب دیکھو کہ اس مرد کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کی طرف ان کو منتقل کیا یہاں تک کہ ان کا کفر پاش پاش ہو گیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزاء بہیئت اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے۔ اور ان کے دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اٹھے۔ اور ان کے پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے۔ اور ان کی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالک شرقیہ اور غربیہ تک پہنچے اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا اور ان کی عقلیں علوم الٰہیہ میں منور ہوئیں اور ان کے قوائے فکریہ اسرار ربانیہ کے سمجھنے کے لئے باریک ہو گئیں۔ اور نیک باتیں بالطبع ان کو پیاری لگنے لگیں اور بد باتوں اور گناہوں سے بالطبع ان کو نفرت پیدا ہوئی۔ اور رشد اور سعادت کے خیموں میں وہ اتارے گئے بعد اس کے جو بتوں پر پرستش کے لئے سرنگوں تھے۔ اور انہوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے اٹھا نہ رکھا۔

یہاں تک کہ دین کو فارس اور چین اور روم اور شام تک پہنچا دیا اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پہنچے۔"

(نجم الہدیٰ ص 41-43)

عہد نبوی میں صحابہ کی دعوت اسلام

عہد نبوی کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جو سعید روحیں آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئیں انہوں نے بھی اسلام پھیلانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ کیونکہ

داعی الی اللہ کے حقیقی منصب پر آنحضور ﷺ کو فائز کیا گیا۔ مگر اشاعت دین کا جہاد ان کا بھی فرض تھا۔ ان نفوس قدسیہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت طفیل بن عمروؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، اور حضرت مصعب بن عمیرؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مدنی زندگی میں آنحضرت ﷺ نے مندرجہ ذیل بزرگ اصحاب کو مختلف اوقات میں مختلف قبائل میں بالخصوص دعوت وارشاد کے لئے بھجوایا جن کی مساعی سے فوجوں کی فوجیں خدائے قدوس کے آستانہ پر جھک گئیں۔

حضرت علیؓ، حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت عمروؓ بن حزم انصاری، حضرت عمروؓ بن عاص، حضرت ابو زیدؓ انصاری، حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ، حضرت وبرؓ، حضرت معاذؓ بن جبل۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت منقذ بن حبانؓ، حضرت علاء حضرمیؓ، حضرت ابو امامہ باہلیؓ، حضرت رفاعہ بن زیدؓ، حضرت محیصہؓ بن مسعود، حضرت عمرو بن کعبؓ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وصال نبوی کے بعد دینی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ

آنحضرت ﷺ کے وصال مبارک کے بعد دعوت الی اللہ کا یہ سلسلہ غیر معمولی طور پر وسیع اور تیز تر ہو گیا چنانچہ عہد صدیقی میں عراق اور شام کے جو علاقے مسلم مملکت کے زیر نگیں آئے ان میں صحابہ کے عمل، کردار، اور وعظ و نصیحت نے ان شہروں کے ایرانی اور رومی باشندوں میں قبول حق کی نئی برقی لہر دوڑا دی۔

عہد فاروقی کا دور اس اعتبار سے نہایت سنہری دور ہے کہ اس میں مورخین کے مطابق شام سے ایشیائے کوچک اور الجزائر سے بلوچستان کے کچھ حصے کے مجموعی طور پر ایک ہزار چھتیس (1036) شہروں پر دین حق کا پرچم لہرایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دس سالہ دور اقتدار میں چار ہزار مساجد تعمیر کروائیں۔ اور لشکر کو تبلیغی احکام جاری کئے۔ اسی زمانہ میں صحابہ حضرت نعمان بن مقرنؓ اور حضرت مغیرہ بن زرارہؓ نے ایران کے صاحب جبروت و عظمت بادشاہ یزدجر کو قبول اسلام کی دعوت دی جس پر اس نے غضب آلود ہو کر حضرت عاصم بن عمرؓ کے سر پر مٹی کا ٹوکرا رکھوا دیا۔ انہوں نے خوشی خوشی ٹوکرا اٹھایا اور اپنے ساتھیوں سمیت یہ کہتے ہوئے دربار سے نکل آئے کہ

شاہ ایران نے خود اپنی زمین ہمارے حوالے کردی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص 303 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

قنسرین اور اور حلب کے قبائل اور ہرمزان والئی خوزستان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی عہد فاروقی کا ہے۔ اسکندریہ اور فسطاط کے ہزاروں قبطیوں کے قبول اسلام کا روح پرور نظارہ بھی حضرت عمر کی خلافت میں دیکھنے میں آیا۔ حضرت عمرو بن عاص کے عمدہ سلوک سے اہل مصر کا بخوشی حلقہ بگوش اسلام ہونا تاریخ اسلام کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

حضرت عثمانؓ کی ذاتی مساعی اور صحابہ اور تابعین کی متحدہ کوششوں سے کابل سے اسپین کے دروازوں تک آنحضرتؐ کے لائے ہوئے دین کی گونج سنائی دینے لگی۔

حضرت امیر معاویہؓ بانی اموی حکومت کے برسراقتدار آنے سے خلافت کے مبارک دور کا خاتمہ ہوا اور ملوکیت کا آغاز ہوا۔ آپ کے زمانہ میں اسلام کی سب سے زیادہ اشاعت افریقہ کی بربر قوم میں ہوئی اور بے شمار بربر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے جرنیل حضرت عقبہ بن نافع تھے جن کی ولادت آنحضرت ﷺ کی پرانوار مقدس اور مبارک زندگی میں ہوئی۔ حضرت عقبہؓ نے افریقہ میں مشہور عالم شہر قیروان کی بنیاد رکھی اور زبردست مسلم چھاؤنی بنائی۔ یہ مقام قبل ازیں جنگل تھا اور خوفناک اور وحشی جانوروں زہریلے سانپوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا تھا آپ نے بلند آواز سے ان کو مخاطب کر کے کہا اب یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ آواز قرنا بلکہ صور اسرافیل ثابت ہوئی اور تمام جنگل دیکھتے ہی دیکھتے ان سے خالی ہو گیا جہاں آپ نے چھاؤنی کے علاوہ مسجد جامع تعمیر کی جو اب بھی موجود ہے۔ یہ مسجد صدیوں تک اسلامی تعلیمات کی اشاعت کا عظیم مرکز بنی رہی۔

حضرت علامہ ابن خلدون اور مورخ اسلام علامہ طبریؒ نے 48ھ کے واقعات میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جس کو پڑھ کر انسان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

(صحابہ کی تبلیغی سرگرمیوں کی تفصیلی روداد کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اشاعت اسلام ص 178 تا 452 مولفہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ تالیف 1962ء)

اخلاقی زاویہ نگاہ سے

صحابہ رسولؐ کے ذریعہ جو عدیم المثال انقلاب اخلاقی زاویہ نگاہ سے رونما ہوا اس کے چند نمونے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے بعض ایمان افروز واقعات کی شکل میں ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں یہ واقعات شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "الفاروق" میں درج کئے ہیں جن سے اندازہ ہو گا کہ دور اصحاب رسول میں شرف انسانیت کو کتنی عظیم بلندیاں عطا ہوئیں۔

بعض ایمان افروز واقعات

(1) اسلم (حضرت عمرؓ کا غلام تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کے لئے نکلے، مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو

کھانا نہیں ملا ہے۔ ان کے بہلانے کے لئے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی وقت اٹھے' مدینہ میں آکر بیت المال سے آٹا' گوشت' گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو۔ اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں' فرمایا ہاں' لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے' غرض سب چیزیں خود لاد کر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں۔ اس نے آٹا گوندھا' ہانڈی چڑھائی' حضرت عمرؓ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے' کھانا طیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کودنے لگے۔ حضرت عمرؓ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے' عورت نے کہا "خدا تم کو جزائے خیر دے سچ یہ ہے کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ عمرؓ"۔

(2) ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے' ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا' پاس جا کر بیٹھے اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کیں۔ دفعتہً خیمہ سے رونے کی آواز آئی' حضرت عمرؓ نے پوچھا کون روتا ہے؟ اس نے کہا میری بی بی دردزہ میں مبتلا ہے' حضرت عمرؓ گھر پر آئے۔ اور ام کلثوم (حضرت عمرؓ کی زوجہ تھیں) کو ساتھ لیا' بدو سے اجازت لے کر ام کلثوم کو خیمہ میں بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ام کلثوم نے حضرت عمرؓ کو پکارا کہ امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے' امیر المومنین کا لفظ سن کر بدو چونک پڑا' اور مُؤدب ہو بیٹھا' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کچھ خیال نہ کرو' کل میرے پاس آنا میں اس بچہ کی تنخواہ مقرر کردوں گا۔

(3) عبد الرحمان بن عوف کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو میرے مکان پر آئے' میں نے کہا آپ نے کیوں تکلیف کی' مجھ کو بلایا ہوتا' فرمایا کہ ابھی مجھ کو معلوم ہوا کہ شہر سے باہر ایک قافلہ اترا ہے' لوگ تھکے ماندے ہوں گے' آؤ ہم تم چل کر پہرہ دیں۔ چنانچہ دونوں صاحب گئے اور رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

(4) ایک دفعہ ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا اور شہر کے باہر اترا۔ اس کی خبر گیری اور حفاظت کے لئے خود تشریف لے گئے' پہرہ دیتے پھرتے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی' ادھر متوجہ ہوئے دیکھا تو ایک شیر خوار بچہ' ماں کی گود میں رو رہا ہے' ماں کو تاکید کی کہ بچے کو بہلائے' تھوڑی دیر کے بعد پھر ادھر سے گزرے تو بچے کو روتا پایا۔ غیظ میں آکر فرمایا کہ "تو بڑی بے رحم ماں ہے۔" اس نے کہا کہ "تم کو اصل حقیقت معلوم نہیں خواہ مخواہ مجھ کو دق کرتے ہو' بات یہ ہے کہ عمرؓ نے حکم دیا ہے کہ بچے جب تک دودھ نہ چھوڑیں بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے' میں اس غرض سے اس کا دودھ چھڑاتی ہوں اور یہ اس وجہ سے روتا ہے" حضرت عمرؓ کو رقت ہوئی اور کہا کہ "ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہو گا" اسی دن منادی کرادی کہ بچے جس دن پیدا ہوں اسی تاریخ سے ان کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں۔

(5) سعید بن یربوع ایک صحابی تھے' جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں' حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے انہوں نے کہا میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے۔" حضرت عمرؓ نے ایک آدمی مقرر کر دیا جو ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

(الفاروق ص 319 تا 322 بحوالہ کنز العمال جلد 6 ص 343 مطبوعہ حیدر آباد دکن۔ سیرت العمرین۔ ازالۃ الخفاء از حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

سیاسی زاویہ نگاہ سے

خلافت راشدہ کی بے شمار برکات میں سے ایک برکت یہ تھی کہ انسانی تہذیب و تمدن کی چھ ہزار سالہ تاریخ میں پہلی بار ایک ایسا محیر العقول نظام حکومت دنیا کے پردہ پر معرض وجود میں آیا جو اگرچہ انتخابی تھا مگر اس کے قیام میں خالق کائنات کا دست قدرت صاف طور پر کار فرما تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے دوران خوارق و کرامات کا نہایت کثرت سے ظہور ہوا جن سے تاریخ اور سیر کا لٹریچر بھرا پڑا ہے۔

حضرت عمر کے خط سے نیل میں طغیانی

مثلاً مصر میں دستور تھا کہ ہر سال ایک کنواری لڑکی کو عمدہ کپڑے اور زیور پہنا کر نیل میں ڈالا جاتا تھا۔ مصریوں کے عقیدہ کے مطابق ایسا کرنے سے نیل کا پانی اونچا ہو کر کھیتوں میں پہنچنے لگتا تھا' بابلیوں کی فتح کے بعد جب وسطی اور زیریں مصر اسلامی قلمرو میں آیا اور خراج کا انتظام مسلمانوں نے سنبھالا تو زمینداروں نے عمرو بن عاصؓ سے عرض کیا کہ دریائے نیل کی ایک ریت ہے جس کے زیر اثر اس کا پانی ہر سال بڑھتا ہے۔ جب جون کی بارہ تاریخ ہوتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کو بہترین لباس اور زیور پہنا کر اس میں ڈال دیتے ہیں' ایسا کرنے سے دریا کا پانی اونچا ہو جاتا ہے اور ہماری اراضی سیراب ہونے لگتی ہے۔ گورنر نے کہا کہ اسلامی حکومت میں ایسی باطل رسموں کو زندہ نہیں رکھا جا سکتا' کاشتکاروں نے تین ماہ انتظار کیا لیکن نیل کا پانی نہ بڑھا اور اب وہ جلاوطنی کی تیاری کرنے لگے۔ گورنر مصر گھبرائے اور عمرؓ فاروق کو صورت حال سے مطلع کیا تو انہوں نے لکھا۔

"تم نے ٹھیک کیا' بلاشبہ اسلام ماضی کی غلط رسموں کو مٹاتا ہے' میں ایک رقعہ بھیج رہا ہوں' جب میرا یہ خط ملے تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا"

(ابن کہیعہ' فتوح مصر ص 150 و احسن التقاسیم مقدسی ص 207)

خط کا مضمون یہ تھا۔

"واضح ہو کہ اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو رک جا اور اگر اللہ واحد و قہار تجھے بہاتا ہے تو ہم اس سے ملتجی ہیں کہ تجھے رواں کردے۔"

یہ رقعہ نیل میں ڈال دیا گیا' دوسرے دن پانی سولہ ہاتھ اٹھ گیا اور زمینیں سیراب ہونے لگیں۔

(ابن کبیعہ' فتوح مصر ص150'151 و کتاب البلدان تالیف ابن الفقیہ' لیدن 1302ھ ص56 و اُحسن التقاسیم مقدسی لیدن 1906ء و تاریخ خمیس دیار بکری' مصر1283ھ 2/242 و تاریخ مصر ابن ایاس 1/31 و تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر مائکرو فلم نمبر16' معہد احیاء المخطوطات العربیہ' عرب لیگ قاہرہ' و کنز العمال جلد6 ص230 و جلد2 ص166 بحوالہ حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط ص269-270 مرتبہ جناب ڈاکٹر رشید احمد فاروق پروفیسر دہلی یونیورسٹی ناشر ادارہ اسلامیات لاہور۔ مئی 1978ء)

دعا کی برکت سے لشکر کا موّاج دریا کو پار کرنا

یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ اسلامی سپاہ کو دجلہ عبور کرکے مدائن کے قریب بہرہ شیر نامی شہر میں پہنچنا تھا۔ ایرانیوں نے سبھی پل توڑ دیئے اس پر حضرت سعد نے تقریر کی کہ میں نے اللہ پر توکل کر کے دریا عبور کرنے کا فیصلہ کیا ہے سب نے یک زبان ہو کر اس کی تائید کی جس کے بعد حضرت سعد نے دعا پڑھ کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور ساتھ ہی دوسروں نے بھی مردانگی سے گھوڑے ڈال دیئے۔ باوجودیکہ دریا میں طغیانی تھی اور وہ نہایت ذخار اور موّاج تھا انہوں نے نہایت وقار کے ساتھ دیکھتے ہی دیکھتے دریا پار کر لیا۔ ایرانی یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر سخت دہشت زدہ ہوئے ان کے سپہ سالار خرزاد نے تیر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا مگر جب عاصم نے ان کا ترکی بترکی جواب دیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے (ابن خلدون)

"آسمانی سیاست" یا "فردوس گم گشتہ"

خلفاء راشدین کے مبارک عہد حکومت میں ستم رسیدہ رعایا کو جابر بادشاہوں اور ظالم قوانین سے نجات ملی اور عوام کی خوشحالی کا ایک ایسا انقلابی دور شروع ہوا کہ ہر ملک جنت ارضی کا نقشہ پیش کرنے لگا۔ رفاہ عامہ کے بے شمار کام ہوئے۔ معاشرہ کے ہر طبقہ کو حریت و آزادی اور مساوات نصیب ہوئی نئے شہر آباد ہوئے۔ تجارت کا عالمی سطح پر فروغ ہوا۔ نہروں اور سڑکوں کا گویا جال بچھ گیا وسیع پیمانے پر مردم شماریاں ہوئیں اور غریبوں' مسکینوں یتیموں اور شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر کئے گئے۔ الغرض اس نئے نظم و نسق کی بدولت انسانیت ایک عدیم النظیر "آسمانی سیاست" سے متعارف ہوئی۔ آج کی دنیا اسی "فردوس گم گشتہ" کے لئے ترس رہی ہے بعض مذہبی رہنما اسے صرف قصہ پارینہ سمجھتے ہیں اور اسے ناممکن یقین کرتے ہیں کیونکہ اس کا ظہور خلافت کے آسمانی نظام کے ساتھ وابستہ ہے اور خلافت علیٰ منہاج النبوت نبی اللہ کی وفات کے بعد ہی قائم ہو سکتی ہے۔

شاندار فتوحات

جس طرح کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو چاک چاک کرکے فتح مکہ کی راہ ہموار کی اور اس کے سامان مہیا کئے اسی طرح روم اور ایران سے جنگی تصادم اور ان کے اسلامی مقبوضات میں شامل ہونے کا موجب خود قیصر روم اور شہنشاہ ایران بن گئے۔ چنانچہ قیصر روم نے اسلام کی حکومت مدینہ کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح یکسر مٹانے کے لئے شام کی سرحد پر ایک لاکھ فوج متعین کر دی اور وصال نبوی کے آخری لمحات میں شام اور فلسطین کی سرحدوں پر شورش برپا کر دی (طبری جلد2 ص319 مطبوعہ الاستقامیہ مصر بخاری ذکر واقعہ ایلاء) اسی طرح یزدجرد شاہ ایران نے اپنی فوجیں عراق میں جمع کر دیں (تاریخ اسلام مصنفہ اکبر شاہ نجیب آبادی) تاریخ طبری جلد3 ص183-185 میں حضرت ثابت بن قیس کا یہ بیان ریکارڈ شدہ ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ خلیفہ رسول سے عرض کیا کہ۔

"آپ جانتے ہیں ہم نے ایران پر جارحانہ حملہ نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ ایرانیوں کی طرف سے پہلے لشکر کشی کی گئی اور یہ لشکر کشی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ آپ ہمیں یزدجرد کو ایران کی پوری سرحدوں سے باہر نکال پھینکنے اور اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی اجازت نہ بخشیں گے۔" (ترجمہ)

مصر کے نامور مورخ اور فاضل و نقاد محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب "ابوبکر صدیق اکبر" میں اس حقیقت کو نمایاں کر دکھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد

قبائل عرب کی مسلح بغاوت میں ایرانی اور رومی طاقتوں کا بیرونی ہاتھ کام کر رہا تھا اور دنیا کی ان سب سے بڑی حکومتوں کی ان کو پشت پناہی حاصل تھی۔

(تاریخ اشاعت اسلام ص388'389 مولفہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

یہ آتشیں فضا تھی جس میں صحابہ رسول کو باوجود انتہائی بے سروسامانی اور بے بسی کے عالم میں ہونے کے بیک وقت اس دور کی ان دو عظیم ترین مملکتوں کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑا۔

حضرت شیخینؓ کے خطوط سپہ سالاروں کے نام

شام کے رومی محاذ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سب سے پہلے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاصؓ تھے۔ ان کی کمان میں مسلمان چند ہزار سے زیادہ

نہ تھے کہ یہ اطلاعیں پہنچیں کہ ایک بھاری رومی لشکر جو ستر اسی ہزار فوجیوں پر مشتمل ہے۔ ہرقل کے سگے بھائی تذارق کی سرکردگی میں آگے بڑھ رہا ہے حضرت عمروؓ بن عاص نے خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں اس تشویشناک صورت حال کی اطلاع دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"سلام علیک' تمہارا خط آیا جس میں تم نے رومیوں کی بڑی فوج کا ذکر کیا ہے' واضح ہو کہ خدا نے ہم کو اپنے نبی محمدؐ کے ساتھ بڑے لشکروں کے ذریعہ فتح عطا نہیں کی' ہم رسول اللہ کے ساتھ لڑنے جاتے

تو بس دو گھوڑے ہمارے ساتھ ہوتے اور اونٹ اتنے کم کہ باری باری سے ہم ان پر سوار ہوتے' جنگ احد میں ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا

جس پر رسولؐ اللہ سوار تھے'

اس کے باوجود خدا ہماری مدد فرماتا اور ہمیں دشمنوں پر فتح عطا کرتا' خوب یاد رکھو عمرو' خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو سب سے زیادہ گناہوں سے دور رہے' بس تم خدا کے حکم کی تعمیل کرو (یعنی صبرو پامردی سے جہاد کرو) اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس حکم پر عمل کرنے کی تاکید کرو۔" (کنزالعمال از متقی برہان پوری' حیدر آباد' ہند جلد سوم ص 135)

حضرت عمرؓ کو بھی اپنے عہد مبارک میں بہت سے مقامات سے دشمنوں کی کثرت' سامانوں کی فراوانی اور مسلمان فوج کی قلت اور بے چارگی کی متواتر اطلاعات پہنچتی تھیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص (ایرانی محاذ میں اسلامی سپاہ کے کمانڈر) کو ایک مکتوب لکھا کہ

"خدا سے ڈرنے کی تم کو فہمائش کرتا ہوں' خدا جس کے ڈر کی بدولت خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے اور جس کے ڈر سے بے نیاز ہو کر لوگ بدنصیبی کا شکار ہوتے ہیں۔ سعدؓ تم ان عنایتوں سے واقف ہو جو خدا نے ہمارے ساتھ کی ہیں۔ اس نے شرک اور شرک والوں سے ہم کو بچایا' ہمیں ان کے بتوں کی پوجا سے نجات دلائی' ہمیں ان کی گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ دکھائی' اور جس طرح ہم مشرکین قریش کے چنگل سے نکلے' اس کا حال بھی تم کو معلوم ہے۔

ہم نکلے تو مسلمانوں کی ایک ٹولی' وہ اور ان کا زاد راہ' اونٹ پر سوار تھی۔ صرف ایک لحاف تھا جس کو باری باری سے ہم اوڑھتے تھے' ہم میں سے جو لوگ اپنے مائن (مدینہ) پہنچے وہ تھک کر چور ہو چکے تھے۔

اور جو اپنے وطن (مکہ) رہے' وہ اپنے توحیدی خیالات کی وجہ سے مختلف آزمائشوں میں ڈالے گئے' اور ان کو جسمانی تکلیفیں پہنچائی گئیں' ایذا رسانی میں ان کے قریب ترین عزیز پیش پیش تھے' (ان حالات میں) رسولؐ قسم کھا کر کہتے "یقین کرو قیصرو کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ آئیں گے" جو سنتا وہ اس بات پر حیرت کرتا۔ خدا نے تم کو زندہ رکھا اور یہ پیشگوئی خود تمہارے ہاتھوں پوری ہوئی۔ دنیا کے ٹھاٹ باٹ میں نہ پڑنا' حتی کہ ان بھوکے مجاہدوں سے جا ملو۔ جنہوں نے میلے کچیلے کپڑوں میں دنیا چھوڑی' جن کے پیٹ پیٹھوں سے لگے تھے' جن کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے' دنیا نے ان پر اپنا جادو نہیں چلایا' اور مایا موہ نے ان کے ایمان میں کوئی خلل نہیں پیدا کیا' ان لوگوں کو اپنا مقتدا بناؤ اور دنیا کے چکر میں پڑ کر گمراہ نہ ہو اور وہ مبارک قوم بنے رہو جس کو سراہا گیا ہے اور جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ان کو پیشوا بنایا ہے' ہمارے حکم سے وہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں' ہم نے ان کے دل میں ڈال دیا ہے کہ عمل صالح کریں' نماز قائم کریں' اور زکوٰۃ ادا کریں' وہ ہمارے وفادار اور جاں نثار ہیں۔"

(مدائنی اکتفاء ص 407 بحوالہ عمر فاروق کے سرکاری خطوط ص 167' 168 مرتب جناب ڈاکٹر خورشید فاروق صاحب ناشر ادارہ سلامیات لاہور اشاعت اول مئی 1978ء)

عدیم المثال شجاعت کا مظاہرہ

ان صبر آزما مشکلات کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی' فیضان اور دعاؤں کے طفیل صحابہ اور تابعین نے ہر معرکہ میں بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا اور چند سالوں کے اندر اندر قیصرو کسریٰ کی پرشکوہ سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اپنی کثیر اور حیرت انگیز فتوحات سے دنیا کی ایک نئی تاریخ رقم کی جو قیامت تک آسمان کے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی طرح جگمگاتی رہے گی۔ حضرت مسیح موعود نے "نجم الہدیٰ" میں صحابہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے۔

"انہوں نے موت کے سامنے سے منہ نہ پھیرا۔ اور ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ کاردوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ لوگ جنگ کے وقتوں میں اپنی قدم گاہوں پر استوار اور قائم رہتے تھے اور خدا کے لئے موت کی طرف دوڑتے تھے۔ وہ ایک قوم ہے جنہوں نے کبھی جنگ کے میدانوں سے تخلف نہ کیا اور زمین کی انتہائی آبادی تک زمین پر قدم مارتے ہوئے پہنچے۔

ان کی عقلیں آزمائی گئیں۔ اور ملک داری کی لیاقتیں جانچی گئیں۔"

زبردست چیلنج

حضرت اقدس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی شجاعت اور صبر دونوں کو مثالی قرار دیتے ہوئے دنیا بھر کے تمام مورخوں اور محققوں اور ارباب قلم کو یہ زبردست چیلنج بھی دیا کہ:۔

(مسلسل ص 68 پر)

نبیؐ کے صحابہ کا ثانی کہاں ہے

نبیؐ کے صحابہؓ کا ثانی کہاں ہے
زمینی ہو یا آسمانی' کہاں ہے؟

ارادے جواں اور تڑپ غیر فانی
یہ دیں کے لئے جانفشانی کہاں ہے؟

فرشتوں کو بھی رشک آتا ہے جس پر
عبادت کی وہ شادمانی کہاں ہے؟

کہاں ہے جو ہے آگ سینوں میں ان کے
جو ہے آنکھ میں ان کے پانی کہاں ہے؟

محمدؐ کے شیدا و قرآں کے عاشق
کسی اور میں یہ نشانی کہاں ہے؟

دلوں میں حقیقت کی مشعل فروزاں
لبوں پہ یہ حق ترجمانی کہاں ہے؟

بیاں کر سکے فیض ان کے فضائل
زبان و قلم میں روانی کہاں ہے؟

فیض چنگوی

"کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوت بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردمی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذاء اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا۔ بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جاں نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے۔ اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہو گئے تھے۔ بیشک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی امت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضلہ نہیں پاتے۔"

(روحانی خزائن جلد 17 ص 10-22 مئی 1900ء)

فتوحات کا نقطہ مرکزیہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے تقویٰ کو فتوحات صحابہ کا نقطہ مرکزیہ قرار دے کر ان مقدس نفوس اور فخر انسانیت اور پاک نہاد گروہ کی حقیقی تاریخ اور اصل سوانح کو اس طرح دبیز پردوں سے الگ کر کے اسے پوری قوت و شوکت سے نمایاں کیا ہے کہ دن ہی چڑھا دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"فتح اور نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔ اس لئے یاد رکھو تمہاری فتح تقویٰ سے ہے ورنہ عرب تو نرے لیکچرار اور خطیب اور شاعر ہی تھے۔ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتے ان کی امداد کے لئے نازل کئے۔ تاریخ کو اگر انسان پڑھے تو اسے نظر آجائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کیں وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب ہم کو کوئی بتاوے کہ انسان ایسا کر سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول ص 114۔ بتاریخ 19 جنوری 1898ء)

عالمی اثرات

اب آخر میں تین شہرہ آفاق مستشرقین کے قلم سے اصحاب رسول عربی کے مثالی انقلاب اور شاندار فتوحات کے عالمگیر اثرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:-

مائیکل ہارٹ (امریکی مورخ):-

"عرب کے بدو قبائل تند خو جنگجوؤں کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ لیکن وہ تعداد میں کم تھے۔ شمالی زرعی علاقوں میں آباد وسیع بادشاہتوں کی افواج کے ساتھ ان کی کوئی برابری نہیں تھی۔ تاہم آپ نے تاریخ میں پہلی مرتبہ انہیں یکجا کیا۔ یہ واحد راست خدا پر ایمان لائے، ان مختصر عرب فوجوں نے انسانی تاریخ میں فتوحات کا ایک حیران کن سلسلہ قائم کیا۔ جزیرہ ہائے عرب کے شمال میں ساسانیوں کی نئی ایرانی سلطنت قائم تھی۔ شمال مغرب میں بازنطینی یا مشرقی سلطنت روما تھی جس کا محور کانسٹنٹی نوپل تھا۔ بلحاظ تعداد عرب فوج کا اپنے حریفوں سے کوئی جوڑ نہیں تھا۔ تاہم میدان جنگ میں معاملہ مختلف تھا۔ ان پر جوش عربوں نے بڑی تیزی سے تمام میسوپوٹیمیا، شام اور فلسطین فتح کیا۔ 642ء میں مصر کو بازنطینی تسلط سے چھینا، جبکہ 673ء میں جنگ قادسیہ اور 642ء میں نہاوند کی جنگ میں ایرانی فوجوں کو تاخت و تاراج کیا۔

تاہم نبی اکرم ؐ کے جانشین اور قریبی صحابہ ابوبکر اور عمر ابن الخطاب کی زیر قیادت ہونے والی ان عظیم فتوحات پر ہی مسلمانوں نے اکتفا نہ کیا۔ 711ء تک عرب فوجیں شمالی افریقہ کے پار بحراوقیانوس تک اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ چکی تھیں۔ پھر وہ شمال کی طرف مڑے اور آبنائے جبرالٹر کو عبور کر کے سپین میں "ویسی گوتھک" سلطنت پر قبضہ کیا.... لیکن یہ تمام فتوحات پائیدار ثابت نہیں ہوئیں۔ ایرانی اگرچہ اسلام سے وفادار رہے۔ لیکن انہوں نے عربوں سے آزادی حاصل کر لی۔ سپین میں سات صدیاں خانہ جنگی جاری رہی اور بالآخر تمام جزیرہ ہائے سپین پر پھر سے مسیحی غلبہ ہو گیا۔ قدیم تہذیب کے یہ دو گہوارے میسوپوٹیمیا اور مصر عربوں کے تسلط میں ہی رہے۔ یہی پائیداری شمالی افریقہ میں بھی قائم رہی۔ اگلی صدیوں میں یہ نیا مذہب مسلم مفتوحات کی حقیقی سرحدوں سے بھی پرے پھیل گیا۔ آج افریقہ اور وسطی ایشیا میں اس مذہب کے کروڑوں پیروکار موجود ہیں۔ یہی حال پاکستان، شمالی ہندوستان اور انڈونیشیا میں بھی ہے۔ انڈونیشیا میں تو اس مذہب نے ایک متحد کر دینے والے عنصر کا کردار ادا کیا......

عراق سے مراکش تک عرب اقوام کی ایک زنجیر پھیلی ہوئی ہے، یہ صرف اپنے مشترک عقیدے "اسلام" ہی کے سبب باہم متحد نہیں ہیں بلکہ ان کی زبان، تاریخ اور تمدن بھی مشترک ہیں۔ قرآن نے مسلم تہذیب میں مرکزیت پیدا کی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اسے عربی میں لکھا گیا۔ شاید اسی باعث عربی زبان باہمی ناقابل فہم مباحث میں الجھ کر منتشر نہیں ہوئی۔ گو درمیان کی تیرہویں صدی میں ایسا امکان پیدا ہو چلا تھا۔ بلاشبہ ان عرب ریاستوں کے بیچ

اختلافات اور تقسیم موجود ہے۔ یہ بات قابل فہم بھی ہے لیکن یہ جزوی بُعد ہمیں اتحاد کے ان اہم عناصر سے صرف نظر کرنے پر مائل نہیں کر سکتا جو ہمیشہ سے موجود رہے۔ مثال کے طور پر ایران اور انڈونیشیا دونوں تیل پیدا کرنے والے اور مسلمان ممالک ہیں۔ لیکن 74-1973ء کے موسم سرما میں ہونے والے تیل کی تجارت کی بندش کے فیصلے میں شامل نہیں تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ تمام عرب ریاستیں اور صرف عرب ریاستیں ہی اس فیصلے میں شریک تھیں۔

ہم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب فتوحات کے انسانی تاریخ پر اثرات ہنوز موجود ہیں۔ یہ دینی اور دنیاوی اثرات کا ایسا بے نظیر اشتراک ہے جو میرے خیال میں (حضرت) محمدؐ کو انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن شخصیت کا درجہ دینے کا جواز بنتا ہے۔"

("سو عظیم آدمی" ص 25 تا 29 مولف مائیکل ہارٹ مترجم عاصم بٹ ناشر تخلیقات لاہور اشاعت اپریل 1996ء)

ڈاکٹر گستاؤلی بان

(فرانسیسی محقق)

اگر اقوام روم و یونان و ایشیا کی اس حالت کو جو بعثت کے وقت میں تھی ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کا متخیلہ ایک مدت سے سو چکا تھا۔ ان کے دلوں پر نہ تخیل حب الوطنی کا نہ پرانے قومی دیوتاؤں کی پرستش کا کوئی اثر باقی رہا تھا۔ ایک خالص اور محض نفسی خود غرضی رہ گئی تھی۔ جس قوم کے افعال کی محرک محض خود غرضی رہ جائے وہ کب ایسی قوم کا مقابلہ کر سکتی ہے جو اپنے مذہب پر جان دینے کے لئے آمادہ ہو۔

پیغمبر اسلام نے اپنی قوم کے لئے ایک ایسا زبردست تخیل جو پہلے ان میں ہرگز نہ تھا پیدا کر دیا اور اسی تخیل کی وجہ سے اسلام کی ساری ترقی ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ اور پرانے تخیلات کی طرح یہ دینی ولولہ بھی ایک تخیل تھا۔ لیکن یہ ایسا تخیل تھا جس کے آگے سچائی بھی گرد تھی۔ پیروان دین اسلام نے کبھی اپنے مذہب کے لئے جان دینے میں تامل نہیں کیا کیونکہ ان کی نظر میں دنیا کی کوئی نعمت اس قدر بیش بہا نہ تھی جیسی وہ نعمت عقبیٰ بیش بہا تھی جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا۔ کل پیروان اسلام کے لئے خود ان کا دین وہ تخیل اور وہ محرک بن گیا جو رومیوں کے لئے شہر روم کی پرستش تھی۔ اس دین اسلام کی وجہ سے ان مختلف اقوام میں جو اس وقت تک ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ تھیں ایک تعلق اور ایک اتحاد خیالات اور امیدوں کا پیدا ہو گیا جس نے ان کی ساری کوششوں کو ایک ہی طرف متوجہ کر دیا.....

خلفائے راشدین جس ملکی خوش تدبیری کو کام میں لائے وہ مافوق ان کی سپاہ گری اور اس فن حرب کے تھی جسے انہوں نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے انہیں ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتوں نے نہایت بے رحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیروں کو قبول کر لیا جن کی حکومت میں انہیں بہت زیادہ آسائش تھی۔ مفتوح اقوام کے ساتھ طریقہ عمل کیا ہونا چاہئے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خلفائے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ بعوض اس کے کہ وہ بہ جبر اپنے دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب و رسوم و اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی۔ اور اس آزادی کے معاوضہ میں وہ ان سے ایک بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو ان مطلوبات کے مقابل میں جو ان اقوام کے پرانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا۔"

اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں۔

"بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اس مدارات کے مقابل میں جو صلیبیوں نے اسی شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس شہر مقدس میں بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور آپ نے سفیرونیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت میں آپ کے ہمراہ چلے۔ اسی وقت حضرت عمر نے منادی کرادی کہ ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔

جو سلوک عمرو نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا۔ اس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ انہیں پوری مذہب کی آزادی۔ پورا انصاف بلا رو رعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے اور ان ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں جو شاہنشاہان یونانی ان سے وصول کیا کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایائے صوبہ جات نے ان شرائط کو اس قدر غنیمت سمجھا کہ وہ فوراً عہد و پیمان میں شریک ہو گئے اور جزیہ کی رقم انہوں نے پیشگی ادا کر دی۔ عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور انہوں نے ان رعایا کے ساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ہاتھوں سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتی تھیں اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے

یہ کشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کرلیا۔ میں بار بار کہوں گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہر گز بزور شمشیر نہیں حاصل ہو سکتا اور عربوں سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز یہ کامیابی نہ حاصل کر سکیں۔.........

.... عربوں نے قلیل زمانہ میں ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کردی اور انہوں نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے پر آمادہ کردیا۔ عربوں کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی سی قدیم اقوام نے ان کا دین ان کا لباس ان کی طرز معیشت بلکہ ان کا طریقہ تعمیر تک اختیار کر لیا۔ عربوں کے بعد بہت سی اقوام نے انہیں خطوں پر حکومت کی ہے لیکن پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اس وقت تک ان ملکوں میں باقی ہے۔ کل ممالک افریقہ و ایشیا میں مراکش سے لے کر ہندوستان تک جہاں کہیں عرب پہنچے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر ان ملکوں میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا ہے۔ بہت سے نئے ملک گیروں نے ان ممالک کو عربوں کے بعد فتح کیا ہے لیکن وہ ان سے عربوں کے مذہب اور عربوں کی زبان کو ہرگز ہرگز نہ مٹا سکے۔"

(تمدن عرب ص 241 تا 245 مترجم سید علی بلگرامی ناشر مقبول اکیڈمی لاہور طبع دوم)

ایچ جی ویلز (برطانوی مفکر)

اسلامی سلطنت کو صحیح معنوں میں عروج دینے کا سہرا حضرت محمدؐ کے رفیق اور معاون حضرت ابوبکرؓ کے سر جاتا ہے۔ حضرت محمدؐ اگر مسلم خلافت کے ذہن اور تخیل ساز تھے، تو حضرت ابوبکرؓ اس کا ضمیر اور ارادہ تھے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے جانشین مقرر ہوئے۔ چٹانوں کو ہلا دینے والے اعتقاد کے ساتھ انہوں نے تین چار ہزار کی محدود فوج کے ساتھ 628ء میں مدینہ سے دنیا بھر کے فرمانرواؤں کو لکھے جانے والے پیغمبر خدا کے مکاتیب کی روشنی میں تمام دنیا کو خدا کی اطاعت پر آمادہ کیا۔

اب ہم انسانی تاریخ میں فتوحات کی ایک عجیب داستان بیان کرنے لگے ہیں۔ بازنطینیوں کو 634ء میں یرموک (جو اردن کو تاوان دیتے تھے) کی جنگ میں سنگین شکست کا سامنا ہوا، دوسری طرف شہنشاہ ہیریکلیس جلندر کی بیماری میں اپنی توانائیاں اور ایرانی جنگوں میں اپنے وسائل کھو چکا تھا۔ اس کے مفتوحہ علاقے جیسے شام، دمشق، پالمیرہ، انٹیوک، یروشلم و دیگر ممالک بغیر کسی ٹھوس مزاحمت کے مسلم سلطنت میں شامل ہو گئے۔ بعد ازاں مسلمان مشرق کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایرانیوں کے پاس ایک قابل سپہ سالار رستم موجود تھا۔ ان کے پاس ہاتھیوں کا ایک بڑا لشکر تھا۔ 637ء میں قادسیہ کے مقام پر وہ تین دن تک جوانمردی کے ساتھ مسلمانوں سے لڑے اور آخر کار بری طرح ہار سے دوچار ہوئے۔

ایرانی سلطنت کی فتح کے بعد مسلم سلطنت آگے مغربی ترکستان تک اور مشرق کی طرف چین کی سرحدوں تک پھیل گئی۔ مصر بھی قریب کسی خاص مزاحمت کے بغیر ہی ان فاتحین کے ہاتھوں میں چلا آیا۔ یہ لوگ قرآن مجید کی عظمت اور حمیت کے مضبوط عقیدے.....جہاں جہاں عرب فاتحین گئے، لکھنے پڑھنے کی یہ روایت بھی وہیں پہنچی۔ آٹھویں صدی عیسوی تک عربی اثرات سے شرابور دنیا میں ایک عظیم علمی تنظیم پیدا ہوئی۔ نویں صدی عیسوی میں سپین میں قرطبہ کے مدرسوں کے فارغ التحصیل قاہرہ بغداد، بخارا اور ثمرقند کے اہل علم سے مباحث میں مصروف تھے۔ یہودی فکر جلد ہی عربی فکر سے گھل مل گئی۔ ایک زمانے تک یہ دونوں سامی النسل قومیں عربی زبان کے ذریعے ساتھ ساتھ نشوونما پاتی رہیں۔ عربوں کے سیاسی زوال اور انتشار کے مکمل ہو جانے کے بعد بھی عربی زبان بولنے والے اہل علم ممتاز رہے۔ حتیٰ کہ تیرہویں صدی عیسوی میں بھی اس کے اثرات قابل ذکر حد تک موجود تھے۔

سو یہ حقائق کو باقاعدہ طور پر جمع اور ان پر تنقید کرنے کا عمل تھا جسے یونانیوں نے شروع کیا۔ سامی دنیا کی حیرت انگیز حیات نو کے باعث اس کا بھی پھر سے احیاء ہوا، ارسطو اور اسکندریہ کے عجائب گھر کا بیج جو مدتوں سے بے ثمر اور تہ خاک تاریکی میں گم تھا، اس پر پھر سے کونپلیں پھوٹیں اور وہ ثمر آور ہوئے۔ ریاضیاتی، طبی اور طبیعی علوم میں عظیم اضافے ہوئے۔ رومی بھونڈے اعداد کی جگہ عربی ہندسوں نے لے لی جو ہم آج استعمال کرتے ہیں۔ صفر کا استعمال بھی تبھی شروع ہوا، الجبرا بھی عربیوں ہی کا شاہکار ہے۔ "کیمیا" بھی عربی لفظ ہے۔ ستاروں کے نام جیسے الگول، الڈبران اور بوٹس آسمان پر عربیوں کی فتوحات کے نشان ہیں۔ یہ ان کے فلسفہ کا کمال ہے کہ اس نے فرانس، اطالیہ اور تمام مسیحی دنیا میں قرون وسطی کے فلسفہ کے احیاء نو کو ممکن بنایا۔

تجربات کرنے والے عرب کیمیا گروں کو "الکیمیا" کہا جاتا تھا۔ لیکن وہ اپنی روح میں صوفیانہ اوصاف بھی رکھتے تھے۔ وہ اپنے تجربات کے نتائج کو ممکنہ حد تک پنہاں رکھنے کی سعی کرتے۔ آغاز ہی میں انہیں احساس ہو گیا تھا کہ ان کی ممکنہ دریافتوں سے بے پناہ فوائد حاصل ہو سکتے اور یہ انسانی زندگی پر کیسے دور رس نتائج مرتب کر سکتی ہے؟ انہوں نے دھات صاف کرنے اور دیگر تیکنیکی امور کے لئے بے پایاں افادیت کے طریقے اختراع کئے۔ دھاتوں کے مرکب بنانا، رنگنے کا مسالہ تیار کرنا، جوہر کشید کرنا، رنگ اور ست تیار کرنا، بصری عدسے وغیرہ۔ لیکن دو مقاصد ایسے تھے جن میں وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک تو "فلسفی کا پتھر" تھا جو ایک دھاتی عنصر کو دوسرے میں تبدیل کردینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ جس سے وہ مصنوعی سونا بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ دوسرا مقصد ایک دوا "الیکسائروٹس" کی ایجاد تھا۔ یہ ایسی مہیج دوا تھی جو عمر کے جبر کو توڑ کر حیات جاوداں دلا سکتی تھی۔ ان "الکیمیا" کے غیر مربوط مگر مستقل مزاجی سے کئے گئے تجربات پوری مسیحی دنیا میں عام ہو گئے، ان کی تحقیقات کا سحر چار دانگ عالم پر

باقی صفحہ 35 پر

وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے جنہیں اللہ نے بھائی بھائی بنا دیا

صحابہ کرامؓ کی باہمی محبت واخوت اور ایثار

دین حق کی عظیم الشان تاثیرات اور اس کے شیریں ثمرات

مکرم نصر اللہ خان ناصر صاحب - ایڈیٹر انصار اللہ ربوہ

باہمی الفت ومحبت کا عظیم نظارہ

آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارکہ کے وقت عرب کی سرزمین باقی دنیا سے کہیں بڑھ کر فتنہ و فساد، فسق وفجور قتل وغارت گری اور باغیانہ شیطانی خصائل کی آماجگاہ تھی۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کہ تم ایک دوسرے کے ویری اور دشمن تھے مگر اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی پس تم اس کی اس عظیم نعمت سے ایک دوسرے کے بھائی بند ہو گئے۔

قارئین کرام! دنیا اس محیرالعقول تبدیلی سے فکر انگیز تصورات میں گم ہو گئی اگر ایک طرف اس عظیم قوت قدسیہ کی مقناطیسیت ہے۔ تو دوسری طرف اس پاک سرشت زمین اور اس کی نمو کی صلاحیت جس نے بیج کو قبول کیا اس کا کمال ہے۔ جس سے آسمان روحانیت کے ستاروں کا ظہور ہوا۔ کہاں وہ فسق و فجور اور کہاں قدسیوں کا عبودیت، معرفت الٰہی کا رنگ، کہاں فتنہ وفساد اور عناد ودشمنی سے قتل و غارت گری اور کہاں وہ اخوت و محبت کہ اپنے مومن بھائیوں کے لئے جان کی قربانیاں دی جا رہی ہیں۔

مواخات

محبت واخوت کی بڑی مثال تو وہ "مواخات" کا عظیم الشان منظر ہے جب مکہ سے ہجرت کر کے بے یار ومددگار تن تنہا خالی ہاتھ لمبا سفر طے کر کے مہاجرین کی ایک جماعت مدینہ منورہ میں پہنچی۔ آنحضرت ﷺ نے انصار ومہاجرین کو باہمی اخوت کی ہدایت فرما کر دائمی محبت میں باندھ دیا۔

یہ کتنا ایمان افروز منظر تھا جب انصار و مہاجرین کو رشتہ اخوت میں منسلک کرنے کے لئے حضرت انس بن مالکؓ کے مکان پر انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا۔ بخاری باب الہجرت میں ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے انصار ومہاجرین کو باہمی مناسبت سے دو دو کا جوڑا بنا کر نوے (90) اشخاص کے درمیان باقاعدہ رشتۂ اخوت قائم فرما دیا۔

اس سلسلہ اخوت پر انصار ومہاجرین کی طرف سے جس محبت واخوت اور اخلاص ووفا کے ساتھ عمل ہوا وہ حقیقی اخوت سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ بھائی بھائی کیا بنے یک جان دو قالب ہو گئے تھے اس رشتہ اخوت کی کچھ تفصیل صحیح بخاری باب الہجرۃ میں یوں ہے کہ انصار نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ آپ ہمارے باغات کو ہم میں اور ہمارے بھائیوں میں تقسیم کر دیں۔ چونکہ مہاجرین تجارت پیشہ تھے اور کھیتی باڑی سے واقف نہ تھے اور نہ اس کام کو پسند کرتے تھے اس لئے انصار نے یہ تجویز دی کہ باغات کا انتظام اور محنت ہم کریں گے مگر اس کا ماحصل مہاجرین کو مل جایا کرے۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مہاجرین کی تجارت جم گئی اور ان کی جائیدادیں بھی بن گئیں۔ اور انہیں کسی امداد کی ضرورت نہ رہی۔

(مسلم باب الہجرۃ)

ساری جائیداد نصف کر دی

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بھائی سعدؓ بن الربیع بنے تھے سعد نے اپنا سارا سامان اور مال و متاع نصف گن گن کر عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے رکھ دیا۔ اور جوش محبت میں یہاں تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں میں ان میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں اور پھر عدت گزرنے پر تم اس سے شادی کر لینا۔ یہ سعد کی طرف سے جوش محبت کا ایک غیر معمولی اظہار تھا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا کہ خدا یہ سب کچھ تمہیں مبارک کرے۔ مجھے بازار کا رستہ بتا دو۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف نے تجارت شروع کی۔ اور وہ امیر کبیر آدمی بن گئے اور بعد میں انصار کی ہی ایک لڑکی سے شادی کی۔

(بخاری باب فضائل النبیؐ)

ترکہ میں شرکت

اس سلسلہ اخوت کا اثر وراثت تک تھا چنانچہ یہ فیصلہ تھا کہ اگر کوئی انصار فوت ہو تو اس کا ترکہ بحصہ رسدی اس کے بھائی مہاجر کو بھی ملے۔ یہ سمجھوتہ غزوہ بدر تک قائم رہا اور احکام وراثت کے نزول پر حقیقی رشتہ دار وارث قرار پائے۔

(زرقانی ذکر مواخات)

صحابہؓ کے ایثار کا شاندار کردار

محبت کی انتہا اور کمال اس ایثار و قربانی سے ظاہر ہوتا ہے جس میں اپنی ذات پر دوسرے بھائی کو ترجیح دی جائے یہاں تک کہ یہ نظر آتا ہو کہ خود نقصان میں پڑے گا۔ چنانچہ قرآن کریم کی کھینچی ہوئی تصویر سے صحابہ کے خدوخال ایسے ہی ابھرتے ہیں۔ صحابہ کے اس انداز قربانی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

"ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ"

کہ وہ اپنے نفس پر اپنے بھائی کو ترجیح دیتے ہوئے ایثار کرتے ہیں خواہ خود نقصان میں کیوں نہ پڑیں۔ تاریخ صحابہ اور ان کی سیرت اس بات کی شاہد ہے جا بجا ایسے واقعات ملتے ہیں۔

آب حیات

الاستیعاب تذکرہ حضرت عکرمہؓ میں ہے کہ ایک غزوہ میں حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل حضرت حارثؓ بن ہشام اور حضرت سہیلؓ بن عمرو زخمی ہوئے تینوں زخمی جان کنی کی حالت میں تھے۔ اور شدید پیاس محسوس کر رہے تھے ایسی حالت میں ایک شخص حضرت عکرمہؓ کے لئے پانی لایا۔ جب پانی حضرت عکرمہؓ کے پاس لایا گیا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ حسرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں حضرت عکرمہؓ کے جذبہ ایثار کے لئے یہ بات ناممکن تھی کہ وہ خود پانی پی لیتے جبکہ پاس مجاہد بھائی پیاسا پڑا ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ پہلے سہیلؓ کو پانی پلاؤ۔ وہ شخص پانی لے کر حضرت سہیلؓ کے پاس پہنچا تو ان کی نظر حارثؓ پر پڑی۔ اور دیکھا کہ وہ بھی پانی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ پانی والے سے کہا گیا کہ پہلے حارثؓ کو پانی پلاؤ۔ وہ شخص پانی لے کر ان کے پاس پہنچا تو وہ پانی نہ پی سکے۔ اور تینوں جام شہادت نوش فرما گئے ۔ اس طرح ان اصحاب نے آب حیات دائمی پی لیا۔ ایثار کے جذبہ نے کسی کو بھی چند قطرے پانی پینے سے اپنے بھائی کی شدت تکلیف نے روک رکھا تھا۔ وہ وقت جب پانی کا ایک قطرہ آب حیات تھا اس وقت اپنی تکلیف کو بھول جانا اپنی زندگی کو تج دینا اپنے بھائی کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایک قطرہ اپنے حلق سے اتارنے کو جائز نہ سمجھنا کیا عظیم جذبہ ایثار و قربانی ہے جو تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے رقم کئے جانے کے قابل ہے۔

نفع مند سودا

اصابہ میں ہے۔ ایک مسلمان اپنے باغ کی دیوار تعمیر کرنا چاہتا تھا لیکن درمیان میں ایک دوسرے شخص کا درخت آتا تھا۔ دیوار بنانے والا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے دیوار سیدھی بنانے کی غرض سے درخت کے مالک کو فرمایا کہ یہ درخت دے دو تو جنت میں اس کے عوض تمہیں درخت ملیں گے۔ چونکہ یہ بات حکمانہ کہی گئی تھی اس شخص نے درخت دینا پسند نہ کیا۔ مگر ایک اور صحابی حضرت ثابت بنؓ مداح کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو وہ درخت کے مالک کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ مجھ سے میرا باغ لے لو اور اس کے عوض یہ درخت مجھے دے دو۔ اس طرح معاملہ طے ہو گیا تو حضرت ثابتؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے یہ سودا کیا ہے۔ اور درخت دیوار بنانے والے کے سپرد کرنے کی پیشکش کی۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا ثابتؓ کے لئے جنت میں کتنے درخت ہیں۔

اس کے بعد ثابتؓ اپنی بیوی کے پاس باغ میں پہنچے تو کہنے لگے کہ یہاں سے نکل چلو میں نے یہ باغ جنت کے درخت کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ اس بیوی کا ایثار ملاحظہ ہو اس نے نہایت مسرت کا اظہار کیا اور کہا یہ نہایت نفع مند سودا ہے۔ (جلد 7ص 58)

جنت کے عوض

استیعاب میں ایک یتیم لڑکے کا واقعہ ہے۔ ایک یتیم لڑکے نے ایک شخص پر ایک نخلستان کی ملکیت کا دعویٰ کیا آنحضرت ﷺ نے اس لڑکے کے خلاف فیصلہ کیا جسے سن کر وہ رو پڑا۔ اس سراپا رحمت وشفقت آقا ﷺ پر ایسا اثر ہوا کہ جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا حضورؐ نے اسے فرمایا کہ اگرچہ فیصلہ تمہارے حق میں ہے لیکن اگر یہ نخلستان اس بچے کو دے دو گے تو اللہ

تعالیٰ اس کا بدلہ تمہیں جنت میں دے گا۔ مگر اس شخص کو حضور کا مشورہ قبول کرنے میں تامل ہوا۔ چنانچہ وہاں ایک صحابی حضرت ابوالدحداحؓ موجود تھے۔ حضور سے یہ جملہ جونہی سنا انہوں نے باغ کے مالک کو کہا کہ تم میرا باغ لے لو اور یہ باغ مجھے دے دو۔ یہ سودا چونکہ نفع مند تھا وہ شخص فوراً رضامند ہو گیا معاملہ طے کر کے حضرت ابوالدحداحؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ جو آپ کی خواہش یتیم لڑکے کو باغ دلوانے کی تھی وہ میں دے دوں تو کیا مجھے اس کے عوض جنت میں باغ ملے گا آپ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ وہ باغ اسی لڑکے کو دے دیا۔

(استیعاب تذکرہ ابوالدحداح)

ایفائے عہد میں امداد

الاستیعاب میں ہے۔ کہ حضرت لبیدؓ بن ربیعہ بہت فیاض آدمی تھے اور جاہلیت کے زمانہ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ جب صبح کی ہوا چلے گی تو جانور ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا کریں گے۔ وہ یہ عہد نبھاتے رہے مگر ایک وقت ایسا آیا کہ ان کی مالی حالت ٹھیک نہ رہی۔ تاہم اپنے اس عہد کو ٹوٹنے نہ دیا۔

اس عہد کو نبھانے کا جس قدر انہیں خیال تھا ویسے ہی ان کے روحانی بھائیوں کو بھی ان کے ایفائے عہد کا خیال تھا۔ چنانچہ وہ اونٹ جمع کر کے لبیدؓ کو بھیجتے رہے تا کہ وہ اپنا عہد پورا کریں۔

اس طرح وہ اپنے بھائی کے لئے ایثار سے غافل نہ ہوتے تھے۔

(استیعاب جلد اول ص 234)

ایک چادر

حضرت حمزہؓ جب غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ان کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ نے حضرت زبیرؓ کو دو چادریں دیں کہ ان سے حضرت حمزہؓ کا کفن بنایا جائے۔ جب ان کو کفن پہنایا جا رہا تھا تو حضرت حمزہؓ کے پہلو میں ایک انصاری کو حضرت زبیرؓ نے دیکھا جس کے لئے کفن میسر نہ تھا۔ آپ نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اپنے ماموں حضرت حمزہؓ کو تو دو چادریں پہنادیں اور دوسرا بھائی بے کفن پڑا رہے چنانچہ ایک چادر ان کو دے دی۔ اب ایک چادر سید الشہداء کے لئے ناکافی تھی سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ سر ڈھانپ دو پاؤں پر پتے اور گھاس ڈال دو۔

(طبقات ابن سعد جز ثالث ص 9)

سب کے قرض معاف کر دیئے

قرض محبت کی قینچی کہلاتی ہے۔ مگر صحابہ کی محبت کے سامنے یہ قینچی بھی کند ثابت ہوئی۔

حضرت قیسؓ بن عبادہ کے لوگ کثرت سے مقروض تھے ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو مقروض عیادت کے لئے آتے ہوئے شرماتے تھے آپ کو علم ہوا تو آپ نے اعلان عام فرما دیا کہ میں نے سب کے قرضے معاف کر دیئے۔ چنانچہ لوگ اس کثرت کے ساتھ عیادت کے لئے آئے کہ آپ کے بالاخانے کا زینہ ٹوٹ گیا۔

(سیر انصار جلد 2 ص 134)

ہم واپس نہیں لیتے

حضرت کثیرؓ بن صلت امیر معاویہ کے مقروض تھے امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ قرضہ میں ان کا مکان خرید لو۔ مروان نے حضرت کثیرؓ کو بلا کر کہا کہ تین روز کے اندر یا تو قرض اتارنے کا انتظام کرو یا مکان دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت کثیرؓ مکان نہ دینا چاہتے تھے رقم میں تیس ہزار کی کمی تھی اسی اثناء میں حضرت قیسؓ بن عبادہ کا خیال آیا تو ان سے تیس ہزار قرض مانگا جو انہوں نے فوراً دے دیا وہ رقم لے کر مروان کے پاس پہنچے تو مروان نے رقم بھی لوٹا دی اور مکان لینے کا ارادہ بھی ترک کر دیا چونکہ حضرت کثیرؓ کو رقم کی ضرورت نہ رہی تھی اس لئے رقم لوٹانے کے لئے حضرت قیس کے پاس پہنچے مگر انہوں نے فرمایا کہ وہ کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔

(استیعاب جلد 2 ص 539)

اسی طرح حضرت طلحہؓ کے بارہ میں مذکور ہے کہ وہ بنو تمیم کے محتاجوں اور تنگدستوں کی کفالت کرتے مقروضوں کا قرض ادا کرتے چنانچہ ایک شخص صبیحہ تمیمی پر تیس ہزار درہم قرض تھا جو انہوں نے سب کا سب ادا کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کی زندگیاں مجسم ایثار تھیں۔ وہ ایک دوسرے کی محبت کے متوالے تھے۔ باہمی شفقت و پیار ان کا وطیرہ تھا سورۃ فتح میں رحماء بینھم کا حسین نقشہ اسی پاکیزہ معاشرہ کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہی اخوت محبت اور شفقت و پیار کا جذبہ تھا کہ صحابہ کی جماعت بنیان مرصوص تھی کوئی عیب اور کمزوری ایسی نہ تھی کہ اس مقدس "اولین" کی جماعت میں مخالف و معاند نقب لگا سکے۔ اور یہی جماعت تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضوان کی متلاشی تھی۔

فیاضی اور غریب پروری

صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد غربت اور مسکینی کی زندگی بسر کرنے والی تھی اور وہ اپنی اس حالت پر قانع تھے کبھی حرص اور لالچ ان سے دامنگیر نہ ہوتے۔ جبکہ یہ منفی رنگ حسد اور بغض و کینہ کا موجب بنتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی صحابہؓ بڑے فیاض بھی تھے۔ اور فیاضی کا نتیجہ تھا کہ باہمی احترام و محبت کی صفات سے ایک اعلیٰ درجہ کی معاشرت قائم ہوئی۔ اس ضمن میں چند اہم واقعات درج ذیل ہیں۔

روزانہ دو اونٹ

حضرت عبیداللہ بن عباسؓ بڑے فیاض تھے ان

کے دستر خوان کی بڑی وسعت تھی روزانہ ایک اونٹ ذبح کر کے ضرورت مندوں کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ کے بھائی نے اسے اسراف قرار دیا اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا مگر آپ نے اس نیک خصلت کو نہ صرف قائم رکھا۔ بلکہ روزانہ دو اونٹ ذبح کرنے شروع کر دیئے۔ (اسد الغابہ جلد3)

اجازت کی ضرورت نہیں

حضرت ابو شریحؓ نے بڑی فیاض طبیعت پائی تھی۔ آپ نے یہ عام اعلان کر رکھا تھا۔ میری کھانے پینے کی اشیاء ہر کوئی بلا تکلف استعمال کر سکتا ہے اور اسے کوئی اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (استیعاب جلد 4 ص 216)

تحریر دے دیتے

حضرت سعید بن العاصؓ بنو امیہ کے ایک رئیس تھے۔ ان کی فیاضی مشہور تھی وہ بھائی بھتیجوں اور تعلق داروں کو جمع کر دیتے ان کو دعوت طعام دیتے۔ پارچات اور رقم سے ان کی امداد کرتے۔ مسجد میں جاتے اور دیناروں کی بھری ہوئی تھیلیاں لوگوں میں تقسیم کرتے۔ کبھی کسی کا سوال نہ رد کرتے۔ اگر کچھ پاس نہ ہوتا تو اسے تحریر دے دیتے کہ بعد میں آکر وصول کر لے۔ (استیعاب جلد 2 ص 556)

چوہے نہیں ہیں

حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ایک ضعیف خاتون آئیں اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں جس سے مراد اس کی یہ تھی کہ اس کے گھر میں غلہ 'اناج نہیں ہے اس کی یہ بات سن کر کہا کہ اس کا سوال کرنے کا طریق بہت عمدہ ہے۔

پھر فرمایا ۔ اکہ تمہارے گھر میں چوہے ہی چوہے ہوں گے چنانچہ آپ نے اس کا گھر خوردنی اشیاء سے بھروا دیا۔

استیعاب جلد 2 ص 839)

سب کچھ غرباء کے لئے

حضرت زبیر بن العوامؓ کے پاس کام کرنے کے لئے متعدد خادم تھے۔ مگر ان کی آمد سے اپنے اہل وعیال پر کچھ بھی خرچ نہ کرتے۔ سب کا سب غرباء پر خرچ کر دیتے۔ (اصابہ جلد 1 ص 26)

آپ کی فیاضی اس قدر تھی کہ باوجود متمول ہونے کے بائیس لاکھ کے مقروض ہو گئے۔ (بخاری کتاب الجہاد وفتح الباری جلد 7)۔

حضرت زبیرؓ کی فیاضی کے بارہ میں قیس بن ابی حازم کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ بغیر کسی غرض کے ہمدردانہ خرچ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ (طبقات ابن سعد جز الثالث)

دشمن سے حسن سلوک

ایک دفعہ ایک شخص جو حضرت علیؓ سے عناد رکھتا تھا مدینہ میں آیا لیکن اس کے پاس زاد راہ اور سواری نہ تھی۔ لوگوں نے اسے کہا کہ حضرت حسینؓ کے پاس جاؤ وہ بڑے فیاض ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے دونوں چیزوں کا انتظام کر دیا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ نے ایسے شخص کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے جو آپ کے والد ماجد سے دشمنی رکھتا ہے آپ نے فرمایا کیا میں اپنی آبرو نہ بچاؤں۔

(ابن عساکر جلد 4 ص 214)

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھا ہوا خدا تعالیٰ سے دعا کر رہا ہے کہ خدایا مجھے دس ہزار درہم دے آپ گھر واپس آئے اور اسے اتنی رقم بھجوا دی جس کے لئے وہ دعا کر رہا تھا۔

(ابن عساکر جلد 4 ص 214)

آزاد کر دیا

حضرت حسنؓ ایک دفعہ کھجوروں کے ایک باغ میں آئے تو دیکھا کہ ایک حبشی غلام روٹی کھا رہا ہے اس طرح کہ ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتے کو دیتا ہے یہاں تک کہ اس نے آدھی روٹی کتے کو کھلا دی۔ آپ نے اس کے مالک کا نام دریافت کیا اور فرمایا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں یہیں رہنا۔ حبشی غلام وہیں کام کرتا رہا اور حضرت حسنؓ اس کے آقا کے پاس گئے اور باغ اور غلام دونوں چیزیں اس سے خرید کر واپس آئے اور واپس آکر فرمایا کہ میں نے تمہیں اور اس باغ کو خرید لیا ہے اور تمہیں آزاد کر کے یہ باغ تمہارے نام ہبہ کرتا ہوں۔ غلام نے یہ بات سنی تو کہا کہ آپ نے جس خدا کے لئے مجھے آزاد کیا ہے میں اسی کی راہ میں یہ باغ صدقہ کرتا ہوں۔

(ابن عساکر جلد 4 ص 214)

صحابہ کرام کی فیاضی سیر چشمی قناعت کے بکثرت واقعات کتب حدیث و تاریخ میں ملتے ہیں۔ ان واقعات سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں دوسرے صحابہ کی جو ضرورت مند، مفلس اور نادار تھے کس قدر محبت تھی۔ محبت کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر تھا جس سے عظیم الشان حسین معاشرہ قائم ہوا۔

آنحضورؐ نے حیوانوں کو انسان، انسانوں کو باخلاق انسان اور باخلاق انسانوں کو خدا نما بنا دیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمت والدین، تربیت اولاد اور عائلی زندگی

ابوہریرہؓ کی درخواست پر رسول اللہ کی دعا سے ان کی والدہ نے اسلام قبول کر لیا

مکرم محمد محمود طاہر صاحب

خدمت والدین

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے پیروکاروں کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تلقین فرمائی چنانچہ آپؐ نے والدین کی نافرمانی کرنے کو کبائر گناہوں میں سے قرار دیا۔

(بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر)

مشرک والدین سے حسن سلوک

صحابہ کرامؓ کی سیرت کا اس پہلو سے مطالعہ کریں تو اپنے والدین کی خدمت کا حق ادا کرنے والے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ ان کے پاس تھیں وہ ابھی اسلام نہیں لائی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ انہیں تبلیغ کیا کرتے تھے اور اسلام کی دعوت دیا کرتے۔ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی والدہ کو دعوت اسلام دی تو ان کی والدہ نے رسول کریم ﷺ کے بارہ میں ایسے الفاظ کہے جو کہ حضرت ابوہریرہؓ کی طبیعت پر ناگوار گزرے۔ چنانچہ روتے ہوئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میں والدہ کو دعوت اسلام دیتا ہوں اور وہ انکار کرتی ہے اور اب تو اس نے ناگوار الفاظ کہے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ کی ہدایت کے لئے دعا کیجئے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے یوں دعا کی۔

اللھم اھد ام ابی ھریرہ

اے خدا تو ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔ اس دعا کو سن کر ابوھریرہ خوشی خوشی اپنے گھر کی طرف لوٹے۔ دروازہ پر پہنچے تو والدہ نے ٹھہرنے کو کہا والدہ غسل کر رہی تھیں۔ غسل سے فارغ ہو کر انہوں نے دروازہ کھولا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوہریرہؓ خوشی سے روتے ہوئے رسول کریم ﷺ کے پاس واپس آئے اور کہا خوش ہو جائیے یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔ اور اللہ نے میری ماں کو ہدایت دے دی ہے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابی ہریرہ)

حضرت ابوہریرہؓ کا اپنی والدہ ماجدہ سے حسن سلوک ایک لمبا عرصہ تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کے قبول اسلام سے پہلے اور پھر عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ اور بعد کی روایات ملتی ہیں کہ جب ابوہریرہؓ ایک علاقے کے حاکم بنے تب والدہ اکیلی گھر میں ہوتیں تو باہر امور مملکت کے لئے جانے سے پہلے دروازہ پر کھڑے ہو کر اپنی والدہ کو مخاطب کر کے انہیں سلام کہتے۔ جواب میں والدہ بھی سلام کہتیں۔ پھر کہتے اے والدہ اللہ تجھ سے رحم کا سلوک فرمائے کیونکہ تو نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ تو ان کی والدہ حضرت ابوہریرہ کو کہتیں اللہ تجھ سے بھی رحم کا سلوک فرمائے کیونکہ تو نے بڑھاپے میں میرے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ جب گھر واپس آتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔

(الادب المفرد باب جزاء الوالدین۔ مصنف امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری)

حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت بیان کرتی ہیں کہ عہد رسالت میں میری مشرکہ والدہ میرے پاس آئی۔ میں نے رسول کریم ﷺ سے والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارہ میں استفسار کیا کہ کیا میں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کروں تو آپؐ نے فرمایا ہاں اپنی والدہ سے حسن سلوک کر۔ اگرچہ حضرت اسماءؓ کی والدہ ایمان نہیں لائی تھی لیکن پھر بھی حضرت اسماءؓ ان سے صلہ رحمی کرتیں اور رسول اللہ ﷺ کے دربار سے اس کی باقاعدہ اجازت بھی طلب کی۔

(بخاری کتاب الھبہ باب الھدیۃ للمشرکین)

والد کے دوست سے حسن سلوک

والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان سے محبت، اور ان کی اطاعت کا ایک یہ بھی انداز ہے کہ والدین کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کیا جائے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کو ایک بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے چنانچہ صحابہ رسولؐ جو نیکی کرنے کے بہانے ڈھونڈتے تھے انہوں نے رسول مقبولؐ کے فرمان پر بھی عمل کیا اور اپنے والدین کے ساتھ محبت کا اظہار اس رنگ میں بھی کیا کہ نہ صرف اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا بلکہ والدین کے دوستوں سے بھی حسن سلوک سے پیش آئے۔

○ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب مکہ کے راستے میں جا رہے تھے کہ ایک اعرابی آپ کو ملا۔ آپ نے اس کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور اسے اپنے اس گدھے پر سوار کیا جس پر آپ سواری کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے اسے اپنا عمامہ اتار کر دیا کہ سر پر باندھ لو۔ آپ کے ساتھیوں نے حیرانگی کا اظہار کیا کہ اس قدر حسن سلوک کہ اپنے آرام پر اس کو ترجیح دی ہے اور ساتھیوں نے کہا اے ابن عمرؓ یہ اعرابی تو تھوڑے سے سلوک سے ہی خوش ہو جاتے ہیں آپ نے اتنا سلوک کیوں فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اس شخص کا باپ میرے والد عمرؓ بن الخطاب سے بہت محبت رکھنے والا اور حسن سلوک کرنے والا تھا اور میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ یہ بہت بڑی نیکی ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(مسلم کتاب البر والصلہ والادب باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام)

○ حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مرض الموت میں حضرت ابوالدرداءؓ کی عیادت کرنے ان کے شہر میں آیا۔ عیادت کے لئے حاضر ہوا ابوالدرداءؓ نے دریافت فرمایا اے بھتیجے تو نے اس شہر کی طرف آنے کا قصد کیوں کیا ہے۔ اتنا سفر کر کے کس کام کے لئے آئے ہو۔ یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ نے جواب دیا کہ صرف اس وجہ سے آیا ہوں کہ آپ کی خبرگیری کروں اور یہ اس لئے کہ آپ کا میرے والد کے ساتھ حسن تعلق تھا اس وجہ سے آپ کے پاس آیا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد السادس ص 450 ناشر المکتب الاسلامی بیروت)

والدین کی خواہشات کا احترام

والدین کی خواہشات کا احترام اور ان کے پورا کرنے کا جذبہ خدمت والدین کے خلق کا ایک اعلیٰ رنگ ہے۔ صحابہؓ اپنے والدین کی خواہشات کو بھرپور انداز میں پورا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

○ ایک دفعہ حج کے موقعہ پر ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے سہارے کے ساتھ پیدل حج کے لئے چل رہا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ بتایا گیا کہ اس بوڑھے والد نے حج کے لئے پیدل چلنے کی نذر مانگی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اس شخص کو سواری پر بٹھاؤ اللہ تعالیٰ اس سے اس کی نذر سے بے نیاز ہے۔

(مسلم کتاب النذر)

بچوں نے اپنے والد کی نذر اور خواہش کا احترام کیا اور اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا اور اس کو سہارا دے کر پیدل حج کے لئے سفر کیا۔

○ حضرت سعد بن عبادہؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا کہ میری والدہ وفات پا گئی ہیں لیکن ان کی ایک نذر پوری کرنا باقی تھی کیا میں اپنی والدہ کی طرف سے نذر پوری کر دوں۔ فرمایا کہ ہاں اپنی والدہ کی خواہش پوری کر دو۔

(سنن نسائی کتاب الوصایا۔ باب فضل الصدقہ عن المیت)

○ حجۃ الوداع کے سال خثعم قبیلہ کی ایک عورت رسول کریم ﷺ کے پاس آئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہوا ہے اور میرا باپ بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہے وہ سواری پر صحیح طرح بیٹھ بھی نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ ہاں

(بخاری کتاب الحج باب حج المرءۃ عن الرجل)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کھجور کے درخت میں شگاف کر کے اس سے اس کا جمار نکالا۔ لوگوں نے کہا کہ پھل کے وقت میں کھجور کا درخت تو بہت بیش قیمت ہو گیا ہے اس عمل سے تو نقصان پہنچے گا۔ حضرت اسامہ نے کہا میری والدہ محترمہ نے اس کی مجھ سے فرمائش کی تھی اور جہاں تک ہو سکتا ہے میں ان کی فرمائش کی تعمیل کرتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ اسامہ بن زید)

اس واقعہ سے اور باقی مذکورہ واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے والدین کی خواہشات کا کس قدر احترام کرتے تھے اور ان کو پورا کرنے کے لئے کس قدر بے چین رہتے تھے۔

روزمرہ کی خدمت والدین

پہلے مختلف پہلوؤں سے خدمت والدین کا تذکرہ ہوچکا ہے کہ صحابہ کرام خدمت والدین کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

حضرت اویس قرنیؓ کی خدمت والدہ کا تذکرہ کتب سلف میں موجود ہے۔ آپؓ نے رسول کریم ﷺ کا زمانہ پایا تھا لیکن آپ رسول مقبولؐ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکے تھے۔ آپ یمن کے رہنے والے تھے آپ کو دربار رسالت سے یہ اعزاز بھی ملا کہ جب اس کو ملو تو میرا سلام کہنا۔

حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ افضل تابعین میں ایک شخص اویس ہے اس کو ایک قسم کی سفیدی ہے (برص) وہ ٹھیک ہوگئی ہے اب صرف درہم برابر نشان باقی ہے۔ اس کی ایک والدہ ہے۔ تم اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے۔

حضرت عمرؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی والدہ ہے اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت نیک سلوک کرنے والا ہے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضیلۃ اویس قرنی)

والدین کی خدمت کے مختلف انداز تھے جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کئے کوئی اطاعت کررہا ہے کوئی مال دے رہا ہے' کوئی سہارا دے کر طواف کروا رہا ہے' کوئی والدین کی ہدایت کے لئے تڑپ رہا ہے۔

○ ایک انصاری عورت کے لئے اس کے بیٹے نے اس کی زندگی تک ایک باغ وقف کئے رکھا۔

(ابو داؤد کتاب البیوع باب من قال فیہ ولعقبہ)

○ الادب المفرد میں حضرت امام بخاری نے ایک بہت ہی ایمان افروز اور خدمت کے جذبہ سے معمور واقعہ درج کیا ہے۔

سعید بن ابی بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک یمنی آدمی کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ وہ اپنی والدہ کو اپنی کمر پر اٹھائے ہوئے تھا یعنی والدہ کو اٹھا کر طواف کعبہ کروا رہا تھا اور ساتھ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انی لها بعیرها المذلل
ان اذعرت رکابها لم اذعر

کہ میں اپنی والدہ کے لئے اس کی ماتحت سواری ہوں۔ اگرچہ والدہ کی اصل سواری تو گھبرا گئی ہے لیکن میں گھبرانے والا نہیں ہوں۔

(الادب المفرد باب جزاء الوالدین)

یہ وہ خدمت والدین کے نمونے ہیں جو ان لوگوں میں نظر آتے ہیں جنہوں نے براہ راست ہادی عالم ﷺ سے اکتساب نور کیا تھا اور درحقیقت ان کی سیرۃ اخلاق محمدیؐ کا پرتو تھی۔

تربیت اولاد

رسول کریم ﷺ نے قریش کی عورتوں کی تعریف کی ہے کہ یہ بچوں کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک کرنے والی ہیں۔

(بخاری کتاب النکاح باب الی من ینکح وای النساء خیر)

صحابہ کرامؓ بچوں کی پرورش اور تربیت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ اپنے رشتے کرتے وقت بھی اس بات کا خاص خیال رکھتے اور اپنی ذاتی خواہش پر بچوں کی تربیت کو ترجیح دیا کرتے اور اپنی ذات کی قربانی دیتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے اپنی سات یا نو بیٹیاں چھوٹی عمر کی چھوڑ گئے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ نے ان کی پرورش کی خاطر ایک بیوہ عورت سے شادی کی تاکہ ان کا خیال رکھے اور ان کی پرورش کی نگرانی کرسکے۔ حضرت جابر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے رسول کریمؐ نے پوچھا جابر تو نے شادی کرلی ہے کہا جی ہاں آپؐ نے فرمایا کیا کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے میں نے کہا بیوہ سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تا تو اس سے کھیلتا اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی تم ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتے۔ اس پر میں نے کہا میرے والد نے چھوٹی عمر کی بیٹیاں چھوڑی ہیں یعنی میری بہنیں تو مجھے ان کی پرورش اور تربیت کی فکر ہوئی کہ ایسی عورت لاؤں جو ان کی پرورش اور نگرانی کرسکے ان جیسی ہی بیاہ نہ لاؤں۔ اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر یہ خیال ہے تو ٹھیک ہے آپؐ نے مزید فرمایا کہ عورت سے اس کے دینی روحانی معیار کو دیکھ کر یا مال یا حسن دیکھ کر شادی کا فیصلہ کیا جاتا ہے پس تم اس کی دینی حالت دیکھ کر اس کو مدنظر رکھتے ہوئے شادی کا فیصلہ کیا کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع باب استحباب نکاح الکبر)

مشہور صحابیہ حضرت ام سلیمؓ جو کہ حضرت انس بن مالک کی والدہ تھیں۔ جب انسؓ کے والد کا انتقال ہوگیا تو حضرت انس ابھی چھوٹی عمر کے بچے تھے۔ حضرت ام سلیمؓ اسلام قبول کرچکی تھیں۔ ابو طلحہ نے ام سلیمؓ کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ حضرت ام سلیمؓ نے جواب بھیجا کہ میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک انس بڑا نہ ہو جائے اور وہ مجلسوں میں بیٹھنے کے قابل نہ ہو جائے۔ حضرت انس بن مالک روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو جزا عطا فرمائے کہ جنہوں نے میری پرورش کا حق ادا کیا۔

ابو طلحہ نے دوبارہ پیغام بھجوایا کہ اب تو انسؓ مجالس میں بیٹھتا اور باتیں کرتا ہے۔ ام سلیمؓ نے یہ شرط عائد کی کہ ابو طلحہ اس طریق یعنی اسلام کی پیروی کرے جس پر میں چل رہی ہوں کیونکہ میں تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکی ہوں۔ (ابو طلحہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اس پر ابو طلحہ نے جواب دیا کہ میں اسی طریق پر چلوں گا جس پر تو چلتی ہے یعنی اسلام قبول کرلیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان حق مہر اسلام طے ہوا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیم)

اپنے بچوں کی تربیت کی فکر تو سب کو ہوتی ہے اور صحابہؓ نے اس تربیت کا حق ادا کیا لیکن ان بچوں کی تربیت جو کسی وجہ سے ان کے زیر نگرانی رہے یا اپنی زیر نگرانی رکھنے کی خواہش کا اظہار کرتے رہے ان کی تربیت کا بھی حق ادا کیا۔

مکہ سے جب حضرت حمزہؓ کی بیٹی اسلامی قافلہ کے ساتھ چلنے لگی تو حضرت علیؓ نے اسے حضرت فاطمہؓ کے سپرد کردیا۔ اس کی پرورش پر جھگڑا ہوگیا۔ جھگڑا اس لحاظ سے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے بھی دعویٰ کیا کہ اس کی پرورش کا ہمیں موقع دیا جائے۔ تینوں صحابہؓ اسے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آگیا۔ آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اس بچی کو حضرت جعفرؓ

کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ حضرت جعفرؓ کے ہاں بچی کی خالہ بیاہی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خالہ بمنزلہ والدہ کے ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ نے مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے چچا کی بیٹی ہے۔ زید بن حارثہؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تب رسول کریمؐ نے اسے جعفرؓ کو دے دیا کہ ان کی کزن بھی تھی اور بیوی کی بھانجی بھی تھی۔

(بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء)

حضرت عبدالرحمان بن حارث ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد حارث کا انتقال ہو گیا۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ سے حضرت عمرؓ نے نکاح کر لیا اور عبدالرحمان بچپن کی عمر میں حضرت عمرؓ کی گود میں آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی پرورش کا حق ادا کر دیا اور نہایت اعلیٰ رنگ میں ان کی تربیت فرمائی۔ حضرت عبدالرحمان بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے بہتر کوئی پالنے والا نہیں دیکھا۔

(طبقات ابن سعد جلد نمبر 5 تذکرہ حضرت عبدالرحمان بن حارث)

الغرض صحابہ کرامؓ نے اپنے بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کا حق ادا کر دیا۔

عائلی زندگی

آنحضرت ﷺ نے قریش کی عورتوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا جو ان کی اعلیٰ معاشرتی اور عائلی زندگی پر دلالت کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"قریش کی عورتیں نیک بخت ہیں یہ اپنے بچوں پر بچپن میں بہت شفقت کرتی ہیں اور مہربان ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کے مال و اسباب کی بھی خوب حفاظت کرتی ہیں۔"

(بخاری کتاب النکاح باب الی من سکح وای النسا خیر)

غزوہ تبوک میں تخلف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے جن تین صحابہؓ سے ناراضگی کا اظہار کیا ان میں ہلال بن امیہؓ بھی شامل تھے کچھ عرصہ کے لئے ان کے ساتھ معاشرتی تعلق نہ رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی ان صحابہؓ نے احسن رنگ میں اور ثبات قدم کے ساتھ اس سزا کو نبھایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی فرمایا۔

ہلال بن امیہؓ کی بیوی آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرا خاوند بہت بوڑھا بھی ہے اور محتاج بھی ہے اور اس کے پاس کوئی خادم یا نوکر نہیں ہے۔ اگر میں اس کے کام کاج کر کے اس کی خدمت کر دوں تو آپؐ برا تو نہیں منائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ ہاں تیرے قریب نہیں آئے گا۔

(بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک)

بیوی کے خاوند سے حسن سلوک کا تذکرہ گزشتہ واقعہ میں ہو گیا اب خاوند کا بیوی سے حسن سلوک اور محبت و پیار کا تذکرہ آئندہ احادیث میں آئے گا۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر میں تھا۔ اس سفر میں ان کو اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی شدید بیماری کی اطلاع موصول ہوئی۔ اس خبر کے ملتے ہی انہوں نے تیز تیز چلنا شروع کر دیا اور مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کیا۔

(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب السرعۃ فی السیر)

○ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کو اپنی اہلیہ عاتکہ بنت زید سے بے انتہا محبت تھی۔ بیوی کی جدائی برداشت نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے بعض غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے طلاق دینے کا کہا۔ والد کے اصرار پر طلاق دے دی۔ لیکن دل اس کی طرف مائل رہا اور اپنی بیوی کی جدائی پر اس کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض اشعار کہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ اشعار سنے تو آپ نے عبداللہؓ کو رجوع کی اجازت دے دی۔ عبداللہ بن ابی بکرؓ کی محبت یکطرفہ نہ تھی جب عبداللہؓ کی وفات ہوئی تو عاتکہ بنت زیدؓ نے اپنے شوہر کی جدائی میں غم سے بھرا مرثیہ ان کی یاد میں کہا۔ اور اس میں اپنے خاوند کی دلیری بہادری اور خوبیوں کا تذکرہ کیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ عاتکہ بنت زید)

صحابہ کی معاشرتی زندگی کی یہ چند جھلکیاں ہیں جو ہدیہ قارئین کی گئی ہیں ورنہ تو صحابہؓ کی سیرت ایک بحر بیکراں ہے۔ ہم اس سمندر سے اپنی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ سیرت صحابہؓ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ کس طرح ان میں اخلاق محمدی کا عکس موجود تھا اور انہوں نے مربی اعظم ہادیٔ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تربیت سے کما حقہ اکتساب نور کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاق محمدیؐ اور سیرت صحابہؓ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان کے دلی ارادے اور نفسانی جذبات بالکل دور ہو گئے تھے

اطاعت اور فرمانبرداری کے پیکر - یفعلون ما یؤمرون کے مصداق

صحابہ کا گروہ عجیب گروہ، قابل قدر اور قابل پیروی گروہ تھا - ان کے دل یقین سے بھر گئے تھے

مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب

کسی بھی قوم کی ترقی اور کامیابی کا دارومدار اس کے باہمی اتحاد اور اتفاق میں ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب وہ قوم اپنے امام کی کامل فرمانبردار اور وفاشعار ہو۔ جب وہ امام کے ایک اشارے پر اٹھنا اور ایک اشارے پر بیٹھنا سیکھ جائے، جب کامل اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر اس قوم کی ترقیات کی راہ میں کوئی رکاوٹ قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے آنحضور ﷺ نے اطاعت کے مضمون پر اس قدر زور دیا کہ بیعت کے مترادف قرار دیا۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ۔

ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ آپؐ کے تمام احکامات سنیں گے اور کامل اطاعت کریں گے ہر اس معاملے میں جسے ہماری طبیعتیں پسند کریں یا ناپسند کریں۔"

(بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس)

صحابہؓ کی جماعت تادم حیات، پوری وفا کے ساتھ اس عہد پر قائم رہی اور ایسی شاندار اطاعت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اطاعت کے باب میں وہ انمٹ نقوش رقم کئے جو ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کا موجب بنے رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود آنحضور ﷺ کے صحابہ کرام کی بلند و بالا اور ارفع شان کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"آنحضور ﷺ کے فیض اور صحبت اور تربیت سے ان پر وہ اثر ہوا۔ اور ان کی حالت میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کی شہادت دی کہ اللہ اللہ فی اصحابی۔ گویا بشریت کا چولہ اتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھ جو یفعلون ما یومرون کے مصداق ہیں۔ ٹھیک ایسی ہی حالت صحابہ کی ہو گئی تھی۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 545)

حضرت مسیح موعود نے اس ارشاد میں فرشتوں کے ساتھ مماثلت دے کر صحابہ کرامؓ کی شاندار اطاعت اور کمال فرمانبرداری کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس قسم کی اطاعت سوائے محبت اور عشق کے ممکن نہیں۔ چنانچہ صحابہؓ کی زندگیاں عشق خدا اور عشق رسول سے سرشار تھیں۔ وہ اپنے محبوب آقا کے در پر دھونی رمائے بیٹھے تھے صحابہؓ کو شوق تھا کہ وہ آپؐ کی ہو بہو اقتدا کریں اور آپؐ کے ہر فعل اور ہر عمل کو اپنی زندگیوں میں رائج کریں اس لئے انہوں نے آپؐ کی ہر حرکت اور سکون کو بڑی باریک نظر سے مشاہدہ کیا۔ اور پھر اس کو اپنی زندگیوں میں جاری و ساری کر دیا۔

مکمل ترین سوانح حیات

آنحضور ﷺ کے روزمرہ کے معمولات، آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا، آپؐ کا چلنا پھرنا، آپؐ کا سونا جاگنا آپؐ کا کھانا پینا آپؐ کی دعوت الی اللہ، آپؐ کی نصائح، آپؐ کی عبادات غرضیکہ ہر قول اور ہر فعل کو صحابہ نے اتنی تفصیل سے دیکھا اور جائزہ لیا کہ اس کی کوئی اور مثال نہیں۔ ساری تاریخ انسانی میں، کسی بھی قوم کے لیڈر خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی، کسی کی سوانح حیات اس تفصیل سے محفوظ نہیں ہوئیں جتنی ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد ﷺ کی سوانح محفوظ ہوئیں۔

صحابہؓ کے باریک مشاہدے اور بے مثل اطاعت کے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

دو رکعات لمبی دو چھوٹی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ چند شرپسند عناصر کا ایک گروہ آپ کے خلاف ہو گیا۔ اور آپ پر بے بنیاد لغو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ بلوایا اور ان الزامات کا ذکر کیا کہ آپ کے خلاف بہت سی شکایتیں کی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت سعد نے ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا جہاں تک نماز کا معاملہ ہے تو

"اللہ کی قسم میں انہیں حضور ﷺ کے طریق پر نماز پڑھایا کرتا تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرتا۔ یہاں تک کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبی کرتا اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کرتا۔"

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا (ذاک الظن بک) میرا تمہارے بارے میں یہی گمان تھا پھر آپ نے شرپسندوں کو بے نقاب کرنے کے لئے آپ کے ساتھ چند صحابہ کو کوفہ بھیجا۔ جو کہ کوفہ کی ہر مسجد میں گئے۔ اور سعد کے بارے میں لوگوں سے استفسار کیا سب نے یک زبان ہو کر آپ کی تعریف کی۔ لیکن جب وہ بنی عمیس کی مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص اسامہ بن قتادہ نے کھڑے ہو کر جھوٹے الزامات لگائے کہ آپ جہاد کے لئے نہیں نکلتے، مال تقسیم نہیں کرتے، عدل سے فیصلے نہیں کرتے اس پر حضرت سعدؓ نے اپنا معاملہ خدا کے حضور پیش کرتے ہوئے یہ دعا کی

"اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے اور ریا اور تکبر اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی محتاجی کو اور بھی بڑھا دے۔ اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر"

یہ دعا مقبول ہوئی۔ بعد میں جب لوگ اس سے پوچھتے تو خود یہ اقرار کرتا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور ابتلاؤں سے دوچار ہوں اس لئے کہ مجھے سعدؓ کی بددعا لگی ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی پلکیں تک جھڑ گئی تھیں مگر اس وقت بھی وہ گلیوں میں آوازے کستا۔ یوں اس کی خوب رسوائی اور ذلت ہوئی۔

(بخاری کتاب الاذان باب وجوب القراء للامام والماموم)

پس صحابہ نے حضور ﷺ کی عبادتوں اور نمازوں کو اتنی باریک بینی سے دیکھا اور نوٹ کیا کہ آپ عموماً عشاء کی نماز کی پہلی رکعتیں دوسری دو رکعتوں کی نسبت لمبی پڑھاتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کی کامل اقتداء میں وہ بھی اسی طرح نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔

مجھے خدا کھلاتا پلاتا ہے

آنحضور ﷺ کی ہر حرکت و سکون کا مشاہدہ کرنا اور پھر خود اس کے مطابق عمل کرنے کی ایک مثال مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتی ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے صحابہ کو وصال کے روزے رکھتے دیکھ کر فرمایا تم وصال کے روزے نہ رکھا کرو۔ (وصال کے روزہ سے مراد آٹھ پہرہ روزہ یعنی دو روزوں کے درمیان سحری یا افطاری نہ کی جائے) صحابہ نے عرض کی حضورؐ!! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

(بخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بافعال النبی ﷺ)

امت پر رحمت اور شفقت کا انوکھا انداز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

حضور ﷺ بعض اعمال جو آپؐ کے محبوب ہوتے کو بجالانے سے اس لئے رک جاتے کہ آپؐ کو خوف ہوتا کہ صحابہ اس کی پیروی کریں گے اور اپنے اوپر لازم قرار دے دیں گے۔

(مسلم۔ کتاب صلوٰۃ المسافرین باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ)

پس صحابہ کرام کی اطاعت کا یہ جذبہ اور شوق دیکھتے ہوئے آنحضور ﷺ کو خود بعض ایسے کام چھوڑنے پڑتے کہ اگر آپؐ نے وہ فعل کیا تو لازماً صحابہ بھی اس پر کاربند ہو جائیں گے۔ اور انہیں ایسی تکلیف اٹھانی پڑے گی جس کو وہ برداشت نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو غیر معمولی استعدادوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپؐ کو جتنی قوت برداشت عطا ہوئی تھی وہ اور کسی میں نہ تھی۔ پس امت پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے آپ خود ایسے افعال سے رک جاتے۔

سمعنا واطعنا

آنحضور ﷺ کے زیر سایہ تربیت پانے والے صحابہؓ تو فرشتوں کی مانند تھے۔ جنہیں جو بھی حکم دیا جاتا فوراً قبول کرتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ

"ایک دن میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے ایسا سوال کیا کہ میں حیران تھا کہ اس کا کیا جواب دوں۔ اس نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپؐ کا کیا خیال ہے جو تندرست جسم والا چاق و چوبند ہو۔ اور اپنے امیر کے ساتھ معرکے پر نکلے۔ اور امیر اسے ایسا حکم دے جس پر وہ عمل نہ کر سکے۔ میں نے اسے کہا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ تمہیں یہ معاملہ کس طرح سمجھاؤں جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو آپؐ ابھی پورا حکم نہ دے پاتے تھے کہ ہم اسے بجالاتے تھے۔ یاد رکھو تم اس وقت تک خیر کی حالت میں رہو گے جب تک کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے رہو گے۔"

(بخاری کتاب الجہاد باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقون)

اس روایت سے حضور ﷺ کی پاکیزہ سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ آپؐ ہمیشہ مخاطب کو دیکھتے ہوئے اسے اتنا ہی حکم دیتے تھے جس پر وہ آسانی سے عمل کر سکے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہ دیتے جسے کرنے سے وہ عاجز آجائے۔ اور صحابہ کرام بھی آپؐ کے اشاروں پر چلنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہ ملے گا کہ اگر کسی کو ایک دفعہ اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ تو پھر خواہ بادشاہ وقت نے کتنا ہی زور کیوں نہ لگایا مگر اس نے سوائے اس اشارہ کے اور کسی کی کچھ مانی ہو۔"

(ملفوظات جلد سوم ص 284)

دہرا ثواب ملے گا

اطاعت کے باب میں صرف مسلمان مردوں کے سنہری حروف سے رقم کئے ہوئے واقعات ہی نہیں ملتے بلکہ مسلمان خواتین بھی کسی سے پیچھے نہ تھیں۔ وہ بھی اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھیں۔ اور اپنے آقا کی ہر آواز پر لبیک کہنے کو منتظر رہتیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ تھیں بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے خواتین کو صدقہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ میرے پاس کچھ زیور اور رقم تھی میں نے صدقہ کی نیت کی (چونکہ ان کے خاوند غریب آدمی تھے اور حضرت زینبؓ بعض یتیم بچوں کی بھی پرورش کر رہی تھیں اس لئے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا۔ کہ جاؤ اور حضور ﷺ سے پوچھو کہ کیا میں تم پر اور ان یتیم بچوں پر جن کی میں کفالت کر رہی ہوں۔ صدقہ کر سکتی ہوں؟ کیا مجھے صدقے کا ثواب ملے گا۔ انہوں نے کہا میں نہیں جاؤں گا تم خود ہی جا کر پوچھ آؤ۔ آپ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کے پاس گئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ انصار کی ایک اور خاتون بھی اسی غرض کے لئے حضورؐ کے دروازے پر آئی ہوئی ہے۔ جس غرض سے میں آئی تھی۔ حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم نے انہیں کہا کہ جائیں اور حضور ﷺ سے ہمارے مسئلے کے متعلق پوچھیں ہاں ہمارا ذکر نہ کرنا۔ وہ حضور کے پاس گئے اور ہمارا معاملہ پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ عورتیں کون ہیں۔ بلالؓ نے عرض کی وہ زینب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کون سی زینب عرض کی عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ۔ آپؐ نے فرمایا۔

نعم لھا اجران اجر القرابۃ و اجر الصدقۃ

ہاں اسے دگنا ثواب ملے گا۔ صلہ رحمی کا بھی اجر ملے گا اور صدقہ کا بھی ثواب ملے گا۔

(بخاری کتاب الزکوۃ۔ باب الزکوۃ علی الزوج و الایتام فی الحجر)

جاں نثارانہ خطاب

مال و دولت اور زیورات تو کیا۔ صحابہ کرامؓ تو اپنی جانوں کا نذرانہ دینے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے تھے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر جب حضور اکرم ﷺ نے جنگ سے متعلق صحابہ سے ان کا مشورہ پوچھا۔ تو حضرت مقداد بن اسود کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ ہم موسیٰ کے اصحاب کی طرح نہیں ہیں کہ آپؐ کو یہ جواب دیں۔ کہ جا تو اور تیرا رب لڑے (بلکہ ہم تو وفا شعار خدام ہیں) آپؐ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور دشمن آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ بڑھے۔ جب تک ہم میں آخری سانس ہے کوئی آپؐ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس قبیلہ اوس نے انصار کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے عرض کی۔

"خدا کی قسم جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر اب آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اور اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں۔ تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اور آپؐ انشاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے۔ اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔"

(سیرۃ خاتم النبیین ص 354، 355)

ان صحابہؓ کے بارے میں حضرت مسیح موعود نے کیا ہی خوب تبصرہ فرمایا۔

"ان کے دلی ارادے اور نفسانی جذبات بالکل دور ہو گئے تھے ان کا اپنا کچھ رہا ہی نہیں نہ کوئی خواہش تھی نہ آرزو بجز اس کے کہ اللہ راضی ہو۔ اور اس کے لئے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد چہارم ص 595)

اپنا چھانٹا بھی نہ مانگتے

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سات یا آٹھ یا نو افراد تھے جو حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم رسول اللہؐ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرو گے۔ چونکہ ہم نے حال ہی میں بیعت کی تھی اس لئے ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں۔ مگر آپ نے پھر یہی دوبارہ کہا۔ چنانچہ ہم نے اپنے ہاتھ بیعت کرنے کے لئے آپ کے سامنے پھیلا دیئے اور عرض کی حضور ہم سے بیعت لیں۔ آپ نے ان الفاظ میں ہم سے بیعت لی۔

تم اللہ کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ گے۔ پانچ نمازیں ادا کرو گے اور کامل فرمانبرداری اختیار کرو گے اور لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگو گے۔

حضرت عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو بعد کے زمانے میں دیکھا کہ وہ اپنی اس بیعت میں اس حد تک صادق اور باوفا نکلے کہ ان میں سے بعض سے سواری پر بیٹھے ہوئے سواری چلانے والا کوڑا یا چھانٹا گر جاتا تو وہ کسی سے نہ کہتا کہ مجھے یہ چھانٹا پکڑا دو بلکہ وہ خود اتر کر چھانٹا اٹھاتا۔

(مسلم کتاب الزکوۃ باب کراھتہ المسالتہ للناس)

پس وہ کسی سے ادنیٰ یا معمولی سا بھی سوال نہ کرتے یوں انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کئے ہوئے تمام وعدے اور عہد پورے کر دیئے۔ ہاں اگر مانگنا ہوتا تو اپنے رب سے مانگتے اپنے رب کے آگے دست سوال دراز کرتے اور کسی سے کچھ نہ مانگتے۔

غصہ جاتا رہا

غصہ لڑائی فساد کی جڑ ہے۔ غصے کے وقت اکثر لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جس سے معاملے سنگین صورت اختیار کر لیتے ہیں اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہادر وہ نہیں جو جنگ میں مدمقابل کو پچھاڑ لے بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پا لے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے اپنے گھر کے باہر دو جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں۔ ان کی آوازیں مسلسل بڑھ رہی تھیں ان میں سے ایک نرمی کے لئے اور اپنا کچھ حصہ چھوڑنے کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ دوسرا اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں ایسا نہ کروں گا۔ حضور ﷺ یہ سن کر باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

اللہ کی قسمیں کھانے والا کون ہے۔ حضورؐ کی یہ آواز سنتے ہی دونوں یکدم خاموش ہو گئے ان کا غصہ جاتا رہا۔ اور جو قسمیں کھا رہا تھا کہ میں ایسا نہیں کروں گا وہ فی الفور بول اٹھا۔

وہ قسمیں کھانے والا میں ہوں۔ اور گزشتہ سارے جھگڑے کو بھلا کر کہنے لگا کہ میرے ساتھی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ چاہتا ہے۔ یعنی جو اس کا مطالبہ تھا میں تسلیم کرتا ہوں۔

(بخاری کتاب الصلح باب ھل یشیر الامام بالصلح)

یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لین دین کا معاملہ تھا۔ ایک شخص کا حق بنتا تھا مگر دوسرا کسی وجہ سے اس کا حق ادا کرنے سے عاجز آ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مزید مہلت یا نرمی یا چھوٹ مانگ رہا تھا۔ دونوں میں تصفیہ نہیں ہو رہا تھا۔ دونوں جوش اور غصے میں آ رہے تھے۔ ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں مگر حضور ﷺ کو دیکھتے ہی ان کا غصہ فرو ہو گیا۔ اور حق والے نے اپنا حق چھوڑ دیا۔

آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ اطاعت اس معاملے میں بھی کرو جو خواہ بظاہر تمہیں ناپسند ہو۔ اس پر بھی صحابہ نے پورا پورا عمل کیا۔ اپنا حق چھوڑ دیا مگر اطاعت پر کوئی حرف نہ آنے دیا۔

نصف چھوڑ دیا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے دور میں ابن ابی حدرد نے ان سے قرضہ لیا۔ اور وقت پر ادا نہ کیا۔ چنانچہ ایک دن مسجد نبوی میں انہوں نے ابن ابی حدرد سے قرض کا تقاضا کیا اور دونوں میں کچھ تلخ کلامی ہونے لگی۔ اور آوازیں بلند ہونے لگیں۔ جب آنحضور ﷺ تک یہ آواز پہنچیں تو آپؐ نے اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور کعب بن مالکؓ کو آواز دی۔ حضرت کعب نے فوراً عرض کیا لبیک یا رسولؐ اللہ آپ نے زبان سے تو کچھ نہ فرمایا صرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا قرض معاف کر دو حضرت کعب نے فوراً عرض کی قد فعلت یا رسول اللہ یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرد کو کہا جاؤ اور اس کا آدھا قرض ادا کر دو۔

(بخاری کتاب الصلح باب الصلح بالدین)

صلح میں پہل کرنا

قرآن کریم نے نصیحت فرمائی ہے کہ الصلح خیر کہ صلح کرنے میں ہی بھلائی ہے۔ آنحضور ﷺ نے بھی اپنے بھائی سے جلد صلح کرنے اور ناراضگی دور کر کے اسے معاف کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ صحابہ کرام نے اس پہلو سے بھی اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔

حضرت ابو داؤدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ پریشانی کے عالم میں اپنے کپڑوں کو پکڑے ہوئے تشریف لائے اور حضور ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ابو بکر کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تمہارے بھائی ابو بکر کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی میرے درمیان اور عمر بن خطابؓ کے درمیان کچھ تلخی ہوئی۔ میں ندامت کے ساتھ جلدی جلدی ان کے پاس گیا اور معذرت کی مگر انہوں نے معاف کرنے سے انکار دیا۔ تو میں آپؐ کے پاس چلا آیا ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ ابو بکر اللہ تجھے بخشے اور تیری مغفرت فرمائے۔

ابھی ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ادھر حضرت عمرؓ اپنے فعل پر نادم ہونے اور حضرت ابو بکرؓ سے معذرت کرنے اور ان سے معافی مانگنے ان کے گھر پہنچے مگر انہیں ان کے گھر میں نہ پایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی طرح وہ بھی سیدھا حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور حضرت ابو بکرؓ سے معافی مانگی۔

جب حضرت عمرؓ آنحضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ نے انہیں دیکھا تو آپؐ کے چہرے پر ناراضگی کے کچھ آثار نمایاں ہوئے (یہ دیکھتے ہی حضرت ابو بکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپؐ عمرؓ سے ناراض نہ ہوں) چنانچہ آپ ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم یا رسولؐ اللہ غلطی مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔ آپ نے دو مرتبہ یہ بات کہی۔

آنحضور ﷺ نے بڑے جلال سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا۔ تو تم لوگوں نے میرا انکار کر دیا۔ مگر ابو بکر نے میری تصدیق کی۔ اور مجھ سے ہمدردی کی اپنی جان سے بھی اور اپنے مال سے بھی۔ پس کیا تم میرے ساتھی کو نہیں چھوڑتے۔"

(بخاری کتاب الفضائل باب فضل ابی بکر)

باقی صفحہ 82 پر

رحماء بینھم

صحابہ کرامؓ کی ہمدردیٔ خلق

یتامٰی، مساکین، غلاموں اور ہمسایوں سے حسن سلوک کے حیرت انگیز واقعات

مکرم انتصار احمد نذر صاحب

رحمۃ للعالمین کے دامن فیض سے پرورش پانے والے صحابہؓ کے اخلاق میں ایک ایسا عظیم الشان تغیر برپا ہو گیا تھا کہ وہ بالکل نئے وجود بن گئے میدان جنگ میں اپنی بہادری جرأت اور بے مثال قربانیاں پیش کرنے والے عام حالات میں اس قدر نرم دل شائستہ اور ملنسار وجود تھے کہ خود خدا نے ان کے بارے میں یہ گواہی دی کہ "وہ کافروں پر تو سخت ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے کے لئے مہربان ہیں۔" (فتح: 30) اسی طرح ایثار کا وہ جذبہ ان میں پایا جاتا تھا کہ خدا نے فرمایا "کہ وہ باوجود خود بھوکے ہونے کے دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔"

(الحشر: 10)

پس صحابہؓ جو دشمن کے لئے تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھے لیکن عام بنی نوع انسان کے لئے سرتاپا ہمدردی میں غرق تھے۔ آپس میں سب بھائی بھائی بن گئے بلکہ یہاں تک ہوا کہ اپنے ان بھائیوں کو اپنی جائیدادیں تک پیش کر دیں مشکل کا وقت ہوتا تو سب مل جل کر گزارہ کر لیتے اپنے بچوں کو بھوکا سلا کر مہمانوں کو کھانا کھلانا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ حیرت انگیز قربانی ہے۔ غلاموں سے سختی کرنا تو عرب کے معاشرہ کا روزمرہ کا معمول تھا لیکن صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے وہ تربیت پائی تھی کہ انہیں بھی وہی کھلاتے جو خود کھاتے اور وہی پہناتے جو خود پہنتے۔ ایسے ہی ہمدردی خلق کے کچھ واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔

یتامٰی کی پرورش

آنحضرتؐ نے یتامٰی کی پرورش اور ان کی کفالت کرنے کا بڑا اجر بیان فرمایا اور فرمایا:۔

"اناوکافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا"

یعنی میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیانی انگلی ملا کر دکھائی۔

(بخاری کتاب الادب باب فضل من یعول یتیماً)

صحابہؓ کرام یتامٰی کی نہ صرف نگہداشت کرتے بلکہ ان کے اموال کو بھی ضائع ہونے سے بچاتے اور انہیں ترقی دیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا حکم تھا کہ یتامٰی کے اموال سے تجارت کرو تاکہ اسے زکوٰۃ نہ کھا جائے۔

اسی طرح حضرت عائشہ جن یتامٰی کی پرورش کرتی تھیں ان کے مال لوگوں کو دیتی تھیں تاکہ وہ تجارت کے ذریعے اسے ترقی دیں۔

(مؤطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ اموال الیتامٰی)

دوہرا اجر

حضرت زینبؓ متعدد یتیموں کی پرورش کرتی تھیں ایک بار رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت بلالؓ کے ذریعے دریافت کروایا کہ وہ اپنے شوہر اور ان یتیموں پر صدقہ کریں تو جائز ہے ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے آپؐ کے پاس موجود تھیں حضرت بلالؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

"نعم لھا اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ"

کہ ہاں ان کو دوہرا ثواب ملے گا ایک قرابت کا اور دوسرے صدقہ کا

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ نے آنحضورؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہ اگر میں ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کروں تو مجھے ثواب ملے گا آپؐ نے فرمایا ہاں ان پر خرچ کرو تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

حضرت عائشہؓ کے ایک بھائی محمد بن ابی بکر کی لڑکیاں یتیم ہو گئی تھیں آپ بہت محبت اور پیار سے ان کی پرورش کرتی تھیں۔

(موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب لا زکوٰۃ فیہ من الحلیی)

جو میسر ہے

ایک یتیم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک طعام ہوا کرتا تھا ایک دن انہوں نے کھانا منگوایا تو وہ یتیم موجود نہ تھا جب آپ کھانا کھا چکے تو پھر وہ آیا آپ نے گھر سے مزید کھانا منگوانا چاہا تو جواب آیا کہ اب شہد اور ستو رہ گئے ہیں آپ نے وہی اسے پیش کئے اور فرمایا "لو کچھ نقصان میں نہیں رہے۔"

(الادب المفرد باب فضل من یعول یتیماً بین ابویہ)

اصحاب صفہ کے ساتھ لطف ومدارات

اصحاب صفہ وہ غرباء و مساکین تھے جن کے کوئی ذرائع معاش نہیں تھے روزانہ صحابہ ایک ایک یا دو دو مساکین کو لے کر اپنے گھروں کو جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے لیکن حضرت سعد بن عبادہ کی فیاضی کے تو کیا کہنے!

روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر سے ایک آدمی پکارتا کہ جس کو گوشت اور چربی کھانے کی خواہش ہو تو وہ میرے ہاں چلا آئے۔ اصحاب الصفہ تو خاص طور پر ان کی فیاضی سے حصہ پاتے عام صحابہ تو ایک ایک دو دو ساتھیوں کو لے کر گھروں کو جاتے لیکن حضرت سعد بن عبادہ تو بعض دفعہ (80) اسی (80) اسی آدمیوں کو لے جا کر کھانا کھلاتے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ تذکرہ حضرت سعد بن عبادۃ)

حضرت جعفر بن ابی طالب بھی اصحاب صفہ کے ساتھ بہت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے مسکینوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان سے باتیں کرتے حضرت ابوہریرہؓ بھی مساکین صفہ میں شامل تھے اس لئے ان کو حضرت جعفر کی فیاضی کا بہت تجربہ تھا وہ صحابہ سے قرآن کریم کی آیات کا مطلب پوچھتے اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ کوئی ان کو لے جا کر کھانا کھلائے حضرت جعفر کے بارے میں حضرت ابوہریرہ کی یہ گواہی ہے کہ

لوگوں میں سے مسکین کے ساتھ حسن معاملت کرنے میں حضرت جعفر سب سے بہتر تھے۔

وہ مساکین کو گھر لے جا کر سب کچھ کھلا دیتے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہماری بھوک کا یہ عالم تھا کہ وہ گھی کا خالی برتن لاتے تو ہم اس کو پھاڑ کر اسے بھی چاٹ لیتے۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب جعفر بن ابی طالب)

ایثار کا بے مثال جذبہ

حضرت ابوہریرہ کا ذکر مساکین صفہ میں گزرا ہے۔ وہ خود محتاج اور ضرورت مند تھے لیکن دوسروں کی مہمان نوازی کرنے کا بے حد جذبہ پایا جاتا تھا ایک شخص مدینہ میں حضرت ابوہریرہؓ کا مہمان بنا انہوں نے جس طریقے پر اس کی مہمان نوازی کی وہ اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

میں نے صحابہ میں سے کسی کو ان سے زیادہ مستعدانہ طریقے پر مہمان نوازی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ابوداؤد کتاب النکاح باب مایکرہ من ذکر الرجل)

حضرت زینب کے لمبے ہاتھ

حضرت زینب فقراء اور مساکین کی صدقہ وخیرات سے بہت مدد کیا کرتی تھیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی یہ گواہی بھی موجود ہے۔

اسرعکن لحاقاًبی اطولکن یدا

یعنی تم میں سے (ازواج مطہرات) مجھے سب سے پہلے وہ آن ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ چنانچہ حضرت زینب نے آنحضورؐ کے بعد سب سے پہلے وفات پائی اور تب ازواج مطہرات کو یہ بات سمجھ میں آئی کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ وخیرات کی عادت تھی۔ حضرت عائشہ کی بیان فرمودہ اس روایت میں ان کی بھی گواہی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ کرتیں۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل زینب)

حضرت عائشہؓ نے حضرت زینب کی وفات پر فرمایا۔

کہ آج ایک ایسی فقید المثال خاتون رخصت ہوئی ہے جو یتامٰی اور بیوگان کی بہت نگہداشت کرتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 110 حالات حضرت زینب بنت جحش

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی اس قدر عادت تھی کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کا سالانہ خرچ بھیجا تو اس پر انہوں نے ایک کپڑا ڈال دیا اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے رشتہ داروں اور یتامٰی کو یہ مال تقسیم کر دو اس نے کہا کیا سب کا سب؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس نے کہا کہ آخر ہمارا بھی تو کچھ حق ہے۔ آپ نے فرمایا کپڑے کے نیچے جو کچھ بچا ہے وہ تمہارا ہے دیکھا تو پچاسی (85) درہم نکلے۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 109)

معذوری بھی روک نہیں ڈالتی

حضرت حارثہ بن نعمان کو خدا کے راستے میں غرباء پر خرچ کرنے کا کس قدر شوق تھا یہ روایت ملاحظہ کیجئے کہ باوجود معذوری کے خود مساکین کو دینے کا جذبہ پایا جاتا تھا۔

آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اس لئے اپنی نماز پڑھنے کی جگہ سے لے کر باہر دروازے تک ایک رسی باندھ رکھی تھی جب کوئی مسکین آتا تو ٹوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور اس رسی کو پکڑ کر باہر دروازے پر آکر اس مسکین کو دیتے گھر والوں نے کہا کہ "ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہیں" بولے رسول کریمؐ نے فرمایا ہے مسکین کو دینا آدمی کو برے انجام سے محفوظ رکھتا ہے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ تذکرہ حضرت حارثہ بن نعمان)

غرباء کے ساتھ مل کر کھانا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی مسکین و غریب کو شامل کئے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

(بخاری کتاب الاطعمة باب المومن یاکل فی معی واحد)

ان کے سامنے جب دستر خوان بچھتا اور اتفاق سے کوئی معزز آدمی قریب سے گزرتا تو ان کے گھر والے اسے کھانے میں شامل کر لیتے لیکن حضرت ابن عمرؓ اسے نہ بلاتے لیکن اگر کوئی مسکین سامنے سے گزرتا تو اس کو ضرور کھانے میں شامل کرتے اور فرماتے یہ لوگ اس کو بلاتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش نہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد4 ص149 تذکرہ حضرت ابن عمرؓ)

ایک بار آپ کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کر کے آپ کو پیش کی گئی ایک فقیر کے مانگنے کی آواز آئی تو فرمایا "اس کو دے دو" غرباء کو اس قدر کھانا کھلاتے تھے کہ نافع کہتے ہیں کہ آپ اکیلے تورات کا کھانا بھی نہیں کھا سکتے بلکہ کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد4 ص158 تذکرہ حضرت ابن عمرؓ)

بے مثال تعاون باہمی

مشکل وقت میں اشعری قبیلہ کے تعاون کے انداز کو آنحضرتؐ نے بہت پسند فرمایا اور ان کے ساتھ محبت کا اظہار فرمایا اور ان کی مثال دی کہ اشعری قبیلہ کے لوگ جب جنگ کے وقت ان کا زاد راہ ختم ہو جاتا ہے یا ان کے بچوں کے لئے کھانا کم پڑ جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس موجود ہوتا ہے اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر ایک برتن میں انہیں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں فرمایا:۔

"فھم منی وانا منھم" وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل الاشعریین)

میرے اخلاق تبدیل نہ ہوں گے

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے عظیم مقام کے باوجود دوسروں کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیا کرتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ آپ مدینہ کے ایک گھر میں بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے جب آپ خلیفہ بنے تو اس گھر کی ایک کمسن لڑکی کمال سادگی سے یہ کہنے لگی کہ اب ہماری بکریوں کو کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکرؓ کو پتہ چلا تو فرمانے لگے کہ میں تمہاری بکریاں دوہوں گا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو منصب عطا فرمایا ہے اس سے میرے اخلاق تبدیل نہیں ہوں گے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ جا کر ان کی بکریاں دوہ دیا کرتے بلکہ ان بچیوں کی خوشی کی خاطر ان کے ساتھ دل بہلاوے کی باتیں کرتے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد3 ص219 دار احیاء التراث العربی بیروت حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ زیر لفظ عبداللہ بن عثمان)

ہمسایوں سے حسن سلوک

آنحضورؐ نے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اسے وارث بھی قرار دے دے گا۔

اسی تعلیم کا اثر تھا کہ صحابہ اپنے ہمسائے کے ساتھ بہت حسن سلوک کرتے تھے خواہ وہ ہمسایہ مسلمان ہو یا غیر مسلم کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتے تھے ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو نے ایک بکری ذبح کی پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی ہمسائے کو بھی گوشت بھیجا ہے یا نہیں کیونکہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جبرائیل نے مجھے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت کے ساتھ وصیت کی کہ میں سمجھا کہ اسے وراثت میں حصے دار بنا دیا جائے گا۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الجوار)

صحابیات کے اندر بھی یہی جذبہ کار فرما تھا اور وہ اپنی ہمسایہ عورتوں کی ہر طرح سے مدد کیا کرتی تھیں۔

حضرت اسماء کو شروع میں روٹی پکانا نہیں آتی تھی آپ کی پڑوسنیں آکر آپ کے لئے روٹی پکا دیا کرتی تھیں۔

(مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأة الاجنبیہ)

حضرت سلمان فارسیؓ کی آزادی

حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا تو رسولؐ اللہ نے انہیں فرمایا کہ مکاتب بن جاؤ (یعنی اپنے آقا سے ایک خاص رقم کا معاہدہ کر لو کہ اتنی کما کر دوں گا اور آزاد ہو جاؤں گا) حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک سے مسلسل درخواست کرتا رہا آخر اس نے مجھے اس شرط پر مکاتب بنایا کہ میں اس کے لئے کھجور کے تین سو پودے لگا دوں اور چالیس اوقیہ چاندی دوں۔ رسول اللہ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کی کھجور کے پودوں سے مدد کرو۔ مختلف اشخاص نے تیس بیس پندرہ اور دس پودوں سے میری مدد کی آنحضورؐ نے فرمایا اے مسلمانو جاؤ اور ان پودوں کو لگانے کے لئے گڑھے کھودو مگر جب پودے لگانے لگو تو مجھے اطلاع کرنا میں خود اپنے ہاتھ سے پودے لگاؤں گا۔

پھر میں نے پودوں کے لئے گڑھے کھودنے شروع کئے اور میرے ساتھیوں نے بھی میری مدد کی ہم نے تین سو گڑھے کھودے ہر شخص اپنے دیئے ہوئے پودے لے کر آیا رسول اللہ بھی تشریف لائے اور انہیں اپنے ہاتھ سے گڑھوں کے اندر رکھتے گئے اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے جاتے تھے حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان میں سے کوئی پودا مرجھایا نہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد4 ص79 حالات حضرت سلمان فارسی)

اللہ تجھ سے زیادہ طاقت رکھتا ہے

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ "ابو مسعود اللہ تجھ سے زیادہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے" میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہؐ تھے میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اسے آزاد کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو اسے آزاد نہ کرتا تو ضرور تجھے آگ جھلسا دیتی۔

(مسلم کتاب الایمان باب صحبة الممالیک و کفارہ من لطم عبدہ)

اگر آنحضورؐ کے علم میں یہ بات آتی کہ کسی نے اپنے غلام کو مارا ہے تو حضور اس غلام کو آزاد کر دینے کا اسے حکم دیتے۔

حضرت سوید بن مقرنؓ نے روایت کی ہے کہ ہم سات بھائی ہیں اور ہمارا ایک ہی خادم تھا ہم میں سے ایک نے اس خادم کو مارا تو ہمیں رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسے آزاد کر دیں۔

(مسلم کتاب الایمان باب صحبة الممالیک)

یہ تمہارے بھائی ہیں

ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ ایک حلہ پہنے ہوئے تھے اور غلام کو بھی ویسا ہی پہنایا ہوا تھا اس کی وجہ پوچھی گئی تو بولے میں نے ایک غلام کو ایک دفعہ برا بھلا کہا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابوذر تم میں اب تک جاہلیت کا اثر باقی ہے یہ لوگ تمہارے بھائی ہیں خدا نے ان کو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ میں ہو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاھلیہ)

بخاری کی بیان کردہ اس حدیث کی تشریح میں حضرت امام ابن حجر طبرانی کی یہ حدیث لائے ہیں کہ ایک بار رسول کریمؐ نے حضرت ابوذر غفاری کو ایک غلام دیا اور یہی نصیحت کی تو انہوں نے اپنا کپڑا پھاڑ کر آدھا غلام کو دے دیا رسول کریمؐ نے پوچھا تو کہنے لگے کہ حضور نے ہی تو فرمایا تھا کہ تم انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو آپ نے فرمایا ہاں یہ درست ہے!

(فتح الباری جلد اص65 زیر باب المعاصی من امر الجاھلیہ از کتاب الایمان)

قرآن نے غلام اور آزاد کے درمیان مساوات کا جو تصور پیش کیا اس پر اس حد تک عمل ہوتا تھا کہ اگر کوئی غلام کو مارتا تو اسے قصاص کا خوف بھی ہوتا تھا ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ کے مویشیوں کا چارہ چوری ہو گیا انہوں نے اپنے غلام کو صرف اتنا کہا کہ اگر مجھے قصاص کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے اس کی سزا دیتا یعنی غلام کی غفلت پر سزا صرف اس لئے نہیں دی کہ کہیں قصاص میں مجھے بھی سزا نہ ملے۔

(طبقات ابن سعد جلد4 ص90 حالات حضرت سلمان فارسی)

ہمیں پسند نہیں کہ غلام سے دو دو کام لیں

حضرت سلمان فارسیؓ کا ہی ایک اور واقعہ ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا تو آپ آٹا گوندھ رہے تھے اس نے پوچھا کہ غلام کہاں ہے؟ بولے کہ ہم نے اس کو ایک کام کے لئے بھیجا ہے اس لئے یہ پسند نہیں کیا کہ اس سے دو دو کام لیں۔

(طبقات ابن سعد جلد4 ص90

سبحان اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کی کیسی نیک تربیت کی تھی کہ غلاموں پر زیادہ بوجھ ڈالنا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ خود رات کو اٹھ کر وضو کا پانی لے لیا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ اگر آپ کسی خادم سے کہہ دیتے تو وہ یہ کام کر دیتا فرمایا نہیں "رات ان کے آرام کے لئے ہے"

(طبقات ابن سعد حالات حضرت عثمان)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال خلق مہمان نوازی

مہمان عمر بھر مقیم رہے۔ کبھی ان کو بار تصور نہ کیا اور احساس تک نہ ہونے دیا

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کے لئے سو اونٹ وقف رکھے ہوئے تھے

مکرم حبیب الرحمان زیروی صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک عظیم الشان خلق مہمان نوازی اور اکرام ضیف ہے جو آپ کو نبوت سے پہلے ہی فطرتاً قدرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا تھا۔ اور ان اعلیٰ اخلاق کی بناء پر حضور ﷺ قریش اور رؤسائے مکہ میں بہت مقبول تھے۔

آنحضرت ﷺ کی عظیم قوت قدسیہ اور روحانی تاثیرات کا صحابہ کرام کی زندگیوں پر غیر معمولی اثر تھا۔ اطاعت و فرمانبرداری اور حضور ﷺ کے اسوہ کی پیروی میں صحابہؓ کا رنگ عاشقانہ تھا۔ چنانچہ اس عشق و محبت کی نظیر کسی اور مذہب کے پیروکاروں میں نظر نہیں آتی۔ صحابہؓ مہمان نوازی اور اکرام ضیف کے خلق میں بھی اپنے آقا و مقتداء کی کامل تصویر تھے۔ اور عربوں کی روایتی مہمان نوازی سے ہٹ کر غیر معمولی طور پر اکرام ضیف کی صفت ان میں پائی جاتی تھی زیر نظر مضمون میں صحابہ کرام کے کردار کی چند جھلکیاں درج ہیں۔

دیا بجھا دیا

ایک مرتبہ ایک مہمان دربار نبوی میں آیا۔ چونکہ اس وقت کے مالی حالات کے لحاظ سے ایک شخص کی مہمان نوازی بھی آسان نہ تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو تحریک فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص اس کی مہمان نوازی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم کی امید پر اپنے گھر میں موجود سامان خورونوش کا جائزہ لئے بغیر حضرت ابو طلحہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر لے جاتا ہوں۔ چنانچہ اسے ساتھ لے گئے گھر پہنچے تو بیوی سے معلوم ہوا کہ کھانے کو کچھ نہیں۔ صرف اتنا ہی کھانا ہے جو بچوں کے لئے بمشکل کفائت کر سکے گا لیکن بیوی کی طرف سے مایوس کن اطلاع کے باوجود انہیں کوئی تشویش نہ ہوئی اور جذبہ مہمان نوازی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ نے بیوی سے کہا کہ زیادہ فکر تو بچوں کا ہی ہے لیکن ان کو پیار دلاسا دے کر بھوکا ہی سلا دو لیکن ایک مشکل ابھی باقی تھی اور وہ یہ کہ اس وقت کے رسم و رواج کے مطابق مہمان گھر والوں کو ساتھ شامل کرنے پر اصرار کرے گا۔ اس کا حل یہ سوچا گیا کہ میاں بیوی مہمان کے ساتھ کھانے پر بیٹھیں گے تو بیوی روشنی ٹھیک کرنے کے بہانہ سے چراغ گل کر دے اور پھر دونوں ساتھ بیٹھ کر یونہی منہ مارتے رہیں کہ گویا کھانا کھا رہے ہیں لیکن دراصل کچھ نہ کھائیں اور اس طرح مہمان سیر ہو کر کھانا کھا لے چنانچہ اس ایثار پیشہ خاندان نے ایسا ہی کیا بچوں کو بہلا کر سلا دیا گیا بیوی نے روشنی بجھا دی اور میاں بیوی ساتھ بیٹھ کر یونہی مچاکے مارتے رہے کہ گویا بڑے مزے سے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح گھر کے سب لوگ تو فاقہ سے رہے اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ رسول کریم ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس کی خبر دی چنانچہ صبح ہوئی تو آپ نے حضرت ابو طلحہ کو بلایا اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ رات تم نے مہمان کے ساتھ کیا کیا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کیا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کیا اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ عرش پر ہنسا اور اس لئے میں بھی ہنسا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف)

دشمن کو ترجیح

صحابہ کی مہمان نوازی صرف اپنے دوست مہمانوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ دشمن بھی اس سے محروم نہ تھے یہاں تک کہ جنگ کے قیدیوں سے بھی یہی سلوک تھا۔ چنانچہ ایک شخص ابو عزیز بن عمیر جو جنگ بدر میں قید ہوا تھا بیان کرتا ہے کہ انصار مجھے تو پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور خود کھجوریں وغیرہ کھا کر گزارہ کر لیتے تھے اور کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اگر ان کے پاس روٹی کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہوتا تو وہ مجھے دے دیتے اور خود نہ کھاتے تھے اور اگر میں تامل کرتا تو اصرار کے ساتھ کھلاتے تھے۔

(ابن ہشام حالات غزوہ بدر)

ایک دفعہ بنی عذرہ کے تین مہمان مدینہ میں آئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے۔ حضرت طلحہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں حاضر ہوں چنانچہ ان تینوں کو اپنے گھر لے گئے اور پھر وہ جب تک زندہ رہے انہی کے ہاں رہے لیکن انہوں نے کبھی ان کو اپنے لئے بار تصور کر کے ان سے گلو خلاصی کی کوشش نہیں کی اور ایسے اخلاق سے ان کے ساتھ پیش آتے رہے کہ ان کو یہ احساس تک نہیں ہونے دیا کہ وہ کسی اجنبی جگہ میں ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد1 ص163)

مہمان کی گواہی

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جو وفود آتے آپ ان کی مہمان نوازی کا فرض صحابہ کے سپرد کر دیتے تھے ایک مرتبہ قبیلہ عبدالقیس کے مسلمانوں کا وفد حاضر ہوا۔ تو آپ نے انصار کو ان کی مہمان نوازی کا ارشاد فرمایا چنانچہ انصار ان لوگوں کو لے گئے صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے میزبانوں نے تمہاری خاطر مدارات کیسی کی انہوں نے کہا یارسول اللہ بڑے اچھے لوگ ہیں ہمارے لئے نرم بستر بچھائے عمدہ کھانے کھلائے اور پھر رات بھر کتاب و سنت کی تعلیم دیتے رہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد3 ص432)

رسول اللہ ؐ کی خدمت میں ایک بار ایک وفد حاضر ہوا۔ اتفاق سے آپ گھر میں موجود نہ تھے لیکن حضرت عائشہ نے فوراً خزیرہ (عرب کا ایک کھانا تھا) تیار کرنے کا حکم دیا اور مہمانوں کے سامنے ایک طبق میں کھجوریں رکھوا دیں آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے دریافت فرمایا کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہیں؟ ان لوگوں نے کہا یہ تو ہو چکا۔

(ابو داؤد کتاب الطہارہ باب فی الاستنثار)

روحانی غذا

ایک بار حضرت ابو الدرداءؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا انہوں نے کہا کہ اگر آپ قیام کریں تو ہم آپ کے ناقہ کو چرنے کے لئے چھوڑ دیں اور اگر جانا چاہیں تو اس کو چارہ کھلا دیں' وہ بولا کہ میں جانا چاہتا ہوں' فرمایا تو میں آپ کو ایک زاد راہ دیتا ہوں اگر اس سے بہتر کوئی زاد راہ ہوتا تو میں اس کو تمہارے ساتھ کر دیتا یہ کہہ کر ایک حدیث بیان کی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد5 ص196)

مہمان خانہ

حضرت ام شریک نہایت دولتمند اور نہایت فیاض صحابیہ تھیں۔ انہوں نے اپنے مکان کو مہمان خانہ بنا دیا تھا۔ رسول اللہ ؐ کی خدمت میں جو باہر سے مہمان آتے تھے وہ اکثر ان ہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔

(نسائی کتاب النکاح باب الخطبہ فی النکاح)

جذبہ مہمان نوازی گرانقدر ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات کہ اپنے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک صاع کھانے کے لئے جمع کروں زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں بازار جاؤں اور ایک غلام خریدوں اور اس کو آزاد کروں۔

(کنز العمال جلد5)

حضرت ایمنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کے یہاں کچھ مہمان آئے آپ ان کے پاس کچھ روٹی اور سرکہ لائے اور فرمایا کھائیے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ سرکہ بہترین سالن ہے اس قوم کے لئے ہلاکت ہے جو اس چیز کو حقیر سمجھے کہ جو کچھ اس کے گھر میں ہے اس کو اپنے ساتھیوں کے سامنے پیش کرے۔ ابو یعلی کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ آدمی کی شرارت کے لئے کافی ہے کہ جو چیز اس کے سامنے پیش کی جائے اسے حقیر سمجھے۔ (حیات صحابہ حصہ پنجم ص205)

کھانا وافر پیش کرنا

حضرت حمزہ بن صہیب فرماتے ہیں کہ حضرت صہیب کھانا بہت زیادہ کھلایا کرتے تھے حضرت عمر نے ان سے کہا اے صہیب تم کھانا بہت کھلایا کرتے ہو اور یہ مال میں فضول خرچی ہے حضرت صہیب نے کہا کہ حضور فرمایا کرتے تھے تم میں سے وہ آدمی زیادہ پسندیدہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔ پس اسی فرمان مبارک نے مجھ کو کھانا کھلانے پر آمادہ کر رکھا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر1 ص153)

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبداللہ نے پہاڑ کے کنارے ایک کنواں خریدا اور لوگوں کو کھانا کھلایا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اے طلحہ! تم بڑے فیاض ہو۔

(حیات صحابہ جلد6 ص209)

ماحضر سے مہمان نوازی

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مسکینوں کے حق میں بڑے بھلے

انسان تھے ہم لوگوں کو لے کر اپنے گھر جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا کھلاتے یہاں تک کہ گھر سے کپی نکال لاتے جس میں کچھ نہ ہوتا اور اسے پھاڑ دیتے اور ہم لوگ جو کچھ اس میں لگا ہوتا اسے چاٹ لیتے۔

(ابن سعد جلد 4 ص 28)

کھانے میں اضافہ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جنگ خندق کے وقت کھدائی کر رہے تھے ایک بہت بڑا سخت پتھر سامنے آگیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا خندق میں یہ بڑا پتھر سامنے آگیا ہے آپ نے فرمایا میں آتا ہوں چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے پیٹ پر (بھوک کی شدت کی وجہ سے) ایک پتھر بندھا ہوا تھا تین دنوں سے ہم لوگ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ کسی چیز کو نہیں چکھا تھا۔ حضور نے کدال لیا اور اس سے مارا وہ کنکر کی چٹان بکھری ہوئی ریت کی طرح ہو گئی۔ میں نے حضور سے عرض کیا کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے (چنانچہ آپ نے جازت دی اور میں نے گھر جا کر) اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے حضور پر ایک چیز دیکھی جس کی وجہ سے مجھے صبر نہیں رہا کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا میرے پاس تھوڑے سے جو اور ایک بکری کا بچہ ہے میں نے اس بچہ کو ذبح کیا بیوی نے جو پیسے یہاں تک کہ میں نے گوشت پتھر کی ہانڈی میں چڑھایا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گندھا ہوا آٹا ڈھل گیا تھا ہانڈی چولہے پر چڑھی تھی اور پکنے کے قریب تھی میں نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے لہٰذا یا رسول اللہ آپ اور ایک دو آدمی اور تشریف لے چلئے آپ نے دریافت فرمایا وہ کتنا ہو گا؟ میں نے بیان کر دیا آپ نے فرمایا بہت ہے۔ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ ہانڈی اتارے نہیں اور نہ روٹی تنور سے نکالے جب تک کہ میں نہ آجاؤں اس کے بعد آپ نے سب سے فرمایا کہ اٹھ کھڑے ہو چنانچہ مہاجرین اور انصار سبھی چل دیئے۔ جب حضرت جابرؓ اپنی بیوی کے پاس گئے تو کہنے لگے نبی اکرم ﷺ مع مہاجرین و انصار آرہے ہیں بیوی نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سے کچھ دریافت کیا تھا حضرت جابر کہتے ہیں میں نے کہا ہاں (چنانچہ آپ مکان میں تشریف لائے) اور آپ نے فرمایا اندر آجاؤ اور بھیڑ نہ کرو آپ روٹی کے ٹکڑے کرتے اور اس پر گوشت رکھتے اور ہانڈی اور تنور سے جب کچھ لیتے تو اسے ڈھک دیتے اور اپنے اصحاب کے قریب کر کے آپ ہانڈی میں سے نکالتے اسی طرح آپ برابر روٹی کو توڑتے اور شوربہ بھر بھر کر دیتے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا آپ نے فرمایا تو بھی کھا اور ہدیہ بھیج۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز بہت ہلکی اور کمزور سنی ہے میں نے آپ میں بھوک کا اثر محسوس کیا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ ام سلیم نے کہا ہاں۔ جو کی چپاتیاں ہیں اس کے بعد انہوں نے اپنی اوڑھنی لی ان روٹیوں کو اس کے ایک سرے سے لپیٹا پھر اسے میرے کپڑوں میں داخل کیا اور اس چادر کا کچھ حصہ مجھے اوڑھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا چنانچہ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے حضور کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا اور آپ کے پاس لوگ جمع تھے میں وہیں کھڑا ہو گیا آپ نے دریافت فرمایا کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا کیا کھانے کے لئے بھیجا ہے آپ نے ان حضرات سے جو آپ کے ہمراہ تھے فرمایا کھڑے ہو جاؤ حضرت انس فرماتے ہیں یہ کہہ کر آپ چل دیئے اور میں بھی لوگوں کے آگے چل دیا یہاں تک کہ میں نے حضرت ابوطلحہ کو آکر خبر دی حضرت ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اور سارے حضرات آگئے اور ہمارے پاس اتنا نہیں کہ ہم ان سب کو کھلا سکیں۔ ام سلیم نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتا ہے حضرت انس فرماتے ہیں چنانچہ حضرت ابوطلحہ آپ کے استقبال کے لئے نکلے اور حضور سے ملے اس کے بعد حضرت ابوطلحہ کے ساتھ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا اے ام سلیم! جو تمہارے پاس ہے لے آؤ ام سلیم نے وہی روٹیاں حاضر کر دیں آپ نے ان روٹیوں کے متعلق حکم دیا وہ توڑی گئیں اور ام سلیم نے اپنی کپی اس میں نچوڑ دی اور اس کو سالن دار کر دیا اس کے بعد حضور نے جو کچھ اللہ پاک نے چاہا وہ پڑھ کر اس پر دم کیا اور فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو چنانچہ دس کو اجازت دی گئی چنانچہ ان دسوں نے کھایا اور خوب پیٹ بھر کر باہر نکلے۔ پھر آپ نے فرمایا اور دس کو اجازت دو انہیں بھی اجازت دی گئی چنانچہ انہوں نے بھی کھایا اور خوب کھایا اس کے بعد یہ بھی باہر گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اور دس آدمیوں کو اجازت دو۔ یہاں تک کہ اسی طرح سارے لوگوں نے کھایا اور سب سیر ہو گئے یہ حضرات ستر یا اسی آدمی تھے۔ طبرانی اور ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ یہ حضرات ایک سو کے قریب تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب جواز استتباعہ)

کھانے میں برکت

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چند حضرات کے ساتھ تشریف فرما تھے، میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے میری طرف اشارہ سے فرمایا اور یہ لوگ میں نے عرض کیا نہیں آپ خاموش ہو گئے میں اپنی جگہ کھڑا رہا دوبارہ جب آپ نے میری طرف دیکھا میں نے آپ کی طرف اشارہ کیا آپ نے فرمایا اور یہ لوگ؟ میں نے کہا نہیں اسی طرح دوسری یا تیسری مرتبہ میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ لوگ بھی۔ حضرت صہیب فرماتے ہیں کہ وہ تھوڑی سی چیز تھی جو میں نے صرف حضور کے لئے تیار کی تھی چنانچہ آپ تشریف لائے اور وہ جماعت بھی آپ کے ساتھ آئی اور سب نے کھایا اور اس میں سے بچ بھی رہا۔

(حلیتہ الاولیاء جلد 1 ص 154)

مہمانوں کی بے مثال خاطر داری

حضرت سلیمان بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ملنے کے لئے مکہ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ہم ایک بہت بڑے سامان کے پاس ہیں جس میں لوگ تین سو اونٹنیوں کے کجاوے کس رہے ہیں ان میں سو سواری کی ہیں اور دو سو اونٹنیاں بوجھ سے لدی ہوئی ہیں ہم نے دریافت کیا کہ یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بیان کیا کہ یہ سامان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا ہے ہم نے پوچھا کہ یہ سارا ہی ان کا ہے؟ ہم لوگوں سے تو یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ تو بڑے متواضع انسان ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ سو سواری کی اونٹنیاں ان کے (مہمان) بھائیوں کے لئے ہیں جن پر انہیں سوار کر رکھا ہے اور یہ دو سو اونٹنیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو شہروں سے ان کے مہمان ان کے پاس آئے ہیں ہمیں اس بات سے بڑا تعجب ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تم اس سے تعجب نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص مال دار آدمی ہیں اور آنے والے کا حق سمجھتے ہیں کہ اسے کثرت سے توشہ دیں ہم نے کہا کہ ہمیں بھی ان سے ملاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد حرام میں ہیں۔ چنانچہ ہم ان کی طلب میں چل دیئے اور ان کو کعبہ کی پشت پر بیٹھا ہوا پایا۔ دو چادریں اور ایک عمامہ زیب تن تھا۔ ان کے پاس کرتہ نہیں تھا اپنے دونوں جوتے بائیں ہاتھ میں لے رکھے تھے۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 12)

صحابہ کا باہم مہمان بانٹ لینا

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کرتے اس کے بعد واپس ہوتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ ہر آدمی اپنی وسعت کے مطابق کچھ لوگوں کو لے چنانچہ کوئی صحابی ایک آدمی کو لے جاتا اور کوئی دو کو اور کوئی تین کو اور باقی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ لے جاتے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد 5 ص 221)

اسی طرح محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ بعض اوقات شام کے وقت حضور اکرم ﷺ اصحاب صفہ کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرماتے کوئی صحابی ایک آدمی کو لے جاتا اور کوئی دو کو اور کوئی تین کو یہاں تک کہ کوئی دس کو لے جاتا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ ہر رات اپنے گھر ان میں سے اسی آدمیوں کو لے جاتے جن کو رات کا کھانا کھلاتے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد 5 ص 221)

رات کو فاقہ کیا

مسکین نوازی حضرت عبداللہ بن عمر کا نمایاں وصف تھا خود بھوکے رہتے لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے عموماً بغیر مساکین کے کھانا نہ کھاتے تھے۔

آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی تھی اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کے لئے پکاتی ہوں وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں فقراء اس کو سمجھ گئے تھے۔ اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گزرگاہ پر آکر بیٹھتے تھے جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے بیوی نے عاجز ہو کر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں پر بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں ابن عمر مسجد سے واپس ہو کر حسب معمول گھر آئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوا دو کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔

الغرض دیگر اخلاق عالیہ کی طرح خلق مہمان نوازی یا اکرام ضیف کا بھی حسین رنگ محبوب آقا سے جانثار صحابہ کو ملا اور اس کے مظاہرے جگہ جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ ہر واقعہ الگ الگ دلکشی کا حامل اور امتیازی شان رکھنے والا ہے۔ صحابہ کے یہی واقعات ہیں جن سے خلق مہمان نوازی کو عظمت ملی ہے۔

بقیہ صفحہ 84

ﷺ نے بھی اس پناہ کی اجازت دے دی۔

(اسوہ صحابہ حصہ اول ص 262)

غرض صحابیات نے جس جوش، جذبہ اور عزم و استقلال سے اسوہ رسولؐ کی پیروی کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ صحابیات نے ہر شعبہ زندگی میں صحابہ کرام کی طرح نمایاں کارنامے سرانجام دیئے اور اعلیٰ اخلاق وعادات کا مظاہرہ کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

"ہم کو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم نہیں جو ایمان لا کر مرتد ہوئی ہو۔"

(اسوہ صحابیات سیر الصحابہ جلد 11 ص 8، 9)

بقیہ صفحہ 78

صحابہ بھی بشر تھے۔ اور بشریت کی وجہ سے غلطی اور خطا اور ناراضگی کا ہونا ممکن تھا۔ ایسی ناراضگیوں کے موقعہ بھی انہوں نے آنحضور ﷺ کی نصائح پر کس شان سے عمل کیا۔ کہ ایک فریق دوسرے سے معافیاں مانگ رہا ہے اور دوسرا پہلے سے۔ اور دوسرے بھائی کی اس حد تک ستاری اور پردہ پوشی کی جا رہی ہے کہ سارا قصور اپنے سر لے لیا تاکہ اس پر کوئی حرف نہ آئے۔ ایسا پاکیزہ معاشرہ سوائے دور صحابہ کے اور کہیں نظر نہ آئے گا۔

مومن تو غصے کے وقت ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں (قرآن)

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو، حلم، عاجزی و انکساری اور نرمی

اس عربی نے نوشیروان کی یاد تازہ کردی ہے (حضرت علیؓ کے حق میں ایرانیوں کی گواہی)

ریاض محمود باجوہ صاحب۔ شعبہ تاریخ احمدیت

فیض تربیت نبوی ؐ نے صحابہ کرام کو نہایت [illegible] خو، حلیم اور بردبار بنادیا تھا۔

زندگی کے ہر شعبہ میں وہ آنحضرت ﷺ کے قدم بقدم چلے ان کی دوستی اور دشمنی محض خدا تعالیٰ کے لئے تھی۔ وہ اپنی ذات کی فکر سے آزاد ہو چکے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کی عاجزی انکساری

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ سے کوئی نزاع درپیش تھی، اثنائے گفتگو میں کوئی سخت جملہ نکل گیا۔ لیکن خود ہی ندامت دامن گیر ہوئی اور نہایت اصرار کے ساتھ عفو خواہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے انکار کیا تو ان کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی اسی وقت دامن اٹھائے آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے اور وجہ پریشانی بیان کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو تین مرتبہ اس بشارت سے طمانیت دی۔ ابوبکرؓ خدا تمہیں بخش دے گا۔ ابو بکرؓ خدا تمہیں بخش دے گا۔ ابو بکرؓ خدا تمہیں بخش دے گا" اسی اثنا میں حضرت عمرؓ کو بھی اپنے انکار سے ندامت ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ کو ان کے مکان پر تلاش کرتے ہوئے دربار نبوتؐ میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھ کر حضور پرنور ﷺ کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ تیور دیکھے تو دوزانو بیٹھ کر التجا کی۔ "یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں ہی ظالم تھا، میری ہی زیادتی تھی۔"

(فتح الباری جلد 7 ص 18)

حضرت ربیعہ بن جعفر اور حضرت ابو بکرؓ صدیق میں ایک درخت کے لئے باہم اختلاف ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اثنائے بحث میں کوئی جملہ ایسا کہہ دیا کہ جو ان کی ناگواری کا باعث ہوا، لیکن جیسے ہی غصہ فرو ہوا کہنے لگے "ربیعہ! تم بھی مجھے کوئی ایسی ہی سخت بات کہہ دو، انہوں نے انکار کیا تو دربار نبوتؐ میں حاضر ہوئے۔ حضرت ربیعہؓ بھی ساتھ تھے۔ حضور انور ﷺ نے مفصل روئداد سن کر فرمایا "ربیعہ! تم کوئی سخت جواب نہ دو، لیکن یہ کہہ دو، وغفر اللّٰہ لک یا ابا بکر یعنی ابوبکر خدا تمہیں معاف کردے" حضرت ابو بکرؓ پر اس واقعہ کا اس قدر اثر تھا کہ زار و قطار رو رہے تھے اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 58-59)

بکریاں میں دوہوں گا

حضرت ابو بکرؓ نہایت متواضع اور خاکسار تھے اور کسی کام سے ان کو عار نہ تھا۔ اکثر بھیڑ بکریاں تک خود ہی چرا لیتے اور محلہ والوں کی بکریاں دوھ دیتے تھے۔ چنانچہ منصب خلافت کے لئے جب ان کا انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا "اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابو بکرؓ نے سنا تو فرمایا خدا کی قسم! میں بکریاں دوہوں گا، امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی......

دار الخلافہ سے کوئی فوجی مہم روانہ ہوتی تو حضرت ابو بکرؓ ضعیف و کبر سنی کے باوجود دور تک پاپیادہ ساتھ جاتے۔ اگر کوئی افسر تعظیماً گھوڑے سے اترنا چاہتا تو روک کر فرماتے "اس میں کیا مضائقہ ہے، اگر میں تھوڑی دور تک راہ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود کروں" رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو پاؤں راہ خدا میں غبار آلود ہوتے ہیں، خدا ان پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔"

عجز و تواضع کی انتہا یہ تھی کہ لوگ جانشین رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے تعظیم و توقیر کرتے تو آپ کو تکلیف ہوتی اور فرماتے مجھے لوگوں نے بہت بڑھا دیا ہے۔ کوئی مدح و ستائش کرتا تو فرماتے "اے خدا! تو میرا حال مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنی کیفیت ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ خدایا تو ان کے حسن ظن سے مجھے بہتر ثابت کر، میرے گناہوں کو بخش دے اور لوگوں کی بے جا تعریف کا مجھ سے مواخذہ نہ کر" غایت تواضع سے تکبر و غرور کی علامات سے بھی خوف زدہ ہو جاتے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو تکبر سے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے چلتا ہے، قیامت کے روز خدا اس کی طرف نگاہ نہ کرے گا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی "میرا دامن بھی کبھی کبھی لٹک جاتا ہے" ارشاد ہوا "تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔"

(سیر الصحابہ جلد ۱ ص 87، 89)

حضرت عمرؓ کی خدمت خلق

حضرت عمرؓ کی عظمت و شان اور رعب داب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض نام سے قیصر و کسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا دوسری طرف تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے، مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف خرید کر لا دیتے تھے، پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے۔ ایک غلام کو گدھے پر سوار جاتے دیکھا چونکہ تھک گئے تھے اس لئے اپنے ساتھ بٹھا لینے کی درخواست کی۔ اس کے لئے اس سے زیادہ کیا شرف ہو سکتا تھا۔ فوراً اتر پڑا اور سواری کے لئے اپنا گدھا پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اپنی وجہ سے تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا تم جس طرح سوار تھے سوار رہو میں تمہارے پیچھے بیٹھ لوں گا۔ غرض اسی حالت میں مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے، لوگ امیر المومنین کو ایک غلام کے پیچھے دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔

آپ کو بارہا سفر کا اتفاق ہوا لیکن خیمہ و خرگاہ کبھی ساتھ نہیں رہا۔ درخت کا سایہ شامیانہ اور فرش خاک بستر تھا۔ سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے؟ سواری کے لئے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لئے قیمتی لباس پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا؟ بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔

(سیر الصحابہ جلد ۱ ص 167)

حضرت عمرؓ کی سختی بھی مشہور تھی لیکن قدرت نے آپ کو لطف اور رحمدلی سے بھی نا آشنا نہیں رکھا تھا۔ آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا۔ "واللہ میرا دل خدا کے بارہ میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔"

(سیر الصحابہ جلد ۱ ص 168)

حضرت عثمانؓ کی سادگی و انکساری

حضرت عثمانؓ کی تواضع اور سادگی، انکساری کا یہ حال تھا کہ گھر میں بکثرت خادم، ملازم اور غلام موجود ہونے کے باوجود اپنا کام آپ ہی کر لیتے اور کسی کو اپنی ذات کے لئے تکلیف نہ دیتے تھے۔ اگر کوئی آپ سے درشت کلامی کرتا تو آپ نرمی سے جواب دیتے۔ مخلوق خدا کی سچی ہمدردی سے آپ کا سینہ لبریز تھا۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے آپ نے اپنا مال پانی کی طرح بہا دیا۔ مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا آپ نے بیس ہزار درہم میں خرید کر اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے وقف کر دیا۔

مصائب کا صبر سے سامنا

آپ نے مصائب و آلام کا نہایت صبر و سکون کے ساتھ سامنا کیا۔ شہادت کے موقعہ پر چالیس دن تک آپ نے نہایت ضبط و تحمل، بردباری اور نرمی کا مظاہرہ کیا۔

آپ کی خاطر کٹ مرنے کے لئے سینکڑوں وفاشعار غلام اور ہزاروں معاونین و انصار تیار تھے مگر آپ نے کریمانہ اخلاق کا نمونہ پیش کر کے اپنی قربانی دے کر اپنے لئے کسی کو خونریزی اور قتل وغارت کی اجازت نہ دی۔ جھوٹ اور باطل پر انحصار کرنے والے مفسدین کو حضرت عثمان کی نرمی اور رحم نے بچائے رکھا ورنہ فسادی کسی رعایت کے مستحق نہ تھے۔ آپ کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود..... لکھتے ہیں۔ "مسلمان..... کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو اگر جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائے گی مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور یہ کفر پر نہ مریں.....

حضرت عثمانؓ کا رحم و کرم انہوں نے دیکھا اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اس وقت دنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے، اپنی جفاؤں پر پشیمان ہوتے، اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے، اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے۔ یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اور بھی زیادہ جلنے لگے..... حضرت عثمانؓ کے عفو کو اپنی حسن تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے اپنی بقیہ تجویز کے پورا کرنے کی تدابیر سوچتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز ص 88، 89)

حضرت علی کی سادگی اور رحم

حضرت علیؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے قاتل عبد الرحمان بن ملجم کے بارے میں وصیت کی کہ اس سے "معمولی طور پر قصاص لینا"

(سیر الصحابہ جلد ۱ ص 298)

ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بارہا بغاوتیں ہوئیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا، یہاں تک کہ ایرانی اس

لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے۔ "خدا کی قسم اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کردی۔"

(سیر الصحابہ جلد 1 ص 306)

سادگی اور تواضع حضرت علیؓ کی دستار فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ ہے' اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کبھی جوتا ٹانکتے' کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے' مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرش خاک پر بے تکلف سو جاتے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ انہیں ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے' دیکھا کہ بے تکلفی کے ساتھ زمین پر سو رہے ہیں' چادر پیٹھ کے نیچے سے سرک گئی ہے اور جسم انور گرد و غبار کے اندر کندن کی طرح دمک رہا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کو یہ سادگی نہایت پسند آئی۔ خود دست مبارک سے ان کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ اجلس یا ابا تراب۔ مٹی والے اب اٹھ بیٹھ' زبان نبویؐ کی عطا کی ہوئی یہ کنیت حضرت علیؓ کو اس قدر محبوب تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب علیؓ)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی خاکساری اور تواضع کا اس سے اندازہ ہوگا کہ انہوں نے باوجود سپہ سالار اعظم ہونے کے جاہ و حشم سے کبھی سروکار نہ رکھا' رومی سفراء جب کبھی اسلامی لشکر گاہ میں آئے تو انہیں ہمیشہ سردار فوج کی شناخت میں دقت پیش آئی۔

ایک دفعہ ایک رومی قاصد آیا' وہ یہ دیکھ کر متحیر ہو گیا کہ یہاں سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں' بالآخر اس نے گھبرا کر پوچھا.... سردار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا' دیکھا تو ایک نہایت معمولی وضع قطع کا عرب فرش خاک پر بیٹھا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ کا خلق ترحم تمام خلق اللہ کے لئے عام تھا۔ شام میں ان کی شفقت اور رعایا پروری نے عیسائیوں کو بھی مرہون منت بنا رکھا تھا۔ (سیر الصحابہ جلد 2 ص 179' 180)

حضرت ابوموسیٰ اشعری

رضی اللہ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی زندگی کے مختلف دور تھے' ابتدائی دور نہایت عسرت کا تھا' مگر جیسے جیسے اسلام کو فروغ ہوتا گیا' ان کی عسرت میں کمی آتی گئی' متعدد مہمیں ان کی ماتحتی میں سر ہوئیں' برسوں تک مختلف صوبوں کے حاکم رہے' لیکن ان دونوں حالتوں میں ان کی ظاہری زندگی میں کوئی فرق نہ آیا' نہ مال و دولت جمع کیا' نہ نخوت و رعونت پیدا ہوئی' گورنری کے بعد ایک مرتبہ مشہور صحابی حضرت ابو ذر غفاریؓ سے ملاقات ہوئی' ابوذرؓ فقیر منش آدمی تھے دنیا سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا' حضرت ابوموسیٰؓ بھائی بھائی کہتے دوڑ کر لپٹ گئے لیکن ابوذرؓ بار بار یہ کہہ کر ہٹاتے تھے' اب تم میرے بھائی نہیں ہو اس منصب سے پہلے بھائی تھے' دوبارہ جب پھر ملاقات ہوئی تو پہلے کی طرح لپکے' انہوں نے کہا ابھی ہٹے رہو پہلے میرے سوالات کے جوابات دے دو' پھر پوچھا تم نے لوگوں پر حکومت کی ہے؟ ابوموسیٰؓ نے کہا ہاں' کہا عمارتیں تو نہیں بنوائیں' زراعت تو نہیں کی' جانور تو نہیں پالے؟ انہوں نے سب کی نفی کی تو پھر ان سے دل کھول کر ملے۔

اسی خاکساری اور تواضع کی وجہ سے وہ اپنی مذہبی خدمات کا اظہار برا سمجھتے تھے' ابوبردہؓ روایت کرتے ہیں کہ ابوموسیٰؓ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم 6 آدمی آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے' ان چھ میں صرف ایک اونٹ تھا' اسی پر سب باری باری سوار ہوتے تھے' پیادہ پا چلنے کی مشقت سے ہمارے پاؤں پھٹ پھٹ گئے اور ناخن گر گر گئے' تو ہم لوگوں نے چیتھڑے لپیٹ لئے' اسی لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع "چیتھڑے والا" کہتے ہیں' راوی کا بیان ہے کہ ابوموسیٰؓ اس واقعہ کو بیان تو کر گئے مگر بعد میں اتنے واقعہ کا اظہار بھی برا سمجھا۔

(سیر الصحابہ جلد دوم ص 342)

حضرت عمار بن یاسر

حضرت عمار بن یاسرؓ کوفہ کے والی تھے لیکن اپنا سودا سلف بازار سے خود جا کر خریدتے اور خود ہی اٹھا کر لاتے۔ اپنا تمام کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے۔ آپ کا پیراہن چمڑے کا ہوتا جس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔

سادگی' تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ فرش خاک ان کے لئے سب سے زیادہ راحت بخش بستر تھا' غزوہ ذات العشیرہ کے موقع میں بنی مدلج کے چند آدمی ایک نخلستان سے نہر نکال رہے تھے' حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا' "ابوالیقظان چلو دیکھیں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں" غرض وہاں پہنچ کر گھنٹوں تماشا دیکھتے رہے' یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوا' اور دونوں اسی جگہ ایک درخت کے نیچے فرش خاک پر بے تکلفی کے ساتھ سو رہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 263)

حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنی تعریف سننا بھی سخت ناپسند فرماتے۔

"ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا' انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی اور کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک ڈالا کرو' اپنے لئے معمولی انسانوں سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے' ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سبط ہو تم وسط ہو' فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے اور امت وسط پوری امت محمدی ہے' ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہیں' اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے تو جھوٹا ہے' بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرتے' بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے' طفیل بن کعب جو روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے' بیان کرتے تھے کہ ابن عمرؓ بلا امتیاز تاجر مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے' ایک دن میں نے ان سے پوچھا آپ بازار کیوں جاتے ہیں' حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں' نہ کسی جگہ بیٹھتے ہیں' فرمایا صرف لوگوں کو سلام کرنے کی غرض سے' اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے' تواضع کا ایک مظہر حلم بھی ہے' ابن عمرؓ تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے' ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیاں دینی شروع کیں' آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں اور میرے بھائی عالی نسب ہیں' پھر خاموش ہو گئے۔" (سیر الصحابہ جلد سوم ص 46)

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کو اگر کسی سے کوئی دکھ تکلیف پہنچتی تو برداشت کرتے۔ آپ کی بردباری اور حلیمی کا یہ عالم تھا کہ "آپ ایک سریے میں امیر تھے جب ان کا گزر لشکر کے چند نوجوانوں پر ہوا لوگ ہنسے اور کہا کہ یہ تمہارے امیر ہیں۔ ساتھی نے کہا اے ابوعبداللہ آپ دیکھتے نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا انہیں چھوڑ دو۔"

(طبقات ابن سعد مترجم حصہ چہارم ص 241)

مطلب یہ کہ آپ کو ان لوگوں کی ہنسی مذاق نے مشتعل نہیں کیا بلکہ صبر و تحمل کا ہی آپ نے نمونہ دکھایا۔

اسی طرح جب آپ مدائن کے امیر تھے۔ ایک شخص جس کے پاس کچھ بوجھ تھا۔ اس شخص نے حضرت سلمانؓ سے کہا ادھر آؤ بوجھ اٹھاؤ۔ وہ آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ آپ نے بوجھ اٹھا لیا۔ لوگوں نے دیکھ کر پہچانا تو کہا یہ تو امیر ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ آپ نے کہا نہیں تاوقتیکہ (یہ بوجھ) تمہاری منزل تک نہ پہنچا دوں۔ (اسوہ صحابہ حصہ اول ص 218)

اسی طرح کا ایک واقعہ اور بھی ہے۔ اس میں بھی آپ نے دوسرے شخص کا بوجھ خود اٹھا کر اس کے گھر تک پہنچا دیا۔ آپ کے حالات مطبوعہ طبقات ابن سعد حصہ چہارم میں متعدد ایسے واقعات درج ہیں جن میں آپ کی تواضع' انکساری' عفو درگزر اور حلیمی کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت امام حسینؓ

کا عفو و درگزر

قرآن کریم میں متقیوں کی بردباری اور عفو و درگزر کا ذکر خدا تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے (ترجمہ) "غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔"

(آل عمران آیت: 135)

صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر تھی۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ۔ "امام حسینؓ" کے پاس ایک نوکر چائے کی پیالی لایا جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی۔ آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا الکاظمین الغیظ یہ سن کر امام حسینؓ نے فرمایا کظمت غلام نے پھر کہا والعافین عن الناس..... آپ نے کہا کہ میں نے عفو کیا۔ پھر پڑھا واللّٰہ یحب المحسنین آپ نے فرمایا جا آزاد بھی کیا۔"

(تفسیر سورة آل عمران والنساء از حضرت مسیح موعود ص 152)

حضرت عروہ بن مسعودؓ کا عفو

حضرت عروہ بن مسعودؓ جب اسلام قبول کر کے اپنے وطن طائف میں واپس آئے تو ان کو دعوت اسلام دی وہ لوگ آپ کے دشمن ہو گئے۔ صبح کی نماز کے وقت جب آپ نے نماز کے لئے اذان دی تو قبیلہ بنو مالک کے ایک شخص نے تاک کر آپ کو تیر مارا۔ اسی تیر کے زخم سے آپ کی شہادت ہوئی۔ آپ کے خاندان والوں نے بدلہ لینا چاہا بلکہ عہد کیا کہ ان کے بدلے میں بنو مالک کے دس سردار قتل کریں گے تب چین آئے گا لیکن حضرت عروہؓ نے شہادت سے قبل زخمی حالت میں فرمایا کہ میرے بارے میں جنگ و جدل نہ کرو۔ میں نے باہمی اصلاح کے لئے اپنے خون کو معاف کر دیا (اسوہ صحابہ حصہ اول ص 240' 241)

صحابیات رضی اللہ عنہما کا

بلند مقام

صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ صحابیات بھی اپنے مذہبی' اخلاقی' معاشرتی' سماجی اور تمدنی کارناموں کے لحاظ سے بہترین نمونہ تھیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ازواج مطہرات' بنات طیبات اور اکابر صحابیات نے مختلف حیثیتوں میں اپنے اعلیٰ و ارفع کردار کے ساتھ ممتاز مقام حاصل کیا۔

ایک معاملہ میں حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیر سے ناراض ہو گئیں لیکن عفو تقصیر کے بعد جب اس ناراضگی کا خیال آتا تو آپ اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔

(اسوہ صحابہ حصہ اول ص 271)

حضرت فاطمہؓ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ہاتھوں میں چکی پیسنے کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے۔

مشکیزے میں پانی خود لاتیں۔ اپنے ہاتھ سے صفائی کرتیں۔ جھاڑو خود دیتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اور حضرت زبیرؓ کی زوجہ تھیں۔ باغوں میں جا کر گھوڑے کے لئے خود گھاس لاتیں۔ غرض سبھی گھریلو کام کاج میں حصہ لیتیں۔ بعض صحابیات کپڑے بھی بنتی تھیں۔

حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا۔ اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو اس نے کہا اس میں کچھ کمی کر دیجئے۔ آپ نے فوراً کم کر دیا۔

(اسوہ صحابیات سیر الصحابہ جلد 11 ص 44)

مکہ فتح ہوا تو حضرت ام ہانیؓ نے اپنے گھر میں اپنے دو مشرک دیوروں کو پناہ دی۔ آنحضرت

باقی صفحہ 82 پر